شہید ممتاز قادری کی گرفتاری کی بعد کی تصویر

شہید ممتاز قادری گرفتاری کی بعد نعت پڑھتے ہوئے

جو رُکے تو کوہِ گراں تھے		جو چلے تو جاں سے گزر گئے

ہم نے ہر دور میں تقدیس رسالت کے لیے وقت کی تند ہواؤں سے بغاوت کی ہے

راولپنڈی کی ایک شاہراہ سے گزرتے ہوئے جنازے کا منظر

وکیل ممتاز قادری شہید جسٹس (ر) میاں نزیر اختر

وکیل ممتاز شہید چیف جسٹس (ر) خواجہ محمد شریف
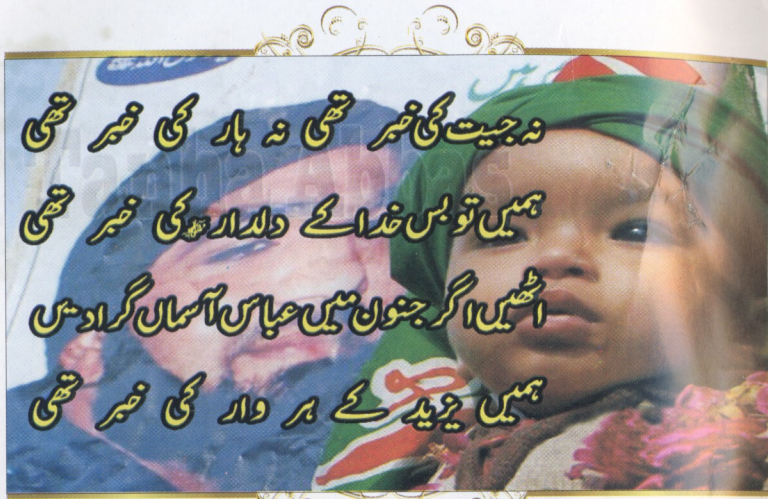
پیر سید حسین الدین شاہ جنہوں نے شہید ممتاز قادری کا جنازہ پڑھایا

آخری دیدار

شہید ممتاز قادری کے والد صاحب

یارسول اللہ تیرے چاہنے والوں کی خیر (نعت پڑھتے ہوئے)

شہید ممتاز قادری کا بیٹا محمد علی قادری

اشک بار آنکھوں سے پڑھی جانے والی داستان حیات

کروں تیرے نام پہ جاں فدا

ترتیب وتدوین

محمد کاشف رضا

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے

نام کتاب: کروں تیرے نام پہ جاں فدا

موضوع: تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور غازی ممتاز قادری شہید

اشاعت: مارچ 2016ء

صفحات: 384

قیمت: 380

فہرست

باب ششم: مناقب (شعراء کا منظوم خراجِ تحسین)

نصر اللہ ملک کی جرأت

اور

مسجد گورنر ہاؤس کے امام کے "حرفِ انکار"

کے

نام

نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حرمت پر
خدا شاھد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

مولانا ظفر علی خاںؒ

منظر قلم

پیغامِ رضا

ایمان کے حقیقی و واقعی ہونے کو دو باتیں ضرور ہیں۔

1۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور

2۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تمام جہان پر تقدیم۔

تو اس کی آزمائش کا یہ صریح طریقہ ہے کہ تم کو جن لوگوں سے کیسی ہی تعظیم، کتنی ہی عقیدت، کتنی ہی دوستی، کیسی ہی محبت کا علاقہ ہو، جیسے تمہارے باپ، تمہارے استاد، تمہارے پیر، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، تمہارے احباب، تمہارے بڑے، تمہارے اصحاب، تمہارے مولوی، تمہارے حافظ، تمہارے مفتی، تمہارے واعظ وغیرہ وغیرہ کسے باشد، جب وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کریں اصلاً تمہارے قلب میں ان کی عظمت ان کی محبت کا نام و نشان نہ رہے فوراً ان سے الگ ہو جاؤ، دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو، ان کی صورت، ان کے نام سے نفرت کھاؤ پھر نہ تم اپنے رشتے علاقے، دوستی، الفت کا پاس کرو نہ اس کی مولویت، مشیخت، بزرگی، فضیلت کو خطرے میں لاؤ کہ آخر یہ جو کچھ تھا محمد رسول اللہ ﷺ ہی کی غلامی کی بنا پر تھا۔ جب یہ شخص اُن ہی کی شان میں گستاخ ہوا پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ رہا اس کے جبے عمامے پر کیا جائیں، کیا بہتیرے یہودی جبے نہیں پہنتے؟ کیا عمامے نہیں باندھتے؟ اس کے نام علم و ظاہری فضل کو لے کر کیا کریں۔ کیا بہتیرے پادری، بکثرت فلسفی بڑے بڑے علوم و فنون نہیں جانتے اور اگر یہ نہیں بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابل تم نے اس کی بات بنانی چاہی اس نے حضور سے گستاخی کی اور تم نے اس سے دوستی نباہی یا اُسے ہر برے سے بدتر بُرا نہ جانا یا اسے بُرا کہنے پر بُرا مانا یا اسی قدر کہ تم نے اس امر میں بے پرواہی منائی یا تمہارے دل میں اس کی طرف سے سخت نفرت نہ آئی تو للہ اب تم ہی انصاف کرلو کہ تم ایمان کے امتحان میں کہاں پاس ہوئے۔ (تمہیدِ ایمان: امام احمد رضا قادری بریلوی)

جذباتِ دل

ڈاکٹر محمد اشفاق جلالی

چیئرمین دارالفکر فاؤنڈیشن

اللہ رب العزت کا قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین

اور عزت اللہ، رسول اور مومنین کے لیے ہے۔

چشم فلک نے 29 فروری 2016ء کو اس کا نظارہ دیکھا جب غازیٔ اسلام ملک ممتاز حسین قادری علیہ الرحمۃ نے اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی عزت کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی جان نثار کردی۔ نام نہاد سیاسی راہ نماؤں اور میڈیا پر قابض لبرلز کو قطعاً یہ توقع نہ تھی اس مکروہ فعل کے بعد عشاقانِ مصطفی ﷺ کا ردعمل کیا ہوگا۔ کئی سزا یافتہ گستاخانِ رسول ﷺ مجرموں کی جیلوں میں موجودگی کو نظر انداز کرتے ہوئے غازی صاحب کے مقدمے کو اپنے تئیں جلد فیصلہ تک پہنچانے والے یہ نہ جانتے تھے کہ عزت اور ذلت اللہ رب العزت کے پاس ہے۔ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلیل کردے۔

میڈیا کی مجرمانہ جانب داری، بے حسی اور حکومتی دباؤ کے باوجود لاکھوں عشاقانِ رسول ﷺ کا غازیٔ اسلام کے جنازے میں شریک ہونا نہ صرف اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے ہاں اس مردِ درویش کا کیا مقام و مرتبہ ہے بلکہ اس بات کی بھی واضح دلیل ہے کہ نظریہ پاکستان کو پس پشت ڈال کر پاکستان کو سیکولر بنانے کی سازشیں کبھی

کامیاب نہیں ہو سکتیں۔

آج عوام اہل سنت میں بالخصوص اور اہل اسلام میں بالعموم پایا جانے والا اشتعال اور غم وغصہ دراصل ان کے ایمانی جذبات کا عکاس ہے۔ اس سخت موقع پر بھی عشاقانِ مصطفی ﷺ نے صبر وتحمل کا دامن تھامے رکھا پاکستان کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت بھی دیا۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ سے محبت رکھنے والے عوام ہمیشہ پاکستان سے وفادار رہے ہیں۔ حکومت وقت اور اس امت کو تقسیم در تقسیم کرنے والی طاغوتی طاقتیں انگشت بدنداں ہیں کہ ان کی سالہا سال کی محنت رائیگاں گئی۔

ایک عاشق صادق کی شہادت کی خبر امت کا درد رکھنے والے ہر کسی پر بجلی کی طرح گری۔ اس سانحہ سے ہر خاص و عام پریشان اور بے چین ہو گیا۔ بلاشبہ یہ اس بات کا واضح اشارہ ہے کہ آج بھی امت مسلمہ کو متحد کرنے کے لیے عشق مصطفی ﷺ ہی سب سے کارگر شے ہے۔ اور آج بھی تحفظ ناموس رسالت مآب ﷺ کے لیے ہزاروں جانیں قربان ہونے کو تیار ہیں۔ غازیٔ اسلام ملک ممتاز حسین قادری علیہ الرحمۃ کے پرنور چہرے پر پھیلی (قبل از وصال اور بعد از وصال) طمانیت ان کے حق پر ہونے کی خبر دے رہی تھی۔

بقول علامہ محمد اقبال:

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

غازیٔ اسلام حقیقی معنوں میں نظریہ پاکستان کے محافظ رہے، پاکستان اور آئین پاکستان سے وفاداری کا جو حلف اٹھایا اسے پورا کر دکھایا۔ قیام پاکستان سے قبل غازی علم دین شہید علیہ الرحمۃ سے بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح اور مصور پاکستان علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ کی عقیدت و محبت سب کے

سامنے ہے۔ آج جب آئین پاکستان میں موجود تحفظ ناموس رسالت کی شق C-295 ختم کرنے کی باتیں برملا کی جارہی تھیں، یہاں تک کہ اس قانون اور آئینی حصہ کو کالا قانون تک کہا گیا۔ اور ایک ایسی خاتون جسے عدالت کی جانب سے گستاخی ثابت ہونے کے بعد سزا سنائی جا چکی تھی، اس کی سزا معاف کروانے کے لیے اپنا سیاسی اثر ورسوخ استعمال کیا جا رہا تھا تاکہ مغربی طاقتوں کے سامنے اپنی دین بیزاری اور لبرلزم کی داد وصول کی جاسکے۔ ایسے میں جبکہ پوری پاکستانی قوم حیران و پریشان تھی کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں یہ اجنبی صدائیں کیسی، ایک مرد مجاہد غازیٔ اسلام ملک ممتاز حسین قادری کی ایک ضرب بے بدل نے تمام سازشوں اور فتنوں کا قلع قمع کر کے رکھ دیا۔

ملحدین اور انسانی حقوق کے تحفظ کے دل فریب نعرے کے پیچھے چھپے مغربی طاقتوں کے باجگزار تو یقیناً اپنے آقاؤں کے اشاروں پر عمل کریں گے مگر حیرانی اُن نام نہاد دانشوروں اور بزعم خویش خیر خواہوں پر ہے جو آج بھی اپنی بے تکی الاپ رہے ہیں۔ جس آئین پاکستان سے وفاداری کا حلف اٹھا کر گورنر سلمان تاثیر پنجاب کا گورنر بنا، کیا وجہ ہے کہ اسی آئین کے خلاف بولنے کے باوجود اس کا حلف برقرار رہا؟ آسیہ مسیح کی گستاخی عدالت میں ثابت ہو چکی، سزا سنائی جا چکی پھر اس کے بعد اعلیٰ عدالتوں کو چھوڑ کر صدر کے پاس رحم کی اپیل لے جانا کیا ماورائے قانون نہیں تھا؟ اور کیا اب بھی پاکستان کے جیلوں میں متعدد سزا یافتہ گستاخان رسول مجرم تختہ دار پر لٹکائے جانے کے منتظر نہیں؟ یہ سب جاننے اور سمجھنے کے باوجود بھی اگر کوئی اپنی ضد پر قائم رہے تو اسے یہی کہا جاسکتا ہے:

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

جنگل کا قانون

صاحبزادہ میاں محمد اشرف عاصمی (ایڈووکیٹ)

چیئرمین مصطفائی جسٹس فورم

بندہ ناچیز کے لیے انتہائی سعادت کی بات ہے کہ حضرت ممتاز قادری شہید کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی کچھ لکھنے کی سعادت بخشی۔ کاشف رضا صاحب نے اس کتاب کا پیش لفظ لکھنے کا فرمایا۔ نبی پاک ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ تم سے پہلے کی قومیں اس لیے برباد ہوگئیں کہ جب کوئی امیر جرم کرتا تو اسے چھوڑ دیا جاتا اور اگر غریب جرم کرتا وہ سزا پاتا۔ جس طرح پرنٹ اور الیکٹرک میڈیا نے ممتاز قادری شہید کی پھانسی پر حکومتی اشاروں پر آزادی صحافت کا گلا گھونٹ دیا اُس کے بعد میڈیا کو چاہیے کہ وہ خود آزادانہ گردانے۔ گورنر کے قتل کے محرکات پوری قوم کے سامنے ہیں کہ اُس نے نبی پاک ﷺ کی ناموس کے قانون کو کالا قانون گردانا اور نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والی خاتون کی سزا کے حوالے سے برہمی کا اظہار کیا۔ حکومت خاموش تماشائی بنی رہی۔ عشق رسول ﷺ کے امین ممتاز قادری کا تعلق اشرافیہ سے نہ تھا بلکہ وہ ایک غریب طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ بے شک اُس نے نبی پاک ﷺ کی حرمت والے قانون کو کالا قانون کہنے والے کو جہنم واصل کیا لیکن مبارک ہو عدلیہ کو۔ مبارک ہو اشرافیہ کو۔ کہ نبی پاک ﷺ کی حرمت کی پاسبانی کرنے والے ممتاز قادری کو پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔ ممتاز قادری شہید کے جنازے میں پچاس لاکھ لوگ بھی اس کی سچائی کو تقویت دینے کے لیے ناکافی اور آکٹوپس کی طرح میرے وطن کو جکڑنے والی اشرفیہ کے چند ہزار افراد کا اپنا قانون۔ الطاف حسین اور اس کے حواریوں کے لیے اور قانون۔ مصطفیٰ کمال کے لیے بالکل الگ قانون۔ واہ کیا بات ہے اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی۔ کیا شان ہے آئین پاکستان کی۔ کیا قانون کی بالادستی کا عالم ہے۔ ظلمت کو ضیاء کہتے ہیں۔ تقدیر کے قاضی کا فتویٰ ہے ازل سے۔ ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات۔ عشق رسول ﷺ کے معاملے میں مصلحت پسندی کا شکار، نام نہاد مذہبی رہنما، سرمایہ داروں کے دروازے کے پہرے دار بیٹھے ہیں۔

قلم کی عبادت

محمد کاشف رضا

دارالمورخین

قافلہ انسانی کو سفر کرتے چودہ صدیاں بیت گئیں۔ شمعِ رسالت کے پروانوں کا رسولِ کریم ﷺ کے نام پر جان و دل قربان کرنے کا سلسلہ رکا نہیں۔ روحوں تک اُترا محبتِ رسول ﷺ کا نشہ، رگِ جاں میں دوڑتا عشق کا لہو، گرمئی ایمان کو کبھی سرد نہیں ہونے دیتا۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں، بوڑھے فلک کی آنکھیں یہ منظر بار بار دیکھ چکیں جوان کا گستاخ ہوا وہ رزقِ خاک ہوا۔ کیونکہ ان کے نام پر دو جہاں فدا کرنے والے "ہجومِ عاشقاں" سے دنیا کبھی بھی خالی نہیں۔

فلسفہ و کلام اور علم النفس کے ماہرین اپنے دماغوں پر اینٹیں مار چکے، علم و معلوم کے شناور اپنے گریبان چاک کر چکے فکر رَسا کو غور کرتے کرتے جالے لگ گئے، وہ یہ بات نہیں سمجھ پائے کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ ان کے غلاموں کی والہانہ محبت کا رازق کیا ہے؟ کیوں بن دیکھے یہ جان وار دیتے ہیں، کیوں ان کے نام پہ یہ تختہ دار کو چوم لیتے ہیں؟

پارسا سے لے کر سیاہ کار تک، عالم سے لے کر جاہل تک، سب کے سب ان کے ذکر وفکر میں گم، اپنے علم وہنر، جاہ و جلال، تقویٰ وطہارت کی گٹھری دریا برد کر کے ان کے در سے اپنے سر کی نسبت پر اتراتے پھرتے ہیں۔ کیا فلسفہ ہے؟ کون سی منطق ہے؟ ہوش وخرد ہاتھ جوڑے کھڑے ہیں دلیل چھپنے کو بہانے تراشتی ہے اور اُس کے کانوں میں بس اک صدا گونج

رہی ہے کہ:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا
نہ بس اک جاں دوجہاں فدا

ادبِ رسالت کے اسلوب کسی قانون دان، ماہرِ تعلیم یا مفتی نے نہیں سکھائے، یہ خالق کل کے بنائے ہوئے قانون ہیں۔ یہی مسلمان کا حاصل زندگی اور جانِ ایمان قرار پائے۔ تقویٰ وطہارت، ذکر وفکر، بزرگی و پاک دامنی خاک آلود ہے اگر رسولِ کریم ﷺ کا ادب ومحبت نہیں۔ یہ بارگاہِ ناز وہ مقام ہے کہ جہاں

نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

برصغیر میں عشق رسول ﷺ کے سب سے بڑے نقیب اور عاشقوں کے امام، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی نے بھی یہی بیان فرمایا ہے کہ: "سرکار کی غلامی کے بغیر عبادت وریاضت بیکار ہے، ایمان نام ہے عشق سرکارِ رسالت ﷺ کا۔"

(سیرت اعلیٰ حضرت، حسنین رضا بریلوی)

یہاں میں معروف شاعر اختر شیرانی کا ایک واقعہ تحریر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو سینہ گزٹ مجھ تک پہنچا۔ اختر شیرانی جو شاعر رومان کے نام سے تاریخ ادب اردو میں ایک بہت بڑا نام ہے۔ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ کے سامنے "عرب ہوٹل" میں دیگر شعراء کی طرح بیٹھا کرتے تھے۔ کثرتِ مے نوشی اس شاعر رومان کا شعار تھا۔ ایک دن ایک نوجوان ان کے پاس آیا اور بیٹھتے ہی سوال کیا کہ "مقام محمد ﷺ کیا ہے؟" اختر شیرانی کی اس سوال پر جیسے روح کانپ گئی۔ میز پر پڑی شراب کی بوتل اور گلاس کو اٹھا کر میز کے نیچے رکھا اور زناٹے دار تھپڑ اس نوجوان کے منہ پر رسید کرتے ہوئے نم آنکھوں سے کہا مجھ گنہگار سے مقام محمد ﷺ کا پوچھتے ہو۔"

اسی طرح کا ایک واقعہ میرے بزرگ حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے امرتسر کے ایک "بھنگی" کا لکھا ہے۔ حکیم صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

"میں اس موقع پر امرتسر میں رونما ہونے والا تقریباً نوے سال پہلے ایک واقعہ لکھنا ضروری سمجھتا ہوں جو بے حد ایمان افروز اور عبرت انگیز ہے۔ واقعہ حضرت امیر ملت پیر سید جماعت

علی شاہ صاحب قبلہ علی پوری قدس سرہٗ نے امام الائمہ سیدنا حضرت ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عُرسِ سراپا قدس منعقدہ مسجد جان محمد امرتسر کے اجتماع عظیم میں بیان فرمایا تھا۔

"امرتسر کے گرجا گھر کے سامنے کھڑا ہو کر ایک پادری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فضائل اور عیسائی مذہب کی خوبیاں بیان کر رہا تھا اور وہ (پادری) دوران تقریر حضور پرنور نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی ادب واحترام سے نہیں لیتا تھا۔ سامعین میں ایک بھنگڑ اس حالت میں کھڑا تھا کہ بھنگ گھوٹنے والا ڈنڈا اس کے کاندھے پر تھا۔ اس خوش بخت نے کہا پادری! ہم حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو برحق نبی مانتے ہیں اور ان کا نام ادب سے لیتے ہیں، تو بھی ہمارے سچے سرکار (ﷺ) کا نام ادب سے لے۔ مگر پادری پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا، تو اس عالی ہمم نے پھر ٹوکا۔ جب پادری نے تیسری بار بھی اُسی طرح نام لیا تو اس پاک نہاد نے اپنا وہ ڈنڈا جس سے بھنگ گھوٹتا تھا، اس زور سے پادری کے سر پر دے مارا کہ پادری کا سر پھٹ کر بھیجا باہر آ گیا اور وہ مردود بیان دیے بغیر واصل جہنم ہوگیا۔ یہ عاشق صادق پکڑا گیا، موت کی سزا ہوئی، اپیل ہوئی۔ انگریز جج نے یہ لکھ کر بری کر دیا کہ "پادری کا قاتل تکیہ نشین بھنگڑ ہے، کوئی مولوی نہیں۔ مولوی اور پادری کی کوئی باہمی رنجش ہو سکتی ہے بھنگڑ سے پادری کی دیرینہ یا تازہ رنجش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ پادری نے ضرور اس کے جذبات کو مجروح کیا ہے لہٰذا میں اسے بری کرتا ہوں۔"

اللہ تعالیٰ اس مکین تکیہ کے مرقد منور پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور اس جیسا ایمان ہر۔۔۔ مسجد اور ہر مسلمان کو نصیب فرمائے! آمین ثم آمین! بجاہ سید المرسلین ﷺ

۔(پیش لفظ: گستاخ رسول ﷺ کی سزا۔ مجلس رضا 1988ء)

یہاں میں ایک یہودی سکالر کا واقعہ درج کرتا ہوں جو مجھ تک پہنچا۔ اس کی سند میرے پاس نہیں مگر جو یہودی سکالر نے کہا وہ اعترافِ حقیقت ہے۔ غلامانِ رسول کی محبت کا جو نقشہ اس نے کھینچا وہ پیش خدمت ہے۔

"میں ایک فرانس میں رہنے والا مسلمان ہوں ایک دن میں ایک کافی شاپ میں بیٹھا کافی پی رہا تھا کہ میری برابر والی ٹیبل پر ایک داڑھی والا آدمی مجھے دیکھ رہا تھا میں اٹھ کر

اس کے پاس جا بیٹھا اور میں نے اس سے پوچھا "کیا آپ مسلمان ہیں؟"

اس نے مسکرا کر جواب دیا "نہیں میں جارڈن کا یہودی ہوں۔ میں ربی ہوں اور پیرس میں اسلام پر پی ایچ ڈی کر رہا ہوں۔"

میں نے پوچھا "تم اسلام کے کس پہلو پر پی ایچ ڈی کر رہے ہو؟"

وہ شرما گیا اور تھوڑی دیر سوچ کر بولا "میں مسلمانوں کی شدت پسندی پر ریسرچ کر رہا ہوں۔"

میں نے قہقہہ لگایا اور اس سے پوچھا "تمہاری ریسرچ کہاں تک پہنچی۔"

اس نے کافی کا لمبا سپ لیا اور بولا "میری ریسرچ مکمل ہو چکی ہے اور میں اب پیپر لکھ رہا ہوں۔"

میں نے پوچھا "تمہاری ریسرچ کی فائنڈنگ کیا ہے؟"

اس نے لمبا سانس لیا "دائیں بائیں دیکھا" گردن ہلائی اور آہستہ آواز میں بولا "میں پانچ سال کی مسلسل ریسرچ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں مسلمان اسلام سے زیادہ اپنے نبی سے محبت کرتے ہیں۔ یہ اسلام پر ہر قسم کا حملہ برداشت کر جاتے ہیں لیکن یہ نبی کی ذات پر اٹھنے والی کوئی انگلی برداشت نہیں کرتے۔"

یہ جواب میرے لیے حیران کن تھا میں نے کافی کا مگ میز پر رکھا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

وہ بولا "میری ریسرچ کے مطابق مسلمان جب بھی لڑے، یہ جب بھی اٹھے اور یہ جب بھی لپکے اس کی وجہ نبی اکرم ﷺ کی ذات تھی، آپ خواہ ان کی مسجد پر قبضہ کر لیں، آپ ان کی حکومتیں ختم کر دیں، آپ قرآنِ مجید کی اشاعت پر پابندی لگا دیں یا آپ ان کا پورا پورا خاندان مار دیں یہ برداشت کر جائیں گے لیکن آپ جونہی اُن کے رسول ﷺ کا نام غلط لہجے میں لیں گے، یہ تڑپ اٹھیں گے اور اس کے بعد آپ پہلوان ہوں یا فرعون یہ آپ کے ساتھ ٹکرا جائیں گے۔"

میں حیرت سے اس کی طرف دیکھتا رہا، وہ بولا "میری فائنڈنگ ہے جس دن

مسلمانوں کے دل میں رسول اللہ ﷺ کی محبت نہیں رہے گی اس دن اسلام ختم ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ اگر اسلام کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو مسلمانوں کے دل سے اُن کا رسول (ﷺ) نکالنا ہوگا۔"

اس نے اس کے ساتھ ہی کافی کا مگ نیچے رکھا، اپنا کپڑے کا تھیلا اُٹھایا، کندھے پر رکھا، سلام کیا اور اٹھ کر چلا گیا لیکن میں اس دن سے ہکا بکا بیٹھا ہوں، میں اس یہودی ربی کو اپنا محسن سمجھتا ہوں کیونکہ میں اس سے ملاقات سے پہلے تک صرف سماجی مسلمان تھا لیکن اس نے مجھے دو فقروں میں پورا اسلام سمجھا دیا، میں جان گیا رسول اللہ ﷺ سے محبت اسلام کی روح ہے اور یہ روح جب تک قائم ہے اس وقت تک اسلام کا وجود بھی سلامت ہے۔ جس دن یہ روح ختم ہو جائے گی اس دن ہم میں اور عیسائیوں اور یہودیوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا ذرا سوچو!!"

جنوری 1911ء کو گورنر سلمان تاثیر کو قانونِ توہینِ رسول پر تنقید اور مجرم توہینِ رسالت آسیہ مسیح کی حمایت پر ملک ممتاز حسین قادری نے قتل کر دیا۔ انسدادِ دہشت گردی کی عدالت نے غازی ممتاز قادری کو سزائے موت کا حکم سنایا پھر اسلام آباد ہائی کورٹ نے بھی اس فیصلے کو برقرار رکھا۔ گزشتہ برس سپریم کورٹ نے بھی درخواست مسترد کر دی اور ایک ماہ قبل صدر ممنون حسین نے بھی رحم کی اپیل مسترد کر دی۔

29 فروری 2016ء کو اس شہید محبت کو پھانسی دے دی گئی۔ مختصر الفاظ میں دلخراش تاریخ کو لکھتے ہوئے قلم کے ضبط بندھن ٹوٹ ٹوٹ رہے ہیں۔ عاشقانِ رسول نے ہمیشہ ایسے شاتمانِ رسول ﷺ کو جہنم رسید کر دیا۔ نہ انہیں کسی قاضی و مفتی کے فتویٰ کی ضرورت ہے نہ کتب علمی کے مطالعے کی۔ ان کا مفتی ان کا وجدان ہوتا ہے۔ سیکولر اور لبرل موم بتی مافیا ان کیفیاتِ دل کو کبھی نہیں سمجھ پائے گا۔ کیونکہ بقول جگر

خدا جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
پیغام محبت عام تو ہے عرفانِ محبت عام نہیں

مورخ لکھے گا عہد حکومت وزیراعظم میاں نواز شریف (صدر ممنون حسین، وفاقی وزیر امین الحسنات شاہ) میں ایک عاشق رسول ﷺ کو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔ ملک تھا اسلامیہ جمہوریہ پاکستان۔

مؤرخ لکھے گا اسی ملک میں ریمنڈ ڈیوس کو سرِ عام قتل کرنے پر رہا کر دیا گیا۔ اس وقت ہواؤں اور فضاؤں میں حبیب جالب کا یہ شعر رقص کناں ہوگا۔

اس اندھے دستور کو صبح بے نور کو
میں نہیں مانتا میں نہیں مانتا

مؤرخ لکھے گا اور ان کو تاریخ کے کوڑے دان میں پھینک دیا جائے گا۔ مؤرخ لکھے گا عرفان صدیقی نامی ایک کالم نگار جو افغانستان میں پتہ کھڑکنے پر لمبے لمبے کالم لکھا کرتا تھا جب وہ وزیر اعظم کا مشیر بنا اس کے قلم کی سیاہی خشک ہوگئی۔ اس کی زبان پر چھالے پڑ گئے۔

مؤرخ لکھے گا خانقاہوں سے جو صاجزادے حکومت کے ایوان میں قومی وصوبائی اسمبلی میں اقتدار کے مزے لوٹ رہے تھے۔ ان کے بزرگوں کی روحوں پر کیا گزری ہوگی۔ کیا تقدیسِ رسالت کے لیے ضروری نہیں تھا کہ وقت کی تند ہواؤں سے بغاوت کر دی جاتی؟ اپنے بزرگوں کو بیچ دینے والے کل کیا منہ دکھائیں گے۔

مؤرخ لکھے گا جنازوں نے فیصلہ کر دیا تھا۔ لاکھوں لوگ دیوانہ وار اس شخص کے جنازے میں شامل تھے جو چند سال قبل ایک کانسٹیبل تھا۔ اب وہ شہید اعظم ہے۔ بڑے شیوخ الحدیث، مفتیانِ کرام، پیرانِ عظام ان کے جنازے میں شرکت سعادت سمجھ رہے تھے۔

مؤرخ یہ بھی لکھے گا اس وقت غازی ممتاز حسین شہید کو قاتل کہنے والے کون لوگ تھے۔ ان کے علم وفضل، جوش وخطابت کو جوتے کی نوک پر رکھ دیا گیا تھا۔

لاکھوں سروں کے ساتھ جب قادری شہید کا جنازہ لیاقت باغ میں پہنچا تو عجیب کیف وسرور میں سرشار لوگ تھے۔ امام احمد رضا کا شعر گنگنا رہے تھے کہ:

بدن میں ہے جاں تمہارے لیے دہن میں زباں تمہارے لیے
ہم آئے یہاں تمہارے لیے اٹھیں گے وہاں تمہارے لیے

آخر میں جناب شاہد علی قادری کا دل کی گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے داستانِ عشقِ رسول ﷺ کو کتابی شکل میں لانے کے لئے انتہائی جدوجہد کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

باب اول

ناموسِ رسول اور قانون توہینِ رسالت

گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سزا

علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی

محترم محمد اسمعیل قریشی سینئیر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پاکستان لاہور نے بنام اسلامی جمہوریہ پاکستان تعزیرات پاکستان کی دفعہ نمبر 295 الف اور دفعہ 298 الف کے خلاف شرعی عدالت میں ایک درخواست دائر کی ہے جہاں تک اہانت رسالت اور توہین وتنقیص نبوت سے اس درخواست کا تعلق ہے میں اس سے پوری طرح متفق ہوں اور دلائل شرعیہ (کتاب وسنت، اجماع امت اور تصریحات علماء دین) کے مطابق میں اس کی مکمل تائید اور حمایت کرتا ہوں اس سلسلے میں میرا تفصیلی بیان درج ذیل ہے۔

کتاب وسنت، اجماع اور تصریحات آئمہ دین کے مطابق توہین رسالت کی سزا صرف قتل ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح مخالفت توہین رسول ہے۔ قرآن مجید نے اس جرم کی سزا قتل بیان کی ہے۔ اسی بناء پر کافروں سے قتال کا حکم دیا گیا۔ قرآن مجید میں ہے:۔

ذلک بانھم شاقوا اللہ و رسولہ (۱)

یہ (یعنی کافروں کو قتل کرنے کا حکم) اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی صریح مخالفت کر کے ان کی توہین کا ارتکاب

کیا۔(۲)

توہین رسالت کے کفر ہونے پر بکثرت آیاتِ قرآنیہ شاہد ہیں۔مثلاً:

ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض و نلعب قل اباللہ و آیتہ و رسولہ کنتم تستھزءون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم (۳)

اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ ضرور کہیں گے ہم تو صرف ہنسی مذاق کرتے تھے۔آپ (ان سے) کہیں، کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو۔کوئی عذر نہ کرو۔بے شک ایمان کے بعد تم نے کفر کیا۔

مسلمان کہلانے کے بعد کفر کرنے والا مرتد ہوتا ہے اور از روئے قرآن مرتد کی سزا صرف قتل ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونھم او یسلمون(٤)

اے رسول ﷺ پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے فرما دیجئے عنقریب تم سخت جنگ کرنے والوں کی طرف بلائے جاؤ گے۔تم ان سے قتال کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ آیت مرتدین اہل یمامہ کے حق میں بطور اخبار بالغیب نازل ہوئی۔اگرچہ بعض علماء نے اس مقام پر فارس و روم وغیرہ کا ذکر بھی کیا ہے لیکن حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حسب ذیل روایت نے اس کو مرتدین بنی حنیفہ (اہل یمامہ) کے حق میں متعین کر دیا۔

عن رافع بن خدیج انا کنا نقرء ھذہ الآیۃ فیما

مضی و لا نعلم من ھم حتی دعا ابوبکر الی قتال بنی حنیفۃ فعلمنا انھم اریدوا بھا(۵)

حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں ہم اس آیت کو پڑھا کرتے تھے اور ہمیں معلوم نہ تھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (مرتدین) بنی حنیفہ (اہل یمامہ) سے قتال کی طرف مسلمانوں کو بلایا۔اس وقت ہم سمجھے کہ اس آیت کریمہ میں یہ مرتدین ہی مراد ہیں۔

ثابت ہوا کہ اگر مرتد اسلام نہ لائے تو از روئے قرآن اس کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں۔قتل مرتد کے بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں۔اختصار کے پیش نظر صرف ایک حدیث پیش کی جاتی ہے۔

اتی علی بزنادقۃ فاحرقھم (وفی روایۃ ابی داؤد) ان علیا احرق ناسا ارتدوا عن الاسلام فبلغ ذلک ابن عباس فقال لو کنت انا لم احرقھم لنھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تعذبوا بعذاب اللہ و لقتلتھم لقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من بدل دینہ فاقتلوہ۔(٦)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس (مرتد ہو جانے والے) زندیق لوگ لائے گئے تو آپ نے انہیں جلا دیا۔اس کی خبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: اگر آپ کی جگہ میں ہوتا تو انہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے عذاب کے ساتھ کسی کو عذاب نہ دو اور میں انہیں قتل کرا دیتا۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا جو (مسلمان) اپنے دین سے پھر جائے اسے قتل کردو۔

قتل مرتد کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسند خلافت پر بیٹھتے ہی جس شدت سے مرتدین کا قتل کیا محتاج بیان نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے مرتد کو زندہ دیکھنا ناقابل برداشت تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یمن کے دو مختلف حصوں پر حاکم تھے۔ ایک دفعہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے آئے۔ ایک بندھے ہوئے شخص کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا، یہ کون ہے؟ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

كان يهوديا فاسلم ثم تهود قال اجلس قال لا اجلس حتى يقتل قضاء الله و رسوله ثلاث مرات فامر به فقتل (۷)

یہ یہودی تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد پھر یہودی (ہو کر مرتد) ہو گیا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بیٹھنے کے لئے کہا، انہوں نے تین بار فرمایا: جب تک اسے قتل نہ کر دیا جائے میں نہیں بیٹھوں گا۔ (قتلِ مرتد) اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہے چنانچہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حکم سے اسے اسی وقت قتل کر دیا گیا۔

گستاخِ رسول کا قتل:

غلافِ کعبہ سے لپٹے ہوئے توہین رسالت کے مرتکب مرتد کو مسجد حرام میں قتل کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

فتح کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے۔ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی شان میں گستاخی کرنے والا ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (اقتلوه) اسے قتل کردو۔ (۸)

یہ عبداللہ بن خطل مرتد تھا۔ ارتداد کے بعد اس نے کچھ ناحق قتل کئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو میں شعر کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں توہین و تنقیص کیا کرتا تھا۔ اس نے دو گانے والی لونڈیاں اس لئے رکھی ہوئی تھیں کہ وہ حضور کی ہجو میں اشعار گایا کریں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا تو اسے غلاف کعبہ سے باہر نکال کر باندھا گیا اور مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کی گردن ماری گئی۔ (۹)

یہ صحیح ہے کہ اس دن ایک ساعت کے لئے حرم مکہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حلال قرار دے دیا گیا تھا لیکن بالخصوص مسجد حرام میں مقام ابراہیم اور زم زم کے درمیان اس کا قتل کیا جانا، اس بات کی دلیل ہے کہ گستاخِ رسول باقی مرتدین سے بدرجہا بدتر و بد حال ہے۔

اجماع امت:

(۱) قال محمد بن سخنون اجمع العلماء ان شاتم النبي صلى الله عليه وسلم المتنقص له كافر والوعيد جار عليه بعذاب الله له و حكمه عند الامة القتل و من شك في كفره و عذابه كفر (۱۰)

محمد بن سحنون نے فرمایا: "علماء امت کا اجماع ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالی دینے والا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کرنے والا کافر ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے عذاب کی وعید جاری ہے اور امت کے

نزدیک اس کا حکم قتل ہے۔ جو اس کے کفر اور عذاب میں شک کرے، کافر ہے۔"

(۲)و قال ابو سلیمان الخطابی لا اعلم احدا من المسلمین اختلف فی وجوب قتلہ اذا کان مسلما۔(۱۱)

امام ابو سلیمان الخطابی نے فرمایا: جب مسلمان کہلانے والا نبی ﷺ کے سبّ (گالی) کا مرتکب ہو تو میرے علم میں ایسا مسلمان نہیں جس نے اس کے قتل میں اختلاف کیا ہو۔

(۳)واجمعت الامۃ علی قتل متنقصہ من المسلمین و سابہ۔(۱۲)

اور امت کا اجماع ہے کہ مسلمان کہلا کر حضور ﷺ کی شان میں سب اور تنقیص کرنے والا قتل کیا جائے گا۔

(۴)قال ابو بکر بن المنذر اجمع عوام اہل العلم علی ان من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقتل قال ذلک مالک من انس واللیث و احمد و اسحاق و ہو مذہب الشافعی قال القاضی ابو الفضل و ہو مقتضی قول ابی بکر الصدیق و لا تقبل توبتہ عند ہؤلاء و بمثلہ قال ابو حنیفۃ و اصحابہ والثوری و اہل الکوفۃ والاوزاعی فی المسلمین لکنہم قالوا ہی ردۃ۔(۱۳)

امام ابو بکر بن منذر نے فرمایا: علماء اسلام کا اجماع ہے کہ جو شخص کو

گالی دے، قتل کیا جائے۔ ان ہی میں سے مالک بن انس، لیث، احمد، اسحاق (رحمہم اللہ) ہیں اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔ قاضی عیاض نے فرمایا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول کا یہی مقتضی ہے۔ (پھر فرماتے ہیں) اور ان آئمہ کے نزدیک اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔ امام ابو حنیفہ ان کے شاگردوں، امام ثوری، کوفہ کے دوسرے علماء اور امام اوزاعی کا قول بھی اسی طرح ہے۔ ان کے نزدیک یہ ردت ہے۔"

(۵)ان جمیع من سب النبی ﷺ او عابہ والحق بہ نقصا فی نفسہ او نسبہ او دینہ او خصلۃ من خصالہ او عرض بہ او شبہہ علی طریق السب لہ او لازراء علیہ او التصغیر بشانہ او الغض منہ والعیب لہ فہو ساب لہ والحکم فیہ حکم الساب یقتل کما نبینہ و لا نستثنی فصلا من فصول ہذا الباب علی ہذا المقصد و لا نمتری فیہ تصریحا کان او تلویحا و ہذا کلہ اجماع من العلماء وآئمۃ الفتویٰ من لدن الصحابۃ رضوان اللہ علیہم الی ہلم جرا۔(۱۴)

بے شک ہر وہ شخص جس نے حضور کو گالی دی یا حضور ﷺ کی طرف کسی عیب کو منسوب کیا یا آپ کی ذات مقدسہ، آپ ﷺ کے نسب، دین یا آپ ﷺ کی کسی خصلت سے کسی نقص کی نسبت کی یا آپ ﷺ پر طعنہ زنی کی یا جس نے بطریق سبّ اہانت یا تحقیر شان مبارک یا ذات مقدسہ کی طرف کسی عیب کو منسوب کرنے کے لئے

حضور ﷺ کو کسی چیز سے تشبیہ دی، وہ حضور ﷺ کو صراحۃً گالی دینے والا ہے، اسے قتل کر دیا جائے۔ ہم اس حکم میں قطعاً کوئی استثناء نہیں کرتے۔ نہ ہم اس میں کوئی شک کرتے ہیں۔ خواہ صراحۃً توہین ہو یا اشارۃً کنایۃً۔۔۔۔ اور یہ سب علماء اور اہل فتویٰ کا اجماع ہے۔ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک۔

(٦) والحاصل انه لا شك ولا شبهة فى كفر شاتم النبى صلى الله عليه وسلم و فى استباحة قتله و هو المنقول عن الائمة الاربعة۔(١٥)

خلاصہ یہ ہے کہ کو گالی دینے والے کے کفر اور اس کے مستحق قتل ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ چاروں آئمہ (ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل) سے یہی منقول ہے۔

(٧) كل من ابغض رسول الله صلى الله عليه وسلم بقلبه كان مرتدا فالساب بطريق اولى ثم يقتل حدا عندنا۔ (١٦)

جو شخص رسول اللہ ﷺ سے اپنے دل میں بغض رکھے وہ مرتد ہے۔ آپ ﷺ کو گالی دینے والا تو بطریق اولیٰ مستحق گردن زدنی ہے۔ پھر (مخفی نہ رہے کہ) یہ قتل ہمارے نزدیک بطور حد ہوگا۔

(٨) ايما رجل مسلم سب رسول الله صلى الله عليه وسلم او كذبه او عابه او نقصه فقد كفر بالله و بانت منه زوجته۔(١٧)

جو مسلمان رسول اللہ ﷺ کو گالی دے یا تکذیب کرے یا عیب

لگائے یا آپ کی تنقیص شان کا (کسی اور طرح سے) مرتکب ہو، تو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس کی زوجہ اس کے نکاح سے نکل گئی۔

(٩) اذا عاب الرجل النبى صلى الله عليه وسلم فى شىء كان كافرا و كذا قال بعض العماء لو قال لشعر النبى صلى الله عليه وسلم شعير فقد كفر وعن ابى حفص الكبير من عاب النبى صلى الله عليه وسلم بشعرة من شعراته الكريمة فقد كفر و ذكر فى الاصل ان شتم النبى كفر۔(١٨)

کسی شے میں حضور ﷺ پر عیب لگانے والا کافر ہے اور اسی طرح بعض علماء نے فرمایا، اگر کوئی حضور ﷺ کے بال مبارک کو شعر کے بجائے (بصیغہ تصغیر) شعیر کہہ دے تو وہ کافر ہو جائے گا۔ امام ابوحفص الکبیر (حنفی) سے منقول ہے کہ اگر کسی نے حضور ﷺ کے کسی ایک بال مبارک کی طرف بھی عیب منسوب کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور امام محمد نے "مبسوط" میں فرمایا کہ نبی ﷺ کو گالی دینا کفر ہے۔

(١٠) ولاخلاف بين المسلمين ان من قصد النبى صلى الله عليه وسلم بذلك فهو ممن ينتحل الاسلام انه مرتد يستحق القتل۔(١٩)

کسی مسلمان کو اس میں اختلاف نہیں کہ جس شخص نے آپ ﷺ کی اہانت و ایذا رسانی کا قصد کیا اور وہ مسلمان کہلاتا ہے تو وہ مرتد مستحق

قتل ہے۔

چند اہم امور کی وضاحت:

یہاں تک ہمارے بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کتاب وسنت، اجماع امت اور اقوال علمائے دین کے مطابق گستاخِ رسول کی سزا یہی ہے کہ وہ حداً قتل کیا جائے۔ اس کے بعد حسب ذیل امور کی وضاحت بھی ضروری ہے۔

(۱) بارگاہِ نبوت کی توہین و تنقیص کو موجب حد جرم قرار دینے کے لئے یہ شرط صحیح نہیں کہ گستاخی کرنے والے نے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنے کی غرض سے گستاخی کی ہو۔ یہ شرط ہر گستاخِ نبوت کے تحفظ کے مترادف ہوگی اور توہین رسالت کا دروازہ کھل جائے گا۔ ہر گستاخِ نبوت اپنے جرم کی سزا سے بچنے کے لئے یہ کہہ کر چھوٹ جائے گا کہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مشتعل کرنا میری غرض نہ تھی۔ علاوہ ازیں یہ شرط کتاب اللہ کے بھی منافی ہے۔ سورہ توبہ کی آیت ہم لکھ چکے ہیں کہ توہین کرنے والے منافقوں کا یہ عذر کہ "ہم تو آپس میں صرف دل لگی کرتے تھے، ہماری غرض توہین نہ تھی اور نہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات مشتعل کرنا ہمارا مقصد تھا"۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عذر کو مسترد کر دیا اور واضح طور پر فرمایا:

لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم۔(۲۰)

بہانے نہ بناؤ، ایمان لانے کے بعد تم نے کفر کیا۔

(۲) صریح توہین میں نیت کا اعتبار نہیں۔ "راعنا" کہنے کی ممانعت کے بعد اگر کوئی نیت توہین کے بغیر حضور ﷺ کو راعنا کہتا تو وہ "واسمعوا وللکافرین عذاب الیم" کی قرآنی وعید کا مستحق قرار پاتا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ نیت توہین کے بغیر بھی حضور ﷺ کی شان میں توہین کا کلمہ کہنا کفر ہے۔

امام شہاب الدین خفاجی حنفی ارقام فرماتے ہیں:

المدار فی الحکم بالکفر علی الظواهر ولا نظر للمقصود والنیات ولا نظر لقرائن حاله۔(۲۱)

توہین رسالت پر حکم کفر کا مدار ظاہر الفاظ پر ہے۔ توہین کرنے والے کے قصد و نیت اور اس کے قرائن حال کو نہیں دیکھا جائے گا ورنہ توہین رسالت کا دروازہ کبھی بند نہ ہو سکے گا لہٰذا ہر گستاخِ نبوت کی نیت اور قصد کا اعتبار نہ کیا جائے۔

(۳) یہاں اس شبہ کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ اگر کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کی ہوں اور اسلام کی صرف ایک وجہ کا احتمال ہو تو فقہاء کا قول ہے کہ کفر کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ اس کا ازالہ یہ ہے کہ فقہاء کا یہ قول اس تقدیر پر ہے کہ کسی مسلمان کے کلام میں ننانوے وجوہ کفر کا صرف احتمال ہو، کفر صریح نہ ہو لیکن جو کلام مفہوم توہین میں صریح ہو اس میں کسی وجہ کو ملحوظ رکھ کر تاویل کرنا جائز نہیں۔ اس لئے کہ لفظ صریح میں تاویل نہیں ہو سکتی۔ قاضی عیاض نے لکھا:

قال حبیب ابن الربیع لان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل

یعنی حبیب بن ربیع نے فرمایا کہ لفظ صریح میں تاویل کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا۔(۲۲)

کسی کلام کا توہین صریح ہونا عرف اور محاورے پر مبنی ہے۔ معذرت کے ساتھ بطور مثال عرض کرتا ہوں کہ اگر کسی کو ولد الحرام کہا جائے اور کہنے والا لفظ "حرام" کی تاویل کرے اور کہے کہ میں نے "المسجد الحرام" اور "بیت الحرام" کی طرح معظم و محترم کے معنی میں یہ لفظ بولا ہے تو اس کی یہ تاویل کسی ذی فہم کے نزدیک قابل قبول نہ ہوگی کیونکہ عرف و محاورے میں "ولد الحرام" کا لفظ گالی اور توہین ہی کے لئے بولا جاتا ہے۔ اسی طرح

ہر وہ کلام جس سے عرف ومحاورے میں توہین کے معانی مفہوم ہوتے ہیں، توہین ہی قرار پائے گا۔ خواہ اس میں ہزار تاویلیں ہی کیوں نہ کی جائیں عرف اور محاورے کے خلاف تاویل معتبر نہ ہوگی۔

(۴) یہاں اس شبہ کو دور کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر توہین رسالت کی سزا حد قتل کرنا ہے تو کئی منافقین نے حضور ﷺ کی صریح توہین کی۔ بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ حضور ﷺ ہمیں اجازت دیں کہ اس گستاخ منافق کو قتل کر دیں لیکن حضور ﷺ نے اجازت نہ دی۔ ابن تیمیہ نے اس کی متعدد وجوہات لکھی ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

(الف) اس وقت ان لوگوں پر حد قائم کرنا فساد عظیم کا موجب تھا۔ ان کے کلمات توہین پر صبر کرنا اس فساد کی نسبت آسان تھا۔

(ب) منافقین اعلانیہ توہین رسالت نہ کرتے تھے بلکہ آپس میں چھپ کر حضور ﷺ کے حق میں توہین آمیز باتیں کیا کرتے تھے۔

(ج) منافقین کے ارتکاب توہین کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ سے ان کے قتل کی اجازت طلب کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہ کرام جانتے تھے کہ توہین رسالت کی سزا قتل ہے۔ گستاخانِ شانِ رسالت ابو رافع یہودی اور کعب بن اشرف کو قتل کرنے کا حکم رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو دیا تھا۔ اس حکم کی بناء پر صحابہ کرام کو علم تھا کہ حضور ﷺ کی شان میں توہین کرنے والا قتل کا مستحق ہے۔

(د) رسول اللہ ﷺ کے لئے جائز تھا کہ وہ اپنے گستاخ کو اپنی حیات میں معاف فرما دیں لیکن امت کے لئے جائز نہیں کہ وہ حضور ﷺ کے گستاخ کو معاف کر دے (۲۳)

اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام، اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بجالائے کہ "آپ معافی کو

اختیار فرمائیں اور جاہلوں سے منہ پھیر لیں اور نیکی کا حکم دیں"۔ (۲۴)

میں عرض کروں گا کہ گستاخِ رسول پر قتل کی حد جاری کرنا ایسی حد ہے جو رسول اللہ ﷺ کا اپنا حق ہے۔ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی توہین حضور ﷺ کی امت کے لئے بھی سخت ترین اذیت کا موجب ہے۔ اسی طرح اس حد کو پوری امت کا حق بھی کہا جا سکتا ہے لیکن بلاواسطہ نہیں بلکہ بواسطہ ذاتِ اقدس ﷺ کے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور ﷺ کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اپنا یہ حق کسی کو خود معاف فرما دیں۔ جیسا کہ بعض دیگر احکام شرع کے متعلق دلیل سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان احکام میں حضور ﷺ کو اختیار عطا فرمایا۔ مثلاً:

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ کو بکری کے ایک بچے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

ولن تجزی عن احد بعد ک (۲۵)

کہ یہ قربانی تمہارے علاوہ کسی دوسرے پر ہرگز جائز نہیں۔

☆ اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور ﷺ نے حرم مکہ کی گھاس کاٹنے کو حرام قرار دیا تو حضرت عباس نے عرض کی: "الا الاذخر" یعنی اذخر گھاس کو حرمت کے اس حکم سے مستثنیٰ فرما دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "الا الاذخر" یعنی اذخر کو حرمت کے حکم سے ہم نے مستثنیٰ فرما دیا۔ (۲۶)

اس حدیث کے تحت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور نواب صدیق حسن خان پھوپالی تحریر فرماتے ہیں کہ "و در مذہب بعضے آں است کہ احکام مفوض بود بوے صلی اللہ علیہ وسلم ہر چہ خواہد و بر ہر کہ خواہد حلال و حرام گرداند و بعضے گویند بااجتہاد گفت۔ و اول اصح اظہر است"۔ (۲۷) یعنی بعض کا مذہب یہ ہے کہ احکام شرعیہ حضور ﷺ کے سپرد کر

دیئے گئے تھے جس کے لئے جو کچھ چاہیں حلال اور حرام فرما دیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ اجتہاد کے طور پر فرمایا تھا اور پہلا مذہب زیادہ صحیح اور اظہر ہے۔

ان احادیث کی روشنی میں حضور ﷺ کو یہ اختیار حاصل ہو سکتا ہے کہ کسی حکمت و مصلحت کے لئے آپ ﷺ ان منافقین پر قتل کی حد جاری نہ فرمائیں لیکن حضور ﷺ کے بعد کسی کو یہ اختیار نہیں۔

آخر میں عرض کروں گا کہ توہین رسالت کی حد اسی پر جاری ہو سکے گی جس کا یہ جرم قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو جائے۔ اس کے بغیر کسی کو اس جرم کا مرتکب قرار دے کر قتل کرنا ہرگز جائز نہیں۔ تواتر بھی دلیل قطعی ہے۔ اگر کوئی شخص توہین کے کلماتِ صریحہ بول کر یا لکھ کر اس بات کا اعتراف کرے کہ یہ کلمات میں نے بولے یا میں نے لکھے ہیں تو یقیناً وہ واجب القتل ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی بہانے بنائے اور کہتا پھرے کہ میری نیت توہین کی نہ تھی۔ یا ان کلمات سے میری غرض یہ نہ تھی کہ میں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچاؤں۔ بہر حال وہ مستحق قتل ہے۔

علیٰ ہذا وہ لوگ جو کہ توہین صریح کی تاویل کر کے اس کے مرتکب کو کفر سے بچانا چاہیں بالکل اسی طرح قتل کے مستحق ہیں جیسا کہ خود توہین کرنے والا مستوجب حد ہے۔ شاتم رسول کے حق میں محمد بن سحنون کا قول ہم شفاء قاضی عیاض اور الصارم المسلول سے نقل کر چکے ہیں کہ:

ومن شك فی کفرہ و عذابه کفر (۲۸)

حوالہ جات:

(۱)سورہ الانفال : ۱۳.........(۲)مدارک التنزیل: ۲/ ۷۴ ؛ تفسیر خازن : ۲/ ۱۷۴...... (۳)سورہ توبہ : ۶۶،۶۵.........(۴)سورہ فتح : ۱۶.........(۵)روح

المعانی :۲۶/ ۹۳ ؛ البحر المحیط :۸/ ۱۳۳.........(۶) صحیح بخاری : ۲/ ۱۰۱۲ ؛ سنن ابی داوٗد: ۲/ ۱۳۸.......... (۷) صحیح بخاری : ۲/ ۱۰۲۳ سنن بی داوٗد: ۲/ ۱۳۸.........(۸) صحیح بخاری: ۱/ ۲۴۹.........(۹) فتح الباری: ۸/ ۱۳.........(۱۰)الشفاء: ۲/ ۱۹۰ ...... (۱۱)الصارم المسلول، ص: ۷ ؛ الشفاء : ۲/ ۱۹۰......(۱۲)الشفاء : ۲/ ۱۸۶.........(۱۳)الشفاء: ۲/ ۱۸۹...... (۱۴)الشفاء : ۲/ ۱۸۸.........(۱۵)فتاویٰ شامی : ۳/ ۳۲۱......... (۱۶)فتح القدیر: ۵/ ۳۳۲.........(۱۷)فتاویٰ شامی : ۳/ ۳۱۹......... (۱۸)فتاویٰ قاضی خان : ۴/ ۴۶۸...... (۱۹)الاحکام القرآن للجصاص: ۳/ ۱۰۶......(۲۰)سورہ توبہ : ۶۶.........(۲۱)نسیم الریاض : ۴/ ۳۸۹...... (۲۲)الشفاء : ۲/ ۱۹۱...... (۲۳)الصارم المسلول : ۲۲۲ تا ۲۳۳.........(۲۴)سورہ اعراف : ۱۹۹...... (۲۵) صحیح بخاری : ۲/ ۷۳۲.........(۲۶) صحیح بخاری ۱/ ۲۱۶.........(۲۷)اشعۃ اللمعات : ۲/ ۴۰۸ ؛ مسک الختام : ۲/ ۵۱۲.........(۲۸)الشفاء : ۲/ ۱۹۰ ؛ الصارم المسلول، ص: ۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کی نفسیاتی تحلیل

ڈاکٹر حمید اللہ

نفسیاتی تحلیل ایک نیا علم ہے۔ جس میں اس کا تو ذکر نہیں ہوتا کہ بیج سے کس طرح درخت نکل کر پھلتا پھولتا ہے، بلکہ اس کے برعکس کسی تناور اور بارآور درخت کو دیکھ کر یہ پتہ چلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ وہ کہاں سے آیا ہوگا۔ دوسرے الفاظ میں انسان کی کسی روش، کسی خلاف توقع طرز عمل کے اسباب معلوم کرنے کی سعی ہوتی ہے، خاص کر وہ اسباب جن کو شاید متعلقہ شخص خود بھی بھول چکا ہوتا ہے۔ کم از کم اسے اس کا احساس نہیں ہوتا کہ اس کے اعمال کا باعث وہ واقعہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس تحقیق میں جو معلوم سے نامعلوم کی طرف جاننے پر مشتمل ہوتی ہے، بہت کچھ مفروضات سے کام لینا پڑتا ہے اور نتیجے میں ریاضیاتی صحت ہو نہیں سکتی، لیکن اس کی اہمیت اور اس پر اعتماد اب اتنا بڑھ گیا ہے کہ شاید ہی کوئی بڑا طبیب ہوگا جو اب تشخیص میں اس سے مدد نہ لیتا ہو۔ مجھے اس علم سے کوئی خصوصی واقفیت نہیں۔ حال میں قرآن مجید کا فرانسیسی ترجمہ نیز سیرت

النبی ﷺ پر فرانسیسی دو جلدوں میں ایک تالیف مرتب اور شائع کرنے کا موقع ملا بعض کردار بے اختیار اپنی طرف منعطف کراتے رہے اور سوچنا پڑا کہ یہ کیا ابوالعجی ہے؟ کچھ چیزیں معلوم ہوئیں۔ شاید وہی ان "خار دار درختوں" کے بیج ہوں۔ یہاں اُن کا ذکر کرتا ہوں۔ ماہرین نفسیات ان سے مستفید ہو کر اوروں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

بادشاہت تلاش کرنے والے کسی شخص کے لئے قدم قدم پر دشمنوں سے سابقہ ایک سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ وہ کیوں بادشاہ بنے، میں کیوں نہیں؟ حسد فطری چیز ہے۔ اور انسان جتنا زیادہ فطری یعنی حیوانی اساس سے قریب ہوگا اتنا ہی وہ اس برائی پر قابو کم پاسکے گا لیکن کسی نبی، کسی مصلح سے دشمنی کا سبب اتنا آسان نہیں کیونکہ وہ نہ کوئی مالی معاوضہ چاہتا ہے اور نہ اپنی بڑائی اور سرداری جتاتا ہے۔ وہ تو بے غرضانہ دوسروں کی بھلائی کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھتا ہے۔ انبیاء سلف پر بھی وہی گزرا ہوگا جو نبی عربی ﷺ پر شدت کے ساتھ گزرا ہے۔ فی الحال رسول اکرم ﷺ کے بعض ہم عصر دشمنوں کا مطالعہ کرنا مقصود ہے۔

ابولہب:

یہ آنحضرت ﷺ کا حقیقی چچا ہے۔ عرب میں ہم قبیلہ شخص کا ساتھ دینے میں ظالم ومظلوم کا بھی امتیاز نہ کیا جاتا تھا۔ پیغمبر اسلام ﷺ اپنی مرنجان مرنج طبیعت، بزرگوں کے ادب، چھوٹوں پر رحم، محتاجوں سے حسن وسلوک کے لئے بچپن میں امتیاز رکھتے تھے، پھر ان میں کیوں نہ بنی؟ عمومی تبلیغ سے بھی قبل جب آنحضرت ﷺ نے صرف اپنی قریبی رشتہ داروں کو جمع فرمایا اور

وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (سورہ الشعراء، آیت: 214)

سے اپنی ربانی مہم کا آغاز کیا تو واحد شخص جس نے مخالفت کی اور کھنڈت ڈالی

وہ یہی ابولہب تھا۔ اس کی دشمنی مرتے دم تک باقی رہی بلکہ روز افزوں ہی ہوتی چلی گئی۔ کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

شاید ذیل کا واقعہ جو انساب الاشراف للبلاذری مطبوعہ قاہرہ 1959ء جلد اول صفحہ 130 تا 131 میں درج ہے اس پر کچھ روشنی ڈالے۔

ایک دن ابولہب اور ابوطالب میں کسی سلسلے میں بات بڑھ گئی۔ ابوطالب کو پچھاڑ کر ابولہب سینے پر چڑھ بیٹھا اور طمانچے مارنے لگا۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ دیکھا تو رک نہ سکے اور ابولہب کو پہلوؤں سے پکڑ کر زمین پر گرا دیا۔ اب ابوطالب نے اس کے سینے پر بیٹھ کر طمانچے لگانے شروع کئے۔ اس پر ابولہب نے آنحضرت ﷺ سے کہا:

”وہ تیرا چچا ہے تو میں بھی تیرا چچا ہوں۔ تو نے میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟ اللہ کی قسم میرا دل تجھ سے کبھی محبت نہ کرے گا۔“

ابوجہل:

اس کا اصلی نام ابوالحکم عمرو تھا۔ یہ مکے کے ایک ممتاز گھرانے کا فرد تھا۔ وہاں بلدیہ (دارالندوہ) میں ہر شہری چالیس سال کی عمر میں رکن بن سکتا تھا۔ لیکن ”لجودرایہ“ (اپنی عمدہ رائے اور معاملہ فہمی کے باعث) اسے تیس سال ہی کی عمر میں رکن بنا لیا گیا تھا۔ (دیکھو الاشتقاق لابن درید، صفحہ 7) درج ذیل واقعہ قابل ذکر ہے۔

یہ واقعہ ابن ہشام (سیرت رسول اللہ ﷺ صفحہ 257) اور بلاذری (انساب الاشراف جلد اول، صفحہ 128 تا 129) میں بیان کیا گیا ہے۔

”یمن کے قبیلہ اراش (یا اراشتہ) کا ایک فرد کچھ اونٹ لایا کہ مکے میں بیچے۔ ابوجہل نے خریدا مگر قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول

کی۔ اس پر تاجر نے قریب کی ایک مجلس میں پہنچ کر کہا کہ میں ایک مسافر ہوں، ابوالحکم (ابوجہل) نے مجھ سے اونٹ تو مول لئے مگر راقم ادا نہیں کرتا۔ اس لئے میں رکا ہوا ہوں۔ یہ مجھ پر بار گزر رہا ہے۔ کیا کوئی اس سے میرا حق دلائے گا؟ قریش نے ٹھٹھول کرتے ہوئے اسے کہا: دیکھو وہ شخص جو کونے میں بیٹھا ہے (یعنی آنحضرت ﷺ) اس کے پاس جاؤ، وہ تمہارا حق دلائے گا۔ جب اس نے حضور ﷺ کو اپنا دکھڑا سنایا تو آپ ﷺ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور ابوجہل کے گھر جا کر دروازے پر دستک دی۔ اس نے اندر سے پوچھا: کون؟

آنحضرت ﷺ نے نام بتایا اور کہا: باہر آؤ۔

آنے پر آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ”اس کا حق فوراً ادا کرو، ادائی تک میں یہاں سے نہیں ٹلوں گا۔“ اس نے فوراً رقم ادا کر دی۔

اراشی تاجر نے قریش کی مجلس میں آ کر کہا: خدا محمد ﷺ کا بھلا کرے، کس آسانی سے اس نے میرا حق دلا دیا۔ پھر وہ چلا گیا۔ بعد ازاں جب ابوجہل وہاں آیا تو لوگوں نے حیرت سے کہا: ہم نے تو محمد ﷺ سے مذاق کرنا چاہا تھا۔ ابوجہل نے کہا چھوڑو بھی، جیسے ہی اس نے دستک دی۔ میرا دل دہل گیا۔ باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ محمد ﷺ کے ساتھ خوفناک ڈیل ڈول کا ایک سانڈ اونٹ منہ پھاڑے کھڑا ہے۔ اگر میں ذرا بھی انکار کرتا تو مجھے نوالا بنا لیتا۔ اس لئے میں نے رقم ادا کر دی۔“

ابو عامر راہب:

مدینہ کے قبیلہ اوس کا فرد تھا۔ اس کے فرزند حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ مسلمان ہو گئے تھے۔ اور نوجوانی میں شب زفاف میں بیوی کو چھوڑ کر فوج میں آشامل ہوئے اور صبح کہ غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ باپ مشرکین کی صف میں تھا۔ جنگ تھمی تو بیٹے کی لاش پر کھڑے ہو کر کہا: اسی لئے تو میں تجھے اس شخص (آنحضرت ﷺ) سے روکا کرتا اور اس طرح مار پڑھنے سے ڈرایا کرتا تھا۔ خدا کی قسم تو شریف اخلاق کا مالک اور والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کیا کرتا تھا۔ (بلاذری، انساب الاشراف، جلد اول صفحہ 329)

بچوں کا اچھا کردار والدین کی اچھی تربیت کا نتیجہ ہوتا ہے اور خاص کر آزادی رائے وہی پیدا کر سکتے ہیں جو خود بھی عمدہ کردار کے مالک ہوں سو گمان کرنا پڑتا ہے کہ خود ابو عامر بھی بھلا مانس ہی رہا ہوگا۔ یہ جویائے حق بھی تھا۔ مشرک گھرانے میں پیدا ہونے کے باوجود (بلاذری، ایضاً صفحہ 281 کے مطابق) اہل کتاب سے مناظرے کرتا اور عیسائی راہبوں کی طرف بہت مائل تھا اور اکثر شام و فلسطین جا کر ان سے ملتا، پھر آپ ﷺ سے اس کی کیوں نہ نبھی؟ اور راہب ہونے کے باوجود کیوں آنحضرت ﷺ کے خلاف تلوار کھینچ کر جنگ میں عملی حصہ لیتا رہا؟ اور کیوں مرتے دم تک یہ مخالفت جاری رہی؟

مؤرخ الہیشم بن عدی نے (جسے بلاذری نے صفحہ 282 پر نقل کیا ہے) لکھا ہے ابو عامر چاہتا تھا کہ خود نبوت کا دعویٰ کرے مگر آنحضرت ﷺ کی دعوت شروع ہوئی اور ترقی کر گئی تو ابو عامر کو حسد ہو گیا۔ اب ہشام (سیرت رسول اللہ ﷺ، صفحہ 411 تا 412) نے اس کی مزید تفصیل دی ہے۔ جب آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ابو عامر مکہ بھاگنے سے قبل آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دونوں میں یوں گفتگو

ہوئی۔

ابو عامر: یہ تو کیا دین لایا ہے؟

آپ ﷺ: حنفیت، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین۔

ابو عامر: "یہی تو میرا دین ہے"

آپ ﷺ: "نہیں یہ تیرا دین کہاں؟"

ابو عامر: اصل میں تو نے ہی اس میں وہ چیزیں داخل کی ہیں جو اس میں نہ تھیں۔

آپ ﷺ: ہرگز نہیں، بلکہ میں تو اسے میل کچیل سے صاف کر کے نکھار لایا ہوں۔

ابو عامر: خدا جھوٹے کو وطن سے دور تنہائی کی موت مارے۔

آپ ﷺ: ضرور، خدا جھوٹے کے ساتھ ایسا ہی کرے گا۔

کازادنووا کی فرانسیسی تالیف ("محمد ﷺ اور اختتام کائنات" صفحہ 28) کے مطابق عیسائیوں کے ہاں یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ کے بعد پانچ سو برس ختم ہوں تو مسیح آئے گا۔ (جس کا ذکر انجیل یوحنا، باب اول آیت 19 تا 28 میں بھی ہے۔) آنحضرت ﷺ کی بعثت 610 میں ہوئی۔ ان حالات میں الہیشم بن عدی کے بیان پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

عبداللہ بن ابی بن سلول:

مدینے کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتا تھا۔ وہاں کئی نسلوں سے اوس و خزرج رشتہ دار قبیلوں میں خانہ جنگیاں چلی آ رہی تھی، ابن ہشام (سیرت رسول اللہ ﷺ، صفحہ 411) نے لکھا ہے کہ:

"اوس وخزرج نے عبداللہ بن ابی سے نہ پہلے اور نہ بعد کبھی کسی مشترکہ فرد کی اطاعت پر اتفاق کیا، بجز عبداللہ بن ابی کے۔ مگر تاریخ اسلام میں اسے "رئیس المنافقین" لقب دیا گیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت و بہتان کا آغاز بھی اسی سے ہوا تھا۔ ساری زندگی اس نے مسلمانوں میں اندرونی فتنہ برپا کرنے میں صرف کی۔ وجہ؟"

صحیح بخاری (کتاب 79، باب 20) تفسیر طبری (سورہ 63، آیت 8)، تاریخ طبری (سلسلہ اول صفحہ 1511) سیرت ابن ہشام (صفحہ 413۔ 727) روض الانف للسیلی (جلد دوم صفحہ 51) بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ہجرت فرما کر مدینہ آنے سے عین قبل یہ طے کیا گیا تھا کہ عبداللہ بن ابی کو اوس خزرج کا مشترکہ بادشاہ بنایا جائے اور تخت نشینی کے لئے تاج بنانے کا کام زرگروں اور جوہریوں کے سپرد بھی کر دیا گیا تھا۔ پھر جب مدینے والے مسلمان ہو گئے تو پرانی تجویز منسوخ ہو گئی۔

کعب بن الاشرف:

مدینہ کے یہودیوں قبیلہ بن العفیر کا سردار تھا۔ ابن ہشام (سیرت رسول اللہ ﷺ، صفحہ 522) نے لکھا ہے کہ جس دن اسے قتل کیا گیا وہ تازہ بیاہا ہوا تھا۔ "دوستوں" نے رات کو گھر پہنچ کر آواز دی تو جلدی میں کپڑے پہننے کے بجائے لحاف ہی میں اپنے کو لپیٹ کر نیچے اترا۔ بیوی نے کہا مجھے اس آواز میں شر بھرا ہوا نظر آتا ہے۔ جواب دیا:

۔لو یدعیٰ الفتی الصعنته لا جاب

"جواں مرد کو نیزہ بھونکنے کے لئے بلائیں تو وہ انکار نہیں کرتا۔"

ابن ہشام (سیرت رسول اللہ ﷺ، صفحہ 351) ہی کے مطابق اس کا باپ

شمالی عرب کے قبیلہ طے کی شاخ بنہان کا فرد تھا اور ماں بنی النفیر کی۔ اس طرح نیم غیر ملکی ہونے کی باوجود قوم کا سردار خاص کر حاکم عدالت بننا اعلیٰ ذہنی قابلیتوں کے بغیر ممکن نہیں۔ بگاڑ کی وجہ؟

مقاتل (فوت 150) مشہور مفسر (مخطوطہ کتب خانہ حمیدیہ، استنبول، صفحہ 196، الف سورۃ 5، آیت 44) میں لکھا ہے کہ مدینے میں بنی النفیر بڑی ذات کے اور بنی قینقاع نیچ ذات کے یہودی سمجھے جاتے تھے اور اگر کوئی نفیری کسی قینقاع کو قتل کرتا تو اس کے لئے آدھا خون بہا دیا کرتا۔ جب آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مدینے آئے اور ایک قتل کا مقدمہ پیش ہوا تو آپ ﷺ نے حکم صادر فرمایا کہ نفیری قاتل قینقاعی مقتول کا سالم خون بہا ادا کرے۔ اس پر نفیرہ سردار کعب بن الاشرف چیخنے لگا۔

"ہم تیرا فیصلہ نہیں مانتے اور نہ تیرا حکم تسلیم کرتے ہیں۔ ہم تو اپنے پرانے رسم و رواج پر عمل کریں گے۔"

یہ ہیں وہ چند واقعات جن سے دشمنان رسول کی نفسیات کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

عہد صحابہ میں گستاخِ رسول کی سزا

علامہ سید امتیاز حسین شاہ کاظمی ضیائی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک میں بھی گستاخِ رسول کی سزا قتل مقرر تھی۔ جس کی وضاحت ذیل میں تحریر کی جا رہی ہے۔ قارئین کرام سے التماس ہے کہ توجہ سے ان دلائل باہرہ کا مطالعہ فرمائیں اور امام الانبیاء جانِ کائنات ﷺ کی ذاتِ بابرکات کے ساتھ اپنی غلامی کی نسبت کو مزید مستحکم کریں۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

عہد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور گستاخِ رسول کی سزا:

عہد صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ عشق رسول اللہ ﷺ کی عظیم دولت میں امت رسول کے سالار قافلہ اور امام العاشقین ہیں توہین رسالت کے بارے میں درج ذیل واقعہ سے ان کی ژرف نگاہی، حلم وتدبر اور اعلیٰ قوت فیصلہ کا اندازہ ہوتا ہے جس میں ان کی ذاتی دشمنی، اشتعال انگیزی اور غم وغصہ کا کوئی دخل نہ تھا واقعہ کچھ یوں ہے۔

حضرت ابوبرزہ اسلمیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے، اسی دوران آپ نے ایک شخص پر اس کے گستاخانہ اور توہین آمیز

کلام کے باعث شدید غیض وغضب کا اظہار کیا حتیٰ کہ آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا جب میں نے یہ حالت دیکھی تو عرض کیا:

فقلت تاذن لی یا خلیفۃ رسول اللہ اضرب عنقہ

(ابوداؤد شریف جلد 2 صفحہ 252)

"اے خلیفہ رسول مجھے اجازت دیں میں اس گستاخ کی گردن اڑا دوں۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کر خاموشی سے کمرے میں چلے گئے تھوڑی دیر بعد مجھے اندر بلا کر فرمایا کہ "ابوبرزہ کیا میں تمہیں اجازت دیتا تو تم واقعی اسے مار دیتے؟ میں نے عرض کی یقیناً میں اس کو زندہ نہ چھوڑتا۔"

اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قال لا واللہ ما کانت لبشر بعد محمد ﷺ

(ابوداؤد شریف جلد 2 صفحہ 252)

نہیں حضور ﷺ کے بعد کسی بھی فرد بشر کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔
(کہ اس کے گستاخ کو قتل کر دیا جائے)۔

فائدہ:

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارشاد مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی قسم یہ مرتبہ محمد الرسول ﷺ کے بعد کسی اور شخص کو حاصل نہیں کہ اس کی گستاخی کرنے والے کو قتل کر دیا جائے خواہ وہ خلیفہ وقت ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بطور اسلامی ریاست کے حاکم (Head of the Islamic State) کی حیثیت سے اسلامی

ریاست و مملکت کے قانون کو بیان کر دیا کہ گستاخ رسول کی سزا قتل ہی ہے جب بھی وہ توہین رسالت کا مرتکب ہو اسے قتل کر دینا ضروری ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گستاخِ رسول عورت کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا:

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ والی یمن حضرت مہاجر بن امیہ کے متعلق خبر ملی کہ یمن میں ایک عورت تھی جو جانِ کائنات ﷺ کی بارگاہ میں گستاخانہ اشعار کہہ کر توہین کا ارتکاب کرتی تھی۔ اس پر حضرت مہاجر بن امیہ رضی اللہ عنہ نے اس بد بخت عورت کے ہاتھ کٹوا دیئے اور اس کے اگلے دانت بھی توڑ دیئے گئے۔

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ خبر پا کر ارشاد فرمایا کہ اس کی سزا جو تم نے دی ہے یہ نہیں بلکہ اس گستاخ عورت کی سزا "قتل" ہے کیونکہ انبیاء کرام کی گستاخی کی حد دوسرے لوگوں کی گستاخی کی حدود کے مشابہ نہیں ہوتی۔

(الشفاء صفحہ 222، الصارم المسلول صفحہ 196)

عہد فاروقی رضی اللہ عنہ میں گستاخِ رسول کی سزا:

حضرت عمر فاروق عہد رسالت مآب ﷺ میں ہی گستاخِ رسول کو سزائے موت دے کر بارگاہِ الٰہی سے "فاروق" کے لقب سے سرفراز ہو چکے تھے۔ ابن وہب نے حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ایک راہب نے حضور ﷺ کی شانِ رفیع میں دشنام طرازی کی جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو ان لوگوں سے فرمایا جنہوں نے یہ واقعہ سنایا تھا:

"تم نے اسے قتل کیوں نہیں کیا اگر میں وہاں ہوتا تو اسے ہرگز زندہ نہ چھوڑتا۔"

(الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول صفحہ 61)

توہین کی نیت سے "عبس و تولیٰ" پڑھنے والے امام کا قتل:

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہر ایک منافق کا یہ معمول تھا کہ وہ ہر نماز میں سورۃ "عبس" پڑھتا اور دل میں یہ مراد لیتا کہ یہ وہ سورت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضور کو تنبیہہ فرمائی ہے۔ چنانچہ یہ بات حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچی کہ منافقین میں سے ایک شخص اپنی قوم کی امامت کراتا ہے۔ اور وہ ہر باجماعت نماز میں سورۃ "عبس و تولیٰ" ہی پڑھتا ہے آپ نے اسے (بغیر تحقیق مزید کے) بلا بھیجا اور جب وہ آیا تو اس کا سر قلم کر دیا۔ (تفسیر روح البیان جلد 10 صفحہ 331)

الحاصل:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس شخص کے عمل سے یہ بات از خود محقق ہو گئی اور آپ کو یقین کامل ہو گیا کہ اس سورت کو مداوت کے ساتھ پڑھنے کا سبب وعلت بے ادبی و گستاخی رسول ﷺ ہے علاوہ ازیں کچھ اور علامات بھی گستاخوں کی آپ کے پیش نظر تھیں۔ آپ نے اس کی نیت کی جانچ پڑتال کئے بغیر اور تفصیلات میں جائے بغیر اس مردود کو واصل جہنم کر دیا۔ گستاخوں کے ساتھ ہر دور میں یہی سلوک ہونا چاہئے۔ قربان جائیں غیرتِ فاروقی پر۔

کوئی گستاخ گھر آئے نہ سر اس کا نظر آئے
بڑی محبوب ہے ہم کو ادا فاروقِ اعظم کی

رسول اللہ ﷺ کو گالی دینے والے ملعون کا فیصلہ شمشیرِ فاروقی سے:

حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ایسے شقی القلب آدمی کو لایا گیا جس نے امام الانبیاء ﷺ کی بارگاہ ناز میں گستاخانہ جرأت کا

ارتکاب کیا تھا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بلاتاخیر اس کو "واصل جہنم" کر دیا۔ پھر فرمایا آگاہ ہو جاؤ جو کوئی بھی اللہ جل شانہ اور میرے پیارے آقا ﷺ یا کسی بھی نبی کی گستاخی کرے اس کی سزا صرف اور صرف یہی ہے۔ (جواہر البحار جلد 3 صفحہ 240)

محترم قارئین! جذبہ فاروقی کو میں اس رُباعی میں ہی آپ کی نذر کرنا چاہتا ہوں۔

توہین رسالت کی سزا قتل ہے واجب
جو اس میں کرے شک وہ مسلمان نہیں ہے
جس میں نہ ہو سرکار پہ مر مٹنے کا جذبہ
اس شخص کا کامل ابھی ایمان نہیں ہے

دورِ حیدری پر ایک نظر:

مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ایسی مختلف احادیث کے راوی ہیں جن میں گستاخِ رسول کو مباح الدم قرار دے کر قتل کرنے کا ذکر آتا ہے جیسے یہودی عورت والی روایت جو مشکوٰۃ شریف کے حوالے سے ذکر کی جا چکی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر شاتم رسول کو سزا دینے یعنی قتل کرنے کے لیے حضور ﷺ کے حکم پر ہمراہ روانہ ہوئے تھے اور اس کو کیفر کردار تک پہنچایا تھا اور اپنے دورِ خلافت میں بھی شاتم رسول کے لئے سزائے موت کا حکم جاری فرما رکھا تھا۔ گستاخی و اہانت رسول کی بنا پہ خارجیوں کو بھی اپنے ہاتھوں سے قتل کر کے واصل جہنم کیا۔ جنگ نہروان اس کی واضح مثال ہے۔ جس میں آپ کے لشکر کے ہاتھوں ہزاروں خوارج گستاخانِ رسول واصل جہنم ہوئے۔ (شفاء شریف جلد ثانی صفحہ 240)

مولائے کائنات کا ایک فیصلہ کن فرمان:

امام عبدالرزاق ابن تیمی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نے فرمایا جو شخص حضور ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرے اسے قتل کیا جائے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد 5 صفحہ 307)

آپ کرم اللہ وجہہ الکریم سے واضح الفاظ میں یہ حدیث بھی مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کسی نبی کو گالی دی تو اسے قتل کر دو اور جس نے کسی میرے صحابی کو گالی دے تو اُسے کوڑے مارو۔ (الشفاء مترجم: جلد 2 صفحہ 239)

فقیہہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فیصلہ:

امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کوفہ میں چیف جسٹس تھے انہوں نے ایک شخص عبداللہ ابن النوامہ کو باوجود معافی طلب کرنے کے قتل کروا دیا لوگوں نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا اس نے نبی کریم ﷺ کے سامنے مسیلمہ کو اللہ کا رسول کہہ کر ایذا دیا تھا اس وجہ سے اس کی سزا ایک ہی ہے اور وہ ہے قتل۔ (طحاوی شریف جلد 2 باب اشباۃ المرتد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا گستاخِ رسول کے خلاف جذبہ ایمان:

آپ سے روایت ہے کہ ان کے پاس سے ایک عیسائی راہب گذرا جس کے بارے میں لوگوں نے کہا کہ یہ ملعون رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتا ہے اس پر حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے غصے میں آ کر دبدبے سے فرمایا اگر میں اس بدبخت سے پیارے کریم آقا ﷺ کی ذاتِ اقدس کے حوالے سے گستاخانہ کلمات سن لیتا تو میں بغیر توقف کے اس کی گردن اُڑا دیتا۔

(جواہر البحار جلد 3 صفحہ 242، تفسیر مظہری جلد 4 صفحہ 191)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کی غیرت ایمانی:

آپ رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو مخاطب کر کے للکارتے ہوئے فرمایا کہ اگر اب تم میں سے کسی نے بھی امام الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بارگاہ میں "راعنا" کا لفظ بولا تو میں اپنی اس تلوار سے تمہیں قتل کر دوں گا۔

(تفسیر صاوی، جلد 1 صفحہ 47۔تفسیر خازن جلد 1 صفحہ 73)

کائنات کے گستاخ

چودھری رفیق احمد باجواہ (ایڈووکیٹ)

جس شخص کی وہ حمد کرے جس کے سوا کسی کو حمد زیبا نہ ہو۔ جو انسانی تاریخ میں "محمد" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نام پانے والا پہلا ایسا بشر ہو، جس پر وہ وحی نازل ہوئی ہو کہ اگر کسی پہاڑ پر نازل ہوتی تو روئی کے گالوں کی طرح اڑ گیا ہوتا۔ نور اور سوز کو سمو لینے والا وہ جسم کہ مثل روشنی کے، اس کا بھی سایہ نہ ہو۔ جس نے خلاؤں تک کو یوں تسخیر کر دکھایا ہو کہ عرش سے عرش اور عرش سے فرش تک کے صدیوں کے فاصلے طے کر آئے اور ابھی بستر گرم ہوا اور کنڈی ہل رہی ہو۔ جس نے خالق و مخلوق کے درمیان فاصلوں کو یوں تسخیر کرنا سکھایا ہو کہ بندے اپنے اللہ سے صیغۂ حاضر متکلم میں مخاطب ہوں۔ جس نے "نھبطور" کے عمل کی فرقتوں کے کرب میں مبتلا انسانیت کو:

قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

اور:

نَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد

کے لطف سے آشنا کیا۔ جس نے تاریخِ کائنات میں پہلی مرتبہ "قانونِ رجعت" بیان کر کے کائنات کے مخفی "قانونِ عود" کو اس طرح واضح کیا ہو کہ حیاتِ دنیوی و آخروی

میں ایک مسلسل و مستقل ربطہ آشکار ہوگیا ہو۔ جس پر یہ رازِ کائنات واضح کیا گیا ہو کہ
شہادت سلامتی کا دوسرا نام ہے کہ جس انسانِ فانی کو اس کی دنیوی زندگی میں اللہ کی دید
میسر آجائے وہ اللہ کی راہ میں قتل بھی کر دیا جائے تو بھی نہیں مرتا، اور یوں زندہ رہتا ہے
جیسے روزِ حشر دیدارِ الٰہی کے بعد سب انسان غیر فانی ہو جائیں گے۔ وہ یٰسین جس نے
پیدائشی طور پر انسانی زندگی کی گیارہ منازل یوں تسخیر کرلیں کہ معصوم رہنما ساز گار ہوا۔

وجہِ نمودِ کائنات مگر مزمل، تختِ رسالت پر متمکن مگر دوش پر کملی۔ شاہ شاہاں مگر
سورۃ المدثر کا مدثر۔ جس کی انگلی اٹھے تو قمر شق ہو جائے۔ نگاہ اٹھے تو آمادۂ قتل عمر، فاروق
(رضی اللہ عنہ) بن جائے ایسا مصطفیٰ (ﷺ) جس نے مرتضیٰ تربیت کیے۔ وہ مرسل رسا کہ اُمتی
آج بھی دورانِ صلوٰۃ اس سے صیغہ حاضر میں کلام کرتے ہیں۔ وہ انسان کامل کہ خود خالق
جس کی تکمیل کا ثنا خواں ہو۔ تخلیقاتِ الٰہی کی وہ ہستی واحد جس کی اطاعت کو اطاعتِ الٰہی
سے مربوط کر دیا گیا۔ وہ جو عالم ہائے زمان و مکان و لازمان ولامکان کے لیے رحمت
ہے کہ جو اس کی پیروی میں نہ رہا، اس نے خود کو درہم برہم کرلیا۔ وہ کائناتی رحمتوں سے
محروم ہوگیا۔ اس نے رحمتوں کو زحمتوں میں تبدیل کرلیا۔ اس کی تعمیر اس کی ہلاکت کا
باعث بن گئی۔ اس نے حیات سے منہ موڑ کر مردنی خرید لی۔ جو اس کی تکریم سے محروم
ہوگیا، تذلیل اس کا مقدر بن گئی۔

جس طرح حضور (ﷺ) کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے، ان سے محبت اللہ سے
محبت ہے، اسی طرح ان کی شان میں گستاخی اللہ کی شان میں گستاخی ہے جو کوئی ان کی
رسالت سے منکر ہو، اس کے خلاف اگر جہاد بالسیف فرض ہے، تو پھر یہ بھی کوئی پوچھنے
والی یا کوئی تحقیق طلب بات ہے کہ اُن کے گستاخ کی سزا کیا ہے؟ لیکن ہم اس زمانے
سے تعلیم حاصل کیے ہوئے ہیں جہاں گستاخانِ رسول (ﷺ) کو سزا دینے والے لقمہ دار
بنا دیئے گئے اور ہم فقط آنسو بہا کر ہاتھ مل کر یا چند دن ملول ہو کر رہ گئے یا مترنم شعر گوئی

پر گزارا کرتے رہے۔

شہید اگر تب و تابِ جاودانہ پا کر اپنا صلہ لے گئے تو ہماری بے حمیتی کو بھی
کائنات نے بدل سے محروم نہیں رہنے دیا۔ ہم نے دین کو پہلے مذہب بنایا، پھر پیشہ بنایا
اور مزاجِ خانقاہی میں پختہ ہو گئے اور یوں ہمیں کرگسوں کے جہاں اور شاہینوں کے
جہاں میں تمیز کرنے کی اہلیت میسر نہ رہی۔ اور ہم نے انشورنس کمپنیوں کو عاقلہ قرار دے
کر اسلامی معاشرتی فلسفہ کی جڑوں کو کاٹ ڈالا۔ بجائے اس کے کہ ہم بکھرے ہوئے
معاشرے کو عاقلہ مہیا کرتے۔ ہم نے انسانی برادری کے تصور کو انشورنس کمپنیوں کے ہاتھ
فروخت کر ڈالا۔ اسلامی آفاقی قوانین نے جو معاشرتی بندھن باندھے تھے۔ وہ حادثاتی
بیمہ کی قسطوں کی ادائیگی نے کھول ڈالے۔ اور یوں فقہ اسلام خود حادثے کا شکار ہوگئی
ہماری معاشرتی زندگی تعلق سے بے بہرہ ہو کر فقط زر آشنا رہ گئی۔ گویا ہامان نے انسانی
ایثار قارون کے ہاتھ فروخت کر دیا اور فراعین کے لیے راہیں ہموار ہوگئیں۔

قانون اور آئین کی دنیا میں پیغمبر آخر الزمان (ﷺ) کا کوئی ہمسر نہیں۔
اسلام کے آئین کی عملداری میں مکمل طور پر داخل ہوجانا حُب رسول (ﷺ) کا تقاضا
ہے۔ ان کے کسی بھی حکم و ہدایت سے گریز بھی نافرمانی ہے اور نافرمانی کیا گستاخی نہیں
ہوتی؟ نافرمانی کی کیا کوئی سزا نہیں ہوتی؟ حصولِ علم کے لیے کتاب کو لاریب اور
صاحب کتاب کو صادق تسلیم کرنا لازم ہوتا ہے۔ قانونِ قدرت ہے کہ ہر بچے کے تصور کی
ماں صادق ہوتی ہے۔ بچہ چونکہ ماں کو صادق جانتا ہے، لہٰذا دو اڑھائی سال کے عرصہ
میں اس سے پوری زبان سیکھ لیتا ہے جبکہ غیر مادری زبان سیکھنے کے لیے عمر بھر بھی لگا
رہے تو عبور حاصل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ نہیں کہہ سکتا کہ وہ اپنا تمام تر مافی الضمیر
اس زبان میں بیان کرنے کا اہل ہوگیا ہے۔ پیغمبر صادق و امین (ﷺ) نے ہمیں علم
حاصل کرنے کا وہ سلیقہ بتایا کہ دم بھر میں انسان وہ جان جائے جو اس سے پہلے نہ جانتا

ہو۔ مگر ہم اس سے محروم ہو گئے۔ اس لیے کہ ہمارا پیغمبر (ﷺ) پر صادق ہونے کا ایمان مخدوش ہو گیا ہے اور ہم عقلِ فانی کو عقلِ غیر فانی پر حاوی کرنے کی کوشش میں تفرقہ باز ہو گئے۔ اپنے علم پر غرور نے ہمیں اپنی ہی زبان سے علامہ تو کہلوایا مگر تمام تر علم متنازع ہو گیا۔ ہم "لَا تَفَرَّقُوا" کو اپنی سروں میں موزوں کرتے کرتے فرقہ بند ہو گئے۔ کیا فرقہ بندی کو اطاعتِ رسول (ﷺ) کا نام دیا جاسکتا ہے؟ اس عمل کو نافرمانی نہیں کہیں گے؟ زمانہ وہ آ گیا ہے کہ اطاعت رسول (ﷺ) کے لیے مسلمانوں کو نام نہاد مسلمانوں کے خلاف جہاد کرنا ہو گا جس کے لیے ایسے بہت بڑے مربوط اجتہاد کی ضرورت ہے جس میں انسانی مصلحتوں نے الحاد کی آمیزش نہ کی ہو۔

علم و عمل کے میدان میں جس نے جو دیا ہو، لاریب دیا ہو۔ اُس کی شان میں گستاخی، کائنات سے دشمنی کے مترادف ہے۔ آج تک کائنات تو کیا کائنات کے کسی معمولی سے معمولی قانونِ قدرت کو بھی شکست نہیں دے سکا۔ اُن کی شان میں گستاخی کائنات کو انتقام کی دعوت دینا ہے۔ کائنات میں اس کی سزا موت یا پھانسی یا قتل پر ہی ختم نہیں ہو جائے گی۔ جب تک کائنات موجود ہے، کائنات انتقام لے گی اور کائنات معدوم ہونے لگے گی تو ماورائے کائنات کے سپرد کر جائے گی کہ لو، ان کو سنبھالو کہ یہ گستاخانِ رسول ﷺ ہیں۔ اُس رسول (ﷺ) کے گستاخ جو زمان و مکان و لامکان ولازمان کے لیے رحمتِ سراپا بن کر مرسل ہوئے۔

انسان کی محبت میں کمی رہ جائے تو وہ اپنے فراق کو محبوب کے بت بنا کر تسکین دے لیتا ہے۔ محبت اگر کامل ہو تو انسان محبوب کے بت یا تصویر کا محتاج نہیں ہوتا۔ جو دل میں بس رہا ہو۔ اسے آنکھوں کے روبرو لانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آنکھوں کے ذریعے دل میں اتر جانا ایک عمل ضرور ہے اور اہم بھی ہے۔ مگر دل کے ذریعے نگاہوں میں بس جانا لاثانی عمل ہے اور محبت کی وہ منزل ہے جہاں محبوب کا گستاخ تو کیا

اس کا رقیب بھی گوارا نہیں ہوتا۔ ندیدوں کو کیا خبر کہ حضور ﷺ کی تصویر کیوں نہ بنی۔ کیوں نہیں بنائی جاسکتی!! اللہ نے حب رسول (ﷺ) کے ذریعے بت پرستی کو کیونکر فعل ناگوار قرار دیا۔ قرآن پاک میں کسی بھی پیغمبر کی توہین سے اس لیے بھی منع فرمایا گیا کہ سبھی پیغمبر رسول آخرالزمان (ﷺ) کے معتقد ہیں جس کے سارے پیشرو اس کے پیروکار ہو جائیں، اس کے مقام کی توحید سے کون انکار کر سکتا ہے! تاوقتیکہ طبیعت از خود کفر وارد کرنے پر مائل نہ ہو گئی ہو۔

انسان تو اپنی ماں کی توہین پر قتل کر دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ حب رسول ﷺ تو ماں کی محبت سے کہیں زیادہ اہم، بلند مرتبہ اور معتبر ہے۔ گستاخ رسول ﷺ پر محبانِ رسول ﷺ کو عمد قتل سے باز نہیں رکھا جاسکتا۔ چاہے اس کا انجام کچھ بھی ہو اور تاریخ ایسی تماثیل سے بھری پڑی ہے۔ گستاخانِ رسول ﷺ کے ساتھ کائنات نے کیا برتاؤ کیا اور مسلمانوں نے کیا۔ اس مضمون میں اعادہ کیے بغیر اس اہم امر کی طرف ہر مسلمان کی توجہ مبذول کروا سکوں تو خوش بخت ہو جاؤں کہ معاشرہ غیر اسلامی تعلیم و تربیت کی وجہ سے احکامِ رسول (ﷺ) سے غیر آگاہ ہو چکا ہے۔ اور زمانہ اس کوشش ہے میں ہے کہ امت کے جسد سے روحِ محمد ﷺ نکال لی جائے اس کا ایک طریقہ شرعِ پیغمبر کو آشکار نہ ہونے دینا اور مختلف مسالک کے ذریعے سے متنازع بنائے رکھنا بھی ہے۔

نوبت بہ ایں جارسید کہ لوگوں کو یہ امتیاز بھی میسر نہیں رہا کہ اللہ اس کو کہتے ہیں جس کے سوا کوئی قانون ساز، کوئی الٰہ نہ ہو۔ قانون ساز واحد نہ ہو تو خدا ہو سکتا ہے، گاڈ ہو سکتا ہے، ایشور ہو سکتا ہے، دیوتا ہو سکتا ہے۔ اللہ نہیں کہلا سکتا۔ لفظ اللہ کا کسی دنیوی زبان میں کوئی متبادل نہیں۔ جو اللہ احد یعنی قانونِ ساز واحد کا رسول ہو۔ اس کا رسول جس کے سوا کسی اور کے احکام کی پابندی یعنی عبادت زیبا نہیں بلکہ کفر کے مترادف ہے۔ اس کی

شان میں گستاخی پر جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے۔نہیں کرو گے تو اللہ تمہارا الہ نہیں رہے گا، اور پوچھے گا۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتاؤ سہی اور کافری کیا ہے؟

جس کی تحقیر برداشت ہو سکے، وہ محترم نہیں ہوتا۔ جو محترم نہ ہو وہ راہ نما نہیں ہوتا۔جس کے قول پر قیل وقال ہونے لگے، اس کی اطاعت کے جذبہ کا مجروح ہوجانا لازم ہوتا ہے۔عام حاکم اپنے مفاد کے تحفظ کے لیے احکام جاری کرتے ہیں لیکن اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے احکام میں قطعی صمدیت ہوتی ہے۔کہ وہ جو بھی حکم فرماتے ہیں، قطعی طور پر بے غرض، بےلوث اور انسانوں ہی کے مفاد میں ہوتا ہے۔جن کی رسالت میں الٰہیت کا احترام اور جس کی الٰہیت میں بندوں ہی کا مفاد مقصود ہو۔اُس کی شان میں اتنی سی بھی گستاخی کہ کوئی اپنی اواز کو اُن کی آواز سے بلند کرے، نظامِ کائنات کو گوارا نہیں۔اگر کوئی ایسا کرے تو کائنات اُسی لمحہ برانگیختہ ہو جاتی ہے۔ایسے شخص کو سزا دینے والا وہی کچھ کر رہا ہوتا ہے جو کائنات اس گستاخ کے لیے کر رہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اُس لمحے کائنات اور انسان کا عمل ہم آہنگ ہوتا ہے۔کائنات سے ہم آہنگی ہی انسانی زندگی کا سب سے بڑا انعام اور کارنامہ ہے۔ایسا ہر اقدام انسانوں کا اکملیت کی طرف بڑھتا ہوا قدم ہوتا ہے۔

معاشرے میں اگر آج ماؤں، بہنوں، بیٹیوں، والدین، اساتذہ یا بزرگوں کا احترام نہ رہے تو کیا معاشرہ شفقتوں سے عاری نہ ہو جائے گا؟ بربریت اُس کا ورثہ نہ بن جائے گی، جس معاشرے میں پیغمبروں کا احترام نہ رہے، وہ معاشرہ درندوں کے معاشرے سے بھی بدتر ہو جائے گا۔جس معاشرے میں وجہِ نمودِ کائنات اور پیغمبروں کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا احترام نہ رہے گا، کائنات اس معاشرے پر ٹوٹ پڑے گی، چاہے

اس معاشرہ میں کتنے ہی ناظم و حاکم اور کتنے ہی مف
نہ ہوں اُس معاشرے کی دنیا ہی نہیں، آخرت بھی
دوزخ کی تعمیر کر رہا ہوگا جس کی آگ نہ کبھی بجھے
راضی برضائے الٰہی ہو جائے اس کی معتبری لافانی
رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہو جائے، اس کی بقا کے خود اللہ ت

کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا تو نے
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و ق

خوش مقدر ہیں وہ لوگ جو زمانہ عال
دینے والی طاقتوں کا انجام اپنی آنکھوں سے د

شان میں گستاخی پر جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے۔ نہیں کرو گے تو اللہ تمہارا الہ نہیں رہے گا، اور پوچھے گا۔

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتاؤ سہی اور کافری کیا ہے؟

جس کی تحقیر برداشت ہو سکے، وہ محترم نہیں ہوتا۔ جو محترم نہ ہو وہ راہ نما نہیں ہوتا۔ جس کے قول پر قیل وقال ہونے لگے، اس کی اطاعت کے جذبہ کا مجروح ہو جانا لازم ہوتا ہے۔ عام حاکم اپنے مفاد کے تحفظ کے لیے احکام جاری کرتے ہیں لیکن اللہ اور رسول (ﷺ) کے احکام میں قطعی صمدیت ہوتی ہے۔ کہ وہ جو بھی حکم فرماتے ہیں، قطعی طور پر بے غرض، بے لوث اور انسانوں ہی کے مفاد میں ہوتا ہے۔ جن کی رسالت میں اُلٰہیت کا احترام اور جس کی الٰہیت میں بندوں ہی کا مفاد مقصود ہو۔ اُس کی شان میں اتنی سی بھی گستاخی کہ کوئی اپنی اواز کو اُن کی آواز سے بلند کرے، نظامِ کائنات کو گوارا نہیں۔ اگر کوئی ایسا کرے تو کائنات اسی لمحہ برانگیختہ ہو جاتی ہے۔ ایسے شخص کو سزا دینے والا وہی کچھ کر رہا ہوتا ہے جو کائنات اس گستاخ کے لیے کر رہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اُس لمحے کائنات اور انسان کا عمل ہم آہنگ ہوتا ہے۔ کائنات سے ہم آہنگی ہی انسانی زندگی کا سب سے بڑا انعام اور کارنامہ ہے۔ ایسا ہر اقدام انسانوں کا اکملیت کی طرف بڑھتا ہوا قدم ہوتا ہے۔

معاشرے میں اگر آج ماؤں، بہنوں، بیٹیوں، والدین، اساتذہ یا بزرگوں کا احترام نہ رہے تو کیا معاشرہ شفقتوں سے عاری نہ ہو جائے گا؟ بربریت اُس کا ورثہ نہ بن جائے گی۔ جس معاشرے میں پیغمبروں کا احترام نہ رہے، وہ معاشرہ درندوں کے معاشرے سے بھی بدتر ہو جائے گا۔ جس معاشرے میں وجہ نمود کائنات اور پیغمبروں کے پیغمبر (ﷺ) کا احترام نہ رہے گا، کائنات اس معاشرے پر ٹوٹ پڑے گی، چاہے

اس معاشرہ میں کتنے ہی ناظم و حاکم اور کتنے ہی مفکر و مفسر اپنی برتری کے دعویدار کیوں نہ ہوں اُس معاشرے کی دنیا ہی نہیں، آخرت بھی لٹ جائے گی۔ ایسا معاشرہ فقط اس دوزخ کی تعمیر کر رہا ہوگا جس کی آگ نہ کبھی بجھے گی، نہ اس کی تپش کم ہوگی۔ جو معاشرہ راضی برضائے الٰہی ہو جائے اس کی معتبری لافانی ہوتی ہے اور جو معاشرہ راضی برضائے رسول (ﷺ) ہو جائے، اس کی بقا کے خود اللہ تعالیٰ ضامن ہوتے ہیں۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے، تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا، لوح و قلم تیرے ہیں

خوش مقدر ہیں وہ لوگ جو زمانہ حال کے گستاخِ رسول ﷺ اور اس کو پناہ دینے والی طاقتوں کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔

ناموس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فقہائے اُمت

محمد تصدق حسین

حضور نبی کریم ﷺ کی اس دنیا میں جلوہ گری کے بعد سلسلہ نبوت اختتام پذیر ہوگیا۔ دین اسلام کی تکمیل کے بعد اب رہتی دنیا تک کسی دوسرے نبی کی آمد کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ خاتم النبیین حضور سید عالم ﷺ کی فضیلت مختصہ ہے اور اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُمت مسلمہ کی راہنمائی فرمائی اور اس کے بعد آئمہ وفقہاء نے قرآن وسنت سے ہی ہر مشکل کا حل تلاش کر کے اُمت مسلمہ کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنا نائب اور وارث قرار دیا۔ قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کے لئے جو قوانین اُمت مسلمہ کے لئے ضروری تھے، فقہائے اُمت نے رسول اللہ ﷺ کے گلستانِ علم سے انہیں اخذ کر کے اُمت مسلمہ کے سامنے پیش کیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی قرآن وسنت کی روشنی میں شاتم رسول ﷺ کی سزا قتل مقرر کی اور اپنے دورِ حکومت میں اسی سزا کو نافذ کیا۔

حضرت مہاجر بن اُمیہ رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ یمن میں ایک عورت اشعار میں حضور نبی کریم ﷺ کو سب وشتم کرتی تھی تو انہوں نے اس کے ہاتھ

کاٹ دیئے اور اس کے اگلے دانت نکال دیئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر تم نے یہ سزا نہ دی ہوتی "لامرتك بقتلها" میں تمہیں اس کے قتل کا حکم دیتا، کیونکہ شاتم رسول کی سزا قتل ہے۔ (الصارم المسلول، صفحہ 169)

حضرت مجاہد روایت کرتے ہیں:

اتی عمر برجل سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقتلہ ثم قال عمر! من سب اللہ اوسب احد امن الانبیاء فاقتلوہ

(الصارم المسلول، صفحہ 170)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جو شاتم رسول تھا۔ آپ نے اسے قتل کروادیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ یا انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کو گالی دے اسے قتل کردو۔"

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور سے لے کر آج تک پوری اُمت اس مسئلہ پر متفق ہے، جو شخص حضور سید عالم ﷺ کی شانِ اقدس میں اشارۃً یا کنایۃً گستاخی کا مرتکب ہو، وہ اسلام کا مدعی ہو یا کافر اس کی سزا قتل ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ:

اُمت کے اس مسئلہ پر متفق ہونے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابوبکر بن المنذر اجمع عوام اہل العلم علی ان من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقتل وممن قال ذالك مالك بن انس واللیث واحمد واسحاق وھو مذھب الشافعی قال القاضی ابو الفضل وھو مقتضی

قول ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ولا تقبل توبتہ
عند ھولاء وبمثلہ قال ابو حنیفۃ واصحابہ والثوری
واھل الکوفۃ والاوزاعی

(الشفا جلد 02 صفحہ 133)

"ابوبکر بن منذر کہتے ہیں، تمام اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ
شاتم رسول کو قتل کیا جائے گا اور یہی قول امام مالک بن انس،
لیث، امام احمد، اسحاق اور امام شافعی کا ہے۔ قاضی ابوالفضل
فرماتے ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے قول کا مقتضی بھی یہی ہے
کہ ان کے نزدیک بھی توبہ قبول نہیں، امام ابوحنیفہ اور ان کے
اصحاب، ثوری، اہل کوفہ اور اوزاعی کا بھی یہی مذہب ہے۔"

حضرت محمد بن سحنون رحمۃ اللہ علیہ:

اجمع العلماء ان شاتم النبی المتنقص لہ کافر
والوعید جار علیہ بعذاب اللہ لہ وحکمہ عند الامۃ
القتل ومن شک فی کفرہ وعذابہ کفر

(الشفا جلد 02 صفحہ 134)

"علماء اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ گستاخ نبی اور آپ میں نقص
نکالنے والا شخص کافر ہے اور اُمت مسلمہ کے نزدیک واجب القتل
ہے، جو ایسے شخص کے کفر اور عذاب میں شک کرے وہ خود کافر
ہے۔"

امام محقق ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ:

قانون ناموس رسول اللہ ﷺ کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کل من ابغض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقلبہ
کان مرتدا فالساب بطریق اولی ثم یقتل حدا عندنا
فلا تقبل توبتہ فی اسقاط القتل واز سب سکران
والا یعفی عنہ

(فتح القدیر جلد 05 صفحہ 332)

"ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ سے دل میں بغض رکھے وہ مرتد ہے
اور آپ کو سب وشتم کرنے والا تو بدرجہ اولی مرتد ہے، اسے قتل کیا
جائے گا اور قتل کو ساقط کرنے میں اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے
گا۔ اگرچہ حالت نشہ میں کلمہ گستاخی بکا جب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔"

علامہ زین الدین ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ:

ناموس رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے اپنے عشق و اخلاص کا اظہار اس انداز
میں کرتے ہیں:

کل کافر تاب فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا والاخرۃ
الاجماعۃ الکافر بسب النبی لاتصحح الردۃ
السکران الاالردۃ بسب النبی لایعفی عنہ واذا
مات اوقتل لم یدفن فی مقابر المسلمین، ولا اہل
ملتہ وانما یلقی فی حفیرۃ کالکلب

(الاشباہ والنظائر صفحہ 158-59)

"ہر کافر توبہ کرے تو اس کی توبہ دنیا و آخرت میں مقبول ہے، مگر کافروں کی وہ جماعت جس نے حضور ﷺ کو گالی دی اس کی توبہ قبول نہیں۔ نشہ کی حالت میں ارتداد صحیح نہ مانا جائے گا مگر حضور ﷺ کی اہانت حالت نشہ میں بھی کی جائے تو اسے معافی نہ دی جائے گی، جب وہ شخص مرجائے تو اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنے کی اجازت نہیں، نہ اہل ملت (یہودی، نصرانی) کے گورستان میں، بلکہ اسے کتے کی طرح کسی گڑھے میں پھینک دیا جائے گا۔"

اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

سب واحد من الانبیاء کذالك فلا یفید الانکار مع البینة لانا نجعل انکار الردة توبة ان کانت مقبولة

(بحر الرائق جلد 05 صفحہ 126)

"کسی بھی نبی کی شان میں گستاخی کا یہ حکم ہے کہ اسے معافی نہ دیں گے، بعد ثبوت اسے انکار فائدہ نہ دے گا، مرتد کا انکار دفع سزا کے لئے وہاں توبہ قرار پاتا ہے جہاں توبہ سنی جائے لیکن نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔"

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ:

قانون ناموس رسول ﷺ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

واعلم انہ قد اجتمعت الامة علی ان الاستخفاف بنبینا وبای نبی کان من الانبیاء کفر سواء فعلہ فاعل ذلک استحلالا ام فعلہ معتقدا

بحرمتہ لیس بین العلماء خلاف فی ذلک والقصد للسب وعدم القصد سواء ذلا یعذر احد فی الکفر بالجهالة ولا بدعوی زلل اللسان اذا کان عقلہ فی فطرتہ سلیما

(روح البیان جلد 03 صفحہ 394)

"تمام علمائے اُمت کا اجماع ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ یا کوئی اور نبی علیہ السلام ہوں، ان کی ہر قسم کی تنقیص و اہانت کفر ہے، اس کا قائل اسے جائز سمجھ کر گستاخی کرے یا اسے حرام سمجھے، قصداً گستاخی کرے یا بلا قصد، ہر طرح اس پر کفر کا فتویٰ ہے۔ شانِ نبوت کی گستاخی میں لاعلمی اور جہالت کا عذر نہیں سنا جائے گا۔ سبقت لسانی کا عذر بھی قابل قبول نہیں، اس لئے کہ عقل سلیم کو ایسی غلطی سے بچنا ضروری ہے۔"

علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی وضاحت کے ساتھ صورت مسئلہ کو قلمبند فرمایا کہ صورت کوئی بھی ہو، چاہے قائل غیر ارادی طور پر، عدم نیت یا سبقت لسانی کا بہانہ تراشے، اس کا کوئی دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے، اور سید کائنات ﷺ کی شانِ اقدس میں ہرزہ سرائی کے جرم میں اسے قتل کر دیا جائے گا۔

علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ:

من سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتدین وفعل بہ مایفعل بالمرتدین ولا توبة لہ اصلا واجمع العلماء انہ کافر ومن شک

فی کفرہ کفر

(فتاوی خیریہ باب المرتدین جلد 01 صفحہ 103)

"جو شخص مسلمان کہلا کر نبی کریم ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے وہ مرتد ہے اس کا وہی حکم ہے جو مرتدین کا ہے، اس کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے گا جو مرتدین سے کرنے کا حکم ہے اور اس کی توبہ نہیں اصلاً اور باجماع تمام علماء وہ کافر ہے، جو اس کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔"

علامہ علاؤ الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ:

الکافر بسب النبی من الانبیاء لاتقبل توبتہ مطلقا ومن شک فی عذابہ وکفرہ کفر

(درمختار جلد 06 صفحہ 356)

"کسی نبی کی اہانت کرنے والا شخص ایسا کافر ہے جسے مطلقاً کوئی معافی نہیں دیں گے جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔"

علامہ ابوبکر احمد بن علی رازی رحمۃ اللہ علیہ:

ولا خلاف بین المسلمین ان من قصد النبی بذالک فھو ممن ینتحل الاسلام انہ مرتد یستحق القتل

(احکام القرآن جلد 03 صفحہ 112)

"تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ جس شخص نے حضور ﷺ کی اہانت و ایذا رسانی کا قصد کیا، وہ مسلمان کہلاتا ہو تو وہ مرتد مستحق قتل

ہے۔"

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ:

فانہ یقتل حدا ولا تقبل توبتہ لان الاحد لا یسقط بالتوبۃ وافاد انہ حکم الدنیا واما عند اللہ تعالی فھی مقبولۃ

(ردالمحتار جلد 04 صفحہ 232)

"گستاخِ رسول کو بطور حد قتل کیا جائے گا، اس کی توبہ قبول نہیں۔ اس لئے کہ حد توبہ سے ساقط نہیں ہوتی، یہ حکم اس دنیا کے ساتھ متعلق ہے اور عنداللہ اس کی توبہ مقبول ہوگی۔"

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ:

من آذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطعن فی شخصہ اودینہ اونسبہ اوصفۃ من صفاتہ اوبوجہ من وجہ الشین فیہ صراحتا او کنایۃ اوتعریضا اواشارۃ کفر ولعنۃ اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ واعدلھم عذاب جنھم، فلا تقبل توبتہ

(تفسیر مظہری جلد 07 صفحہ 382)

"رسول اللہ ﷺ کی شخصیت، دین، نسب یا حضور سید عالم ﷺ کی کسی صفت پر طعن کرنا اور صراحۃً یا کنایۃً یا اشارۃً یا بطور تعریض آپ پر نکتہ چینی کرنا اور عیب نکالنا کفر ہے۔ ایسے شخص پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت اور اس کے لئے عذابِ جہنم ہے، اسے قتل کرنے میں اس

کی توبہ بھی قبول نہ ہوگی۔"

حضور نبی کریم ﷺ سے عقیدت ومحبت اور اُمت مسلمہ کی غیرت ایمانی کا تقاضہ یہ ہے کہ جو شخص خاتم النبیین، سید کائنات ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں ہرزہ سرائی کرے۔ اس کا اس دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں، جو شخص آپ کی بارگاہ میں نازیبا کلمات استعمال کرے اور پھر اس کی تاویلات کرے، وہ بدبخت اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلاتا ہو، وہ سزا کا مستحق ہے، یہ کیسا مسلمان ہے جو نبی کریم ﷺ کا کلمہ بھی پڑھتا ہے اور آپ کی اہانت کا بھی مرتکب ہے۔

دیگر مذاہب وقوانین کی توہین پر سزائیں

ڈاکٹر عرفان خالد ڈھلوں

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی اور توہین کرنا ایک ایسا جرم ہے اسلام میں جس کی سزا موت قرار دی گئی ہے۔ پاکستان میں بھی یہی قانون نافذ ہے۔ دیگر اقوام کے لوگ اسلام کے اس قانون کو اپنے اندازِ فکر اور اپنے معیارات سے دیکھتے ہیں تو وہ اسے ایک ظالمانہ اور انسانی بنیادی حقوق کے منافی قانون کہتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ مسلمانوں کے پیغمبر ﷺ کو مسلمانوں ہی کے زاویہ نظر سے دیکھیں۔ کسی بھی مذہب وقوم کے قانون کو اس کے اپنے معیارات اور تعلیمات کے تناظر میں دیکھا جاتا ہے۔ مسلمان اپنے رسول ﷺ کو ہر چیز سے اعلیٰ و ارفع مانتے ہیں۔ یہ ان کے ایمان کا تقاضا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ان کا ایمان سلامت نہیں رہتا۔ ذیل میں بطور مثال تین قانونی نصوص (Legal Texts) دی جارہی ہیں جن سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ایمان کے حوالے سے مسلمانوں کا اپنے رسول اللہ ﷺ سے کیسا تعلق ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ

ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے اور آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنی جان کے سوا باقی تمام چیزوں سے زیادہ آپ سے محبت کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

لَا وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنْ نَفْسِکَ

"نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے،
جب تک تمہاری جان سے بھی زیادہ میں تمہیں محبوب نہ ہو جاؤں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کی قسم! اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْاٰنَ یَا عُمَرُ

ہاں اب اے عمر۔ (1)

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (2)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک میں اسے اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔

سنن نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ مَالِہٖ وَاَہْلِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (3)

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میری محبت اسے اپنے مال، اپنے اہل و عیال اور تمام انسانوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔"

مسلمانوں کے ہاں ان کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کی اپنی جانوں، اپنے والدین، اپنی اولاد، اپنے اموال اور تمام انسانوں سے زیادہ عزیز ہیں۔ اگر ان چیزوں میں سے کسی ایک چیز کی بھی محبت رسول اللہ ﷺ سے محبت پر غالب آ جاتی ہے تو مسلمان کا ایمان سلامت نہیں رہتا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہر چیز سے مقدس و افضل ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس کا کسی چیز سے موازنہ یا برابری نہیں کی جا سکتی۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام انسانوں میں منتخب و مصطفیٰ (Choosen Person) ہیں۔

سنن ترمذی میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنْ وَلَدِ اِبْرَاہِیْمَ اِسْمٰعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ وَلَدِ اِسْمٰعِیْلَ بَنِیْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ کِنَانَۃَ قُرَیْشًا وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ہَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ہَاشِمٍ (4)

"اللہ تعالیٰ نے اولادِ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چن لیا۔ اولادِ حضرت اسماعیل علیہ السلام میں سے بنی کنانہ کو چن لیا۔ بنی کنانہ میں سے قریش کو چن لیا۔ قریش میں سے بنی ہاشم کو چن لیا اور بنی ہاشم میں سے مجھے چن لیا۔"

جو چیز جتنی زیادہ مقدس اور اہم ہوتی ہے اس کی حرمت بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی

ہے اور اس حرمت کی پامالی وتوہین پر سزا بھی اتنی ہی زیادہ سخت دی جاتی ہے۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ کی شانِ اقدس گستاخی کی سزا موت ہے۔ یہ سزا خود رسول اللہ ﷺ جو شارع (Law Giver) بھی تھے، کی طرف سے متعین ہے اور رسول اللہ ﷺ وہی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ورضا ہوتی ہے۔

اس مضمون کا ہدف یہ ہے کہ یہ بات سامنے لائی جائے کہ دیگر مذہب وقوانین اقوام میں بھی مذہب اور دیگر مقدس شعائر کی توہین پر سزائے موت سمیت سخت سزائیں رہی ہیں اور ابھی تک ہیں۔ جن اقوام نے جس چیز کو جتنا زیادہ مقدس اور حرمت والا سمجھا اس کی تقدیس وحرمت کی توہین پر اتنی ہی سخت سزا مقرر کی۔

ہندومت میں توہینِ مذہب پر سزائیں:

ہندو دھرم میں مذہبی عقائد اور کتب وغیرہ کی مخالفت اور توہین پر کڑی سزائیں رکھی گئی ہیں۔

وید کی توہین کرنے والا کافر (ناستک):

ویدیں ہندو مذہب میں سب سے زیادہ مقدس کتابیں مانی جاتی ہیں۔ ہندو دھرم کی مذہبی کتب ویدوں کی توہین اور تحقیر کرنے والے کو "ناستک" یعنی کافر قرار دیا گیا ہے۔ منوسمرتی کا قول ہے:

"ناستکو وید دنندکہ" (5)

ویدوں کی نندا یعنی بے قدری کرنے والا ناستک ہے۔

وید کے خلاف کتابوں کو ماننا کفر:

ہندو دھرم میں نہ صرف ویدوں کی تحقیر کرنے والا کافر ہے بلکہ ویدوں کے

خلاف لکھی جانے والی کتب کو ماننا بھی کفر ہے۔ مشہور شی دیانند سرسوتی کہتے ہیں:

"جو جو گرنتھ وید سے ورُدھ ہیں ان کا پرمان کرنا جانو ناستک ہونا ہے۔" (6)

جو جو کتابیں وید کے خلاف ہیں ان کا حوالہ ماننا گویا ناستک ہونا ہے۔

کافروں (ناستکوں) کی تباہی و بربادی اور جلاوطنی کا حکم:

ویدوں کی اہانت اور مخالفت کرنے والے کو صرف کافر قرار دینے پر ہی بس نہیں کی گئی بلکہ انہیں تباہ و برباد اور جلاوطن کرنے کا قانون بھی ہے۔ سوامی دیانند کی تعلیم ہے کہ جو شخص وید اور عابد لوگوں کی تصنیف شدہ کتابوں کی جو وید کے مطابق ہوں تحقیر کرتا ہے اس وید کی مذمت کرنے والے منکر کو ذات پنگت (یکجا کرنے والوں کی جماعت) اور ملک سے نکال دینا چاہیے۔ (7)

"ستیارتھ پرکاش" میں لکھا ہے کہ جو شخص وید اور علمائے حق شعائر کی تصانیف بطابق وید کی توہین کرے اسے قوم کے برگزیدہ حضرات اپنے حلقے سے خارج کر دیں۔ (8)

سوامی جی نے اپنی کتاب "آریہ بھونے" جو آریاؤں کی دعاؤں کی کتاب ہے، میں وید منتر نمبر 14 یعنی رگ وید 1-4-10-8 کا جو ہندی ترجمہ لکھا ہے اس میں پر میشور سے یوں دُعا مانگی گئی ہے:

"جو ناستک، چور، ڈاکو۔۔۔۔۔ مورکھ۔۔۔۔۔ وید ودیا ورودھی منشیہ۔۔۔۔۔ ہیں ان سب وشٹو کو آپ۔۔۔۔۔ (سمولان و ناشیہ) مول شہت کر دیجیے۔"

ترجمہ: جو ناستک (منکر) ڈاکو، چور، جاہل۔۔۔۔۔

ویدوں کے علم کے مخالف انسان ہیں ان سب بدذاتوں کو آپ (سمولان وناشیہ) جڑبنیاد کے ساتھ تباہ وبرباد کردیجئے۔(9)

ویدک دھرم کے مخالفوں کو آگ میں زندہ جلادو:

ویدک دھرم کے مخالفین کو زندہ رہنے کا حق بھی حاصل نہیں ہے۔ ویدوں میں لکھے حکم کے مطابق ویدک دھری راجہ کا فرض ہے کہ ویدک دھرم کے مخالفوں کو ہمیشہ تباہ وبرباد کرے اور ان کو آگ میں جلائے۔ یجر ویدار دھیائے 13، منتر 12 میں سوامی جی نے پرمیشور کا حکم بزبان ہندی ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"ہے تیبر وندر دینے والے راج پرش دھرم کے دویشی شتروؤں کو نہر نتر وشا میں کر کے سوکھے کاشٹ کا سمان جلائیے۔"

ترجمہ: اے سخت ڈنڈ دینے والے راج پرش (یعنی راجہ) آپ دھرم کے مخالف دشمنوں کو ہمیشہ (آگ میں) جلائیے۔ وہ جو ہمارے دشمنوں کو حوصلہ دیتا ہے آپ اس کو الٹا لٹکا کر خشک لکڑی کی مانند جلائیے۔(10)

وید کی توہین پر سزا قتل:

توہین وید کے مرتکب مجرم کو قتل کرنے کا حکم ہے۔ ویدک وعن میں سوامی جی نے کہا ہے:

"ویدک مارگو چھیدک اناچاریوں کو یتھایوگیہ شاسن کرد (شیگھر ان پر دنڈ نپاتا کرد) جس سے اسے بھی شکشائیت ہو کے ششٹ ہوں اتھوا ان کا پرانانت ہو جائے کنوا ہمارے وش میں ہی رہیں۔"

ترجمہ: وید کے رستہ کے خلاف چلنے والے بدچلنوں کو جیسا کہ

چاہیے سزا دو (جلد ان پر عذاب نازل کرو) جس سے وہ بھی تعلیم یافتہ ہو کر مہذب ہوں یا تو ان کا خاتمہ ہو جائے (یعنی قتل ہو جائیں) یا ہمارے بس یعنی قابو میں رہیں۔(11)

منو کی تعلیمات میں شودر کے لیے وید سننا منع ہے۔ اگر شودر وید کی عبارت سن لے تو اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جائے گا۔ اگر وہ وید کی عبارت کو دہرائے تو اس کی زبان کاٹ دی جائے گی اور اگر وہ وید کی کوئی عبارت یاد کر لے تو اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں گے۔(12)

برہمن کی توہین پر سزا:

ہندو مت میں انسانوں کو چار گروہوں میں تقسیم کیا ہوا ہے: برہمن، کھشتری، ویش اور شودر۔ برہمن سب سے اعلیٰ طبقہ ہے اور اسے مذہبی اجارہ داری حاصل ہے۔ شودر سب سے کم درجے کا طبقہ ہے۔

انسانوں کو ان چار طبقات میں تقسیم کرنے کا ہندوؤں کا اپنا فلسفہ ہے۔ اگر کوئی شودر کسی برہمن کے خلاف بری بات کہے تو سزا کے طور پر شودر کی زبان کاٹ لی جائے گی۔(13)

منوسمرتی کے قانون میں یہ بھی ہے کہ اگر شودر کسی برہمن پر غرور سے تھوک دے تو راجہ اس کے دونوں ہونٹ کٹوا دے۔ اگر وہ اس پر پیشاب کرے تو اس کی شرمگاہ کو قطع کروا دے۔ جو ادنیٰ ترین ذات کا آدمی (شودر) اعلیٰ ذات کے آدمی (برہمن) کے برابر بے ادبی سے ایک ہی جگہ پر بیٹھ جائے تو اس کے پچھلے حصے پر نشان لگا کر راجہ یا تو اس کو ملک بدر کر دے یا اس کے سرین کٹوا دے۔ اگر شودر غرور کے ساتھ برہمن کو اس کے فرائض کے متعلق ہدایت دے تو راجہ اس کے منہ اور کان میں

جلتا ہوا تیل ڈالنے کا حکم دے۔(14)

مجسمہ مہاتما بدھ کی توہین پر سزائے موت:

چین کے فوجداری قانون کے مطابق بدھ مت کے بانی مہاتما بدھ کے مجسمے کی توہین کرنا جرم ہے۔اس جرم کا ارتکاب کرنے والے مجرم کو سزائے موت دی جاتی ہے۔ایسے ہی ایک مجرم کو عدالت کی طرف سے سزائے موت سنائی گئی اور اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ 4 جون 1995ء کو وانگ ہونگ نامی شخص اور اس کا ساتھی صوبہ کی چوان کے ایک مندر میں چھپ گئے اور آدھی رات کے وقت آری کی مدد سے مہاتما بدھ کے مجسمہ کا سر کاٹ کر لے گئے۔ملزم کو گرفتار کر لیا گیا۔ 29 مارچ کو جرم ثابت ہو جانے پر مذکورہ شخص کو سزائے موت سنا دی گئی اور اس کا سر قلم کر دیا گیا۔(15)

اہلِ مغرب کے ہاں تصورِ توہین مذہب:

انگریزی زبان میں توہینِ مذہب وغیرہ کے لیے Blasphemy کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔یہ لفظ ایک یونانی اصطلاح سے ماخوذ ہے جس کا مطلب Speaking Evil یعنی بری بات کہنا ہے۔مسیحیت کی مذہبی روایات میں ""عقائد اور مقدس اقدار کے خلاف جرم کے لیے بولا جاتا ہے۔

ہالسبری لاز آف انگلینڈ (Halsbury Laws of England) میں لکھا ہے:

Blasphemy is an indictable offence at common law consisting in the publication of words attacking the Christian religion or the Bible so violent. scurrilous or ribald as to pass the limit of clecent controversy and

tend to lead to lead to a breach of peace. It is immaterial whether the wrods are spoken or written, if written they constitute a blasphemous libel. (16)

"بلاس فیمی" ایک ایسا جرم ہے جو کسی ایسی شائع شدہ تحریر پر مشتمل ہو جس میں مسیحی مذہب یا بائبل کے بارے میں اس انداز سے سخت الفاظ، گندی گالیاں اور فحش زبان استعمال کی گئی ہو کہ بحث و اختلاف کے مذہبی طریقوں کی حدود پھلانگ دی جائیں اور اس سے نقصِ امن کا اندیشہ پیدا ہو جائے۔یہ بات غیر ضروری ہے کہ مسیحی مذہب اور بائیبل کے بارے میں فحش الفاظ زبانی کہے جائیں یا لکھ کر کہے جائیں۔اگر یہ لکھ کر ہوں تو ایسی تحریر توہین آمیز تحریر ہوگی۔

بلیک سٹون (Black Stone) نے "بلاس فیمی" کی تعریف یوں کی ہے:

Denying the being or providence of God, contumelious reproaches of our Sarious Christ, profane, scoffing at the Holly Scripture, or exposing it to contempt and redicule. (17)

خدا کی خدائی یا اس کے وجود کا انکار کرنا ہمارے نجات دہندہ یسوع مسیح کے بارے میں توہین آمیز، شرمناک بات کہنا، مقدس بائیبل کا تمسخر اُڑانا اور اس کی بے حرمتی کرنا یا اسے توہین اور تمسخر کے انداز میں پیش کرنا۔

اس کے علاوہ تثلیث (The Holy Trinity) کے عقیدے کا انکار بھی

"بلاس فیمی" میں شامل ہے۔(18)

ان تعریفات سے پتہ چلتا ہے کہ خدا، حضرت عیسیٰ، بائیبل، تشلیث اور مسیحی مذہب کی توہین مغربی قوانین میں "بلاس فیمی" ہے۔ ان قوانین میں توہین مذہب اس وقت جرم ہے جب اس سے نقصِ امن عامہ کا اندیشہ ہو۔

صرف مسیحی مذہب کی توہین جرم:

برطانیہ میں صرف مسیحی مذہب کی توہین جرم ہے۔ ہالسبری لاز آف انگلینڈ میں لکھا ہے کہ 1838ء میں R.V. Gathercole نامی مقدمہ میں عدالت نے اپنے فیصلہ میں یہ قرار دیا تھا کہ مسیحیت کے سوا کسی دوسرے مذہب پر حملہ توہین مذہب کا جرم نہیں ہے۔(19)

برطانیہ میں انجلیکن مسیحی فرقہ کی توہین جرم:

برطانیہ میں نہ صرف مسیحی مذہب ہی کی توہین جرم ہے بلکہ اس کے بھی صرف انجلیکل مسیحی فرقہ کی توہین جرم ہے۔ 1838ء میں R.V.Gathercole نامی مقدمہ میں عدالت نے اپنے فیصلہ میں یہ بھی قرار دیا تھا کہ انجلیکن فرقہ کے علاوہ کسی دوسرے مسیحی فرقہ پر حملہ بھی "بلاس فیمی" نہیں ہے۔(20)

لہٰذا برطانوی قانون کی رو سے صرف مسیحی مذہب اور اس کے بھی صرف انجلیکن چرچ آف انگلینڈ کی توہین جرم ہے۔ کسی دوسرے مذہب یا کسی دوسرے مسیحی فرقہ کی توہین برطانوی قانون کے تحت قابل تعزیر جرم نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب برطانوی مسلمانوں نے ملعون سلمان رشدی کی کتاب Stanic Verses کے برطانیہ میں شائع ہونے پر اس کے خلاف لندن کی چیف میٹروپولیٹن سٹریٹ کی عدالت میں درخواست دی تو عدالت متذکرہ کتاب کے طابع و

ناشر پنگوئن اور وائکنگ کے خلاف دائر کی جانے والی یہ درخواست مسترد کر دی اور فیصلہ دیا کہ برطانوی قانون کے تحت صرف انجلیکن چرچ کا تحفظ ہو سکتا ہے اور برطانوی قانون کا اطلاق صرف مسیحی مذہب کی بے حرمتی پر ہوتا ہے۔(21)

اس فیصلے کے خلاف برطانوی مسلمانوں نے بنچ آف لندن ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی۔ ہائی کورٹ نے یہ بھی اپیل اس بناء پر مسترد کر دی کہ "بلاس فیمی" قانون کا اطلاق صرف مسیحیت پر ہوتا ہے۔(22)

برطانوی پارلیمنٹ اتنی تنگ نظر ہے کہ برطانیہ ہی کے غیر مسیحی باشندوں کے مذہب کا احترام ان کے ہاں قانونی جگہ پانے سے محروم ہے۔ اب اس رویے کے خلاف مغرب میں آوازیں اٹھنا شروع ہوگئی ہیں۔ اس بات کا مطالبہ کیا جانے لگا ہے کہ مسیحیت کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے احترام کو بھی قانونی تحفظ دیا جائے۔ ایک برطانوی دانشور کلفورڈ لانگلے نے اس وقت کی وزیر اعظم مسز مارگریٹ تھیچر کو یہ تجویز پیش کی تھی کہ بانیانِ مذاہب جن میں سرفہرست حضرت مسیح اور حضرت محمد ﷺ کو توہین کے خلاف ہتک عزت کا قانون موثر بہ ماضی بنایا جائے۔(23)

یورپ میں توہین مذہب کی سزا موت:

یورپ میں تحفظ مذہب سے متعلق قوانین کی تاریخ بتاتی ہے کہ سلطنت روما میں بادشاہ جسٹینین اوّل (Justinian-I) کے عہدِ حکومت (527ء تا 556ء) میں توہینِ مذہب کے مجرم کو سزائے موت دی جاتی تھی۔(24)

برطانوی باشندے 597ء اور 687ء کے درمیانی عرصہ میں آہستہ آہستہ مسیحت کی طرف مائل ہوئے اور انہوں نے اسے بطور مذہب قبول کیا۔(25)

شروع شروع میں مذہب کا سیاست پر غلبہ تھا۔ چرچ کی ریاست پر حکمرانی

تھی۔ چرچ اور حکومت کے درمیان کشمکش بھی ہوتی رہی جس میں ابتدا میں چرچ کو
حکومت پر فتح حاصل رہی۔ ریاست کے حکمران کے مقابلے میں یورپ کے چرچ کا
اقتدار اس قدر طاقت ور تھا کہ 1077ء میں شہنشاہ ہنری چہارم کو مجبوراً کنوسا کے قلعہ میں
پوپ کے حضور حاضر ہونا پڑا۔ چنانچہ وہ نہایت ذلت کے ساتھ حاضر ہوا۔ پوپ نے بڑی
مشکل سے لوگوں کی سفارش پر بادشاہ کو اپنے سامنے کھڑا ہونے کی اجازت دی۔ شہنشاہ
ننگے پاؤں اور اون پہنے آیا اور پوپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ پوپ نے اس کی غلطی کو معاف
کر دیا۔(26)

بعد میں چرچ اور حکومت کی لڑائی میں کبھی پوپ کو فتح ہوتی اور کبھی حکومت فتح
یاب ہوتی۔ اس مسلسل آویزش کا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت چرچ کے مقابلے میں مکمل طور پر فاتح
رہی اور حکومت نے چرچ کو ریاستی معاملات سے نکال باہر کیا۔

جب چرچ کو حکومت پر غلبہ و طاقت حاصل تھی تو کسی شخص کو مذہب اور چرچ
کے خلاف لب کشائی کی جرات نہیں تھی۔ جو کوئی مذہب اور چرچ کی توہین کا ارتکاب کر
بیٹھتا تو اسے سزائے موت دی جاتی تھی۔ مسیحت سے اختلاف رکھنے والوں کا خون مباح
تھا۔ ارباب کلیسا کے نام پر ان کی جائیدادیں ضبط کر لی جاتی تھیں۔ ایسی عدالتیں قائم کی
گئیں جو ان "مرتدوں" کو سزائیں دیتی تھیں جو شہروں، گھروں، تہہ خانوں، جنگلوں،
غاروں اور کھیتوں میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان عدالتوں نے مسیحی عقائد سے اختلاف رکھنے
والے جن لوگوں کو سزا دی ان کی تعداد تین لاکھ سے بھی زیادہ بیان کی جاتی ہے اور
32 ہزار افراد کو آگ میں جلا دیا۔(27)

1553ء میں ملکہ الزبتھ کے عہد میں سب سے پہلے پروٹسٹنٹ کلیسائی قانون
میں توہین مذہب سے متعلق ایک دفعہ کا اضافہ کیا گیا۔ اسی ملکہ کے دور حکومت میں پانچ
یا چھ ایسے افراد جو مسیحت اور یسوع مسیح کے بارے میں کفریہ عقائد رکھتے تھے انہیں زندہ

جلا دیا گیا۔(28)

ایک نامور طبیب اور طبعیات دان سرویٹس (Sevetus) بھی اسی عہد میں
الحاد کے الزام میں زندہ جلا دیا گیا۔(29)

سولہویں صدی عیسوی میں ایک دلچسپ اور عجیب مقدمہ ایک پادری فرنک
ڈیوڈ (Ferenc David) کا ہے جو ٹرانسلوینیا شہر کے یونیٹیرین چرچ
(Unitarian Church) کا سربراہ تھا۔ اس پر الزام تھا کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ
مسیحیوں کو یسوع مسیح کی عبادت نہیں کرنی چاہیے۔ اسے 1579ء میں عمر قید کی سزا سنائی
گئی۔ طبیعات کے سائنس دان برونو (Giordano Brunoe) کو 1600ء میں زندہ
جلا دیا گیا تھا۔ روم کے کلیسا کے نزدیک اس کا جرم یہ تھا کہ وہ مذہبی عقائد کے برخلاف
اس زمین کے علاوہ دوسری دنیاؤں کا بھی قائل تھا اور وہ کافرانہ عقائد رکھتا تھا۔(30)

مشہور طبیعی عالم گلیلیو (Galilio) کو بھی مسیحی عقائد سے اختلاف کرنے کے جرم
میں موت کی سزا دی گئی۔ وہ سورج کے گرد زمین کے گھومنے کا قائل تھا۔(31)

1656ء میں ایک مسیحی فرقہ "The Society of Friends" جس کے
ارکان کوئیکر (Quaker) کہلاتے تھے۔ اس فرقہ کے رہنما جیمز نیلر (James
Naylar) پر یہ الزام تھا کہ وہ خود کو یسوع مسیح کہتا تھا۔ اس جرم میں اسے انتہائی تشدد کا
نشانہ بنایا گیا۔ اسے قید کر دیا گیا۔ اسے آہنی شکنجوں سے کس کر باندھا گیا اور بے تحاشا
کوڑے برسائے گئے۔ اس کی زبان میں سوراخ کیے گئے۔(32)

جان بڈل (John Biddle) میں ایک مسیحی فرقہ کا بانی تھا۔ اسے توہین
مذہب اور کفریہ عقائد رکھنے کے جرم میں قید کر دیا گیا۔ وہ 1662ء میں جیل ہی میں
وفات پا گیا۔(33)

1676ء میں ایک کسان جان ٹیلر پر توہین مذہب اور توہین یسوع مسیح کے

الزام میں مقدمہ چلایا گیا۔ ججوں کے ایک بنچ نے یہ مقدمہ سنا۔ اس مقدمہ نے برطانوی عدالتوں کے اختیارات کو وسعت دی۔ اس سے پہلے "بلاس فیمی" کے مقدمات میں سزا دینا صرف مذہبی عدالتوں کو اختیار حاصل تھا۔ اب یہ اختیار عام عدالتوں کو بھی مل گیا۔ چیف جسٹس میتھیو (Mathew Hale) نے اس مقدمہ کے فیصلہ میں لکھا کہ صرف مذہبی عدالتیں ہی توہینِ مذہب کے مرتکبین کو سزا نہیں دے سکتیں بلکہ ملک کی دوسری عدالتوں کو بھی یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ایسے مقدمات سنیں اور سزائیں دیں۔ اس نے فیصلے میں لکھا:

> "..........that the secular Courts had jusrisdiction of blasphemy and could punish blasphermus, because Christia- nity is part of the law of land and the State has to prevent dissolution of Government and religion."(34)

لادینی عدالتوں کو بھی توہین مذہب کے مقدمات میں اختیارات سماعت حاصل ہیں اور وہ توہین مذہب کے مرتکبین کو سزا دے سکتی ہیں۔ اس لیے کہ مسیحیت ملکی قانون کا حصہ ہے اور ریاست پر لازم ہے کہ وہ حکومت اور مذہب کو تباہ ہونے سے بچائے۔

1729ء میں کورٹ آف ایکس چیکر (Court of Exchequera) نے یہ قرار دیا کہ یسوع مسیح کے کردار، یسوع مسیح کی تعلیمات اور بائیبل کے خلاف بات کرنا اور ان پر تنقید کرنا جرم ہے۔(35)

1812ء میں لندن کے مضافاتی علاقے کے ایک کتب فروش ڈینیل آئزک کو آہنی شکنجے میں کس دینے اور اٹھارہ ماہ قید کی سزا کا حکم سنایا گیا۔ اس پر الزام تھا کہ

اس نے بائیبل کی کہانیوں پر تنقید کو شائع کیا تھا۔ اس مقدمہ کے فیصلے میں عدالت نے لکھا:

> "..........the Christian religion is the law of land, and must be protected as the law."
> (36)

مسیحی مذہب ملکی قانون ہے اور ملکی قانون کی طرح اس کا تحفظ بھی ضروری ہے۔

برطانوی بادشاہ ولیم سوم (King William III) کے زمانہ میں ایک قانون منظور کیا گیا جس کا نام یہ تھا:۔ An act for the more effectual suppression of Blasphemy and profanencess اس قانون کے تحت مسیحیت کے بنیادی عقائد اور اصولوں سے اختلاف کرنا، مسیحیت کو سچا مذہب تسلیم کرنے سے انکار کرنا، قدیم اور نئے عہد ناموں کو سچا نہ ماننا، خدا کی توہین کرنا اور ریاست کے امن کو تباہ کرنا جرم قرار دیا گیا تھا۔ اس قانون میں یہ لکھا تھا کہ اگر کوئی شخص ان جرائم میں سے کسی جرم کا پہلی مرتبہ ارتکاب کرے گا تو اسے ہر قسم کے عہدہ اور ملازمت کے حق سے محروم کر دیا جائے گا۔ اگر دوسری مرتبہ اس جرم کا ارتکاب کرے گا تو عدالت میں مقدمہ کرنے، دفاع کرنے، پیش ہونے یا کسی اور اقدام کے حق سے محروم کر دیا جائے گا اور اسے تین سال قید کی سزا بھی دی جائے گی۔(37)

مغرب میں چرچ جوں جوں کمزور ہوتا گیا اور ریاست کے اختیارات بڑھتے گئے توں توں مذہب کے تحفظ میں کمی ہوتی چلی گئی۔ آزادی اظہار رائے کے نعرے نے مذہبی عقائد کی اہمیت کم کی۔ ٹائن بی (Tyne B) نے لکھا ہے کہ شاہ ایڈورڈ چہارم کی دوسری کتاب عبادت میں یہ دعا کی گئی تھی کہ خدا ہمیں اس بشپ سے نجات دلائے۔ اس دعا میں بشپ کے بارے میں بُرے الفاظ استعمال کیے گئے تھے، جن کا ذکر ٹائن بی

نے تو کیا ہے لیکن اس مضمون میں وہ الفاظ حذف کیے جا رہے ہیں۔ ملکہ الزبتھ کے عہد میں جو کتاب تیار ہوئی اس میں یہ تکلیف دہ دعا حذف کر دی گئی تھی لیکن اصل جذبہ نفرت بدستور باقی رہا۔(38)

یورپ میں چرچ کے زوال کے اسباب کچھ بھی ہوں لیکن چرچ اور پادریوں کے خلاف ردِعمل کے طور پر مغرب میں فرد کی آزادی کو بے لگام اور انتہا تک پہنچا دیا گیا۔ اظہارِ رائے کی آزادی ایک مقدس چیز ٹھہری۔ آج وہاں توہینِ مذہب اس وقت قابلِ تعزیر جرم بنتا ہے جب اس سے امن عامہ کو کوئی خطرہ لاحق ہوتا۔ اگر مذہب کی توہین سے امن عامہ قائم رہتا ہے تو برطانیہ کا قانون حرکت میں نہیں آتا۔ آج وہاں اظہارِ رائے میں آزادی کا حق اتنا طاقتور ہو چکا ہے کہ کوئی شخص بھی مذہبی بنیادی عقیدہ سے متعلق اپنی رائے دے سکتا ہے شرط صرف یہ ہے کہ اس کا انداز فحش نہ ہو اور وہ معاشرے کے امن کو نقصان نہ پہنچائے۔

1883ء میں برطانیہ کے لارڈ چیف جسٹس نے یہ فیصلہ دیا کہ آزادی اظہار ہر قسم کی قانونی کارروائی سے مستثنیٰ ہے، یہاں تک کہ مسیحیت کے بنیادی عقائد پر تنقید بھی قانون کی گرفت سے باہر ہے۔(39)

لارڈ چیف جسٹس کے اس فیصلہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ مغرب میں مذہب کی تقدیس کا جو تھوڑا بہت بھرم قائم تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔ اظہارِ رائے اور پریس کی آزادی کے نام پر مذہب کے تقدس کی دھجیاں بکھیری جانے لگیں۔

اب مغرب کے لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ مسیحیت کو کسی قانونی تحفظ کی ضرورت نہیں ہے۔ مسیحی مذہب تعزیری سزاؤں کے بغیر زندہ رہنے کے قابل ہے۔ خدا اپنی عزت کا تحفظ خود کر سکتا ہے۔ وہ اپنی حفاظت کے لیے ہر قانون بناتے ہیں لیکن مذہب کی حفاظت کے لیے کسی قانون کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ فرد کی آزادی اور

مذہب کے تحفظ سے متعلق یہ مغربی نظریہ انسانی فطرت کے اتنا خلاف تھا کہ آج فرد کی ہر خواہش کی تکمیل کو آزادی اور بنیادی حق قرار دیا جاتا ہے۔ مغرب کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہاں کوئی چیز بھی مقدس نہیں رہی۔ مارٹن سکارسیر نے "The Last Temptation of Christ" (مسیح کی آخری آزمائش) نامی ایک فلم بنائی۔ لاانجلز فلم ٹیچرز ایسوسی ایشن نے اس فلم کو پیش کرنے پر پروڈیوسر کو ایوارڈ سے نوازا۔ مارٹن نے کہا کہ اس نے کوئی غلط کام نہیں کیا بلکہ مسیح کی زندگی کے عام انسانی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ اس فلم میں پروڈیوسر نے مسیح اور مریم مگدلینی کے جنسی مراسم اور عریاں مناظر پیش کیے تھے۔(40)

1883ء میں لارڈ چیف جسٹس اظہارِ رائے اور پریس کی آزادی کو مذہب پر مقدم کرنے کا جو فیصلہ دیا تھا اس کے اثرات بعد میں تمام مقدمات پر پڑے۔ اور یہ فیصلہ بطور نظیر (Precedent) خوب استعمال ہوا۔ اب مغرب میں مذہب کے تحفظ سے زیادہ پریس کی آزادی کو تحفظ حاصل ہے اور مذہب کی سالمیت سے زیادہ معاشرے کے امن و امان کو قانونی ضمانت مہیا ہے۔ توہینِ مذہب کے مقدمات میں اب اگر کوئی سزا دی جاتی ہے تو بہت معمولی۔ برطانوی قانون کے مطابق "بلاس فیمی" کا جرم کرنے پر مجرم کو سزا دینے میں عدالت صوابدیدی اختیارات رکھتی ہے۔ وہ چاہے تو مجرم کو قید کی سزا دے یا اسے جرمانہ کی سزا دے اور سزا کی مقدار کا تعین بھی عدالت پر چھوڑ دیا گیا ہے۔(41)

1911ء میں ایک شخص ہیری بٹلر کو تین ماہ قید سنائی گئی۔ چیف کمشنر آف پولیس نے فیصلہ میں لکھا کہ ملزمہ کو توہینِ مذہب کی بنا پر سزا نہیں دی گئی بلکہ اس لیے سزا دی ہے کہ اس کے اس اقدام سے امن عامہ کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا۔(42)

1912ء میں سٹیورٹ اور ولیم گوٹ نامی دو افراد کو توہینِ مذہب کے جرم میں

بالترتیب تین اور چار ماہ قید کی سزائیں سنائی گئیں۔ اس مقدمہ کے بارے میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے برطانیہ کے ہوم سیکرٹری نے ہاؤس آف کامن میں کہا تھا کہ ان مجرموں کو اپنے خیالات کا اظہار کرنے کے لیے جارہانہ انداز اختیار کرنے کی بنا پر سزا دی گئی ہے کیونکہ مجرم یہ جانتے تھے کہ ان کے اس جارحانہ انداز سے امن عامہ میں نقص پیدا ہو سکتا ہے۔(43)

توہینِ مسیح، توہینِ تثلیث اور توہینِ مذہب پر سزائے موت:

سکاٹ لینڈ پارلیمنٹ میں 1661ء اور 1695ء میں منظور کیے جانے والے قوانین کے تحت توہین مسیح اور توہین مذہب وغیرہ کی سزا موت تھی۔ ان قوانین کے تحت "بلاس فیمی" کے جرم میں سزائے موت پانے والے آخری مجرم کا نام "تھامس ایکن ہیڈ" تھا۔ یہ ایک طالب علم تھا جسے 1696ء میں سزائے موت دی گئی تھی۔ بعد میں "بلاس فیمی" جرم پر موت کی سزا کا قانون ختم کر دیا گیا اور مجرموں کو صرف جرمانہ اور قید کی سزائیں دی جانے لگیں۔ دوسری مرتبہ ارتکابِ جرم پر مجرم کو کوڑے بھی مارے جاتے۔ بعد میں کوڑے مارنے کی سزا بھی ختم کر دی گئی اور توہین مذہب کے مجرم کو جرمانہ اور قید کی سزا کا قانون نافذ کر دیا گیا۔(44)

جرمنی کے قوانین میں بلاس فیمی کے مجرم کو ایک سے تین دن تک قید کی سزا ہے۔ اس میں بھی یہ ضروری ہے کہ مجرم نے توہینِ مذہب کا ارتکاب سرِعام کیا اور اندازِ فحش اور بیہودہ ہو۔(45)

آسٹریا میں چھ ماہ سے دس سال تک قید کی سزا دی جاتی ہے۔(46)

ماضی میں امریکہ میں بھی توہین مذہب کا مجرم سزائے موت پاتا تھا۔ مثلاً امریکی ریاست ورجینا میں سترہویں صدی میں یسوع مسیح اور تثلیث کی توہین پر

سزائے موت کا قانون نافذ تھا۔ یہ قانون 1611ء میں بنا۔ برطانیہ کی طرح امریکہ میں بھی صرف مسیحیت ہی کو قانونی تحفظ حاصل ہے۔ 1811ء میں نیویارک کے ایک مقدمہ People V. Ruggles میں عدالت نے قرار دیا تھا کہ امریکہ میں صرف مسیحی مذہب کو تحفظ حاصل ہے اور صرف مسیحی مذہب کی توہین کرنے والا جرم کا مرتکب ٹھہرے گا۔(47)

مغربی معاشرہ جس طرح مذہب سے دور ہوتا چلا جارہا تھا اس کا اظہار عدالتی فیصلوں سے بھی ہوا۔ 1825ء میں مسٹر جیفرسن نے قرار دیا تھا کہ مسیحیت ملکی قانون کا حصہ نہیں ہے اور مذہب یا لادینیت دونوں ہی حکومت کے دائرہ کار سے تعلق نہیں رکھتے۔(48)

برطانیہ کے لارڈ چیف جسٹس نے پریس کی آزادی کو مذہب پر مقدم کرنے کا جو فیصلہ 1883ء میں دیا تھا اس کے اثرات امریکی معاشرہ پر بھی پڑے۔ بلاس فیمی کے تمام مجرموں نے اس فیصلے کی رعایت سے فائدہ اٹھایا اور انہیں سخت سزائیں نہ دی گئیں۔ امریکی معاشرہ میں مذہب کا رتبہ اور فرد اور مذہب کے باہمی تعلقات میں ریاست کے کردار کی کیا نوعیت ہے۔ اس کی تشریح امریکی سپریم کورٹ نے ایک مقدمہ Abington School District V. Schempp. 1963 میں یوں کی ہے۔

> The place of religion in our society is an exalted one, achieved through a long tradition of reliance on the home, the Church and the inviolatable citadel of the individual heart and mind. We have come to recognize through bitter experience that it is not within the power of government to invade that citadel.... In that relationship

between man and religion, the State is firmly committed to a position of neutrality. (49)

ہمارے معاشرے میں مذہب کا مقام بڑا واضح ہے۔ جو ملک اور چرچ اور ہر فرد کے دل ودماغ کے مضبوط حصار پر اعتماد کی ایک طویل روایت سے حاصل ہوا ہے۔ ہم اپنے تلخ تجربات کے نتیجے میں یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس مضبوط حصار پر حملہ آور ہونا حکومت کے اختیارات میں شامل نہیں۔ انسان اور مذہب کے باہمی تعلقات میں ریاست اپنے غیر جانبدارانہ کردار پر مضبوطی سے قائم رہے گی۔

مارچ 2011ء میں جب امریکی ریاست فلوریڈا میں ایک پادری نے قرآن مجید کو جلا ڈالنے کی ناپاک حرکت کی تو اس کے خلاف دنیا بھر کے مسلمانوں نے بھرپور احتجاج کیا۔ اس موقع پر پاکستان میں امریکی سفیر کیمرون منٹر نے جو بیان دیا اس سے اب بات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امریکہ میں مذہب کے بارے میں وہاں کی پالیسی کیا ہے۔ کیمرون نے کہا: "یہ چند لوگوں کا ایک انفرادی فعل ہے جو امریکی روایات کے منافی ہے اور یہ افسوس ناک واقعہ اسلام کے لیے امریکی عوام کے احترام پر مبنی جذبات کی عکاسی نہیں کرتا۔ کسی بھی کتاب کو جان بوجھ کر تباہ کرنا ایک نفرت انگیز عمل ہے۔ مذہب اور اظہارِ رائے کی آزادی کے لیے امریکی عزم ہمارے ملک کے قیام کے وقت سے ہے اور یہ آئین میں ہے۔ ہم کسی بھی صورت میں مذہبی عدم رواداری کو مسترد کرتے ہیں۔" (50)

اب صورتِ حال یہ ہے کہ امریکی عدالتوں میں توہینِ مذہب کا کوئی مقدمہ دائر نہیں ہوتا۔ یورپ کی طرح امریکی عوام نے بھی یہ یقین کرلیا ہے کہ خدا مسیح اور مسیحیت کے تحفظ کے لیے قانون کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی خدا اور یسوع مسیح ایسے تحفظات کے محتاج ہیں۔ اگرچہ یورپ کی طرح امریکہ کا قانون بھی توہینِ مذہب کے مجرموں کے لیے

ماضی کی نسبت سخت نہیں رہا، اس کے باوجود امریکی عوام مسیحیت، یسوع مسیح، صلیب اور بائبل وغیرہ کی توہین وتضحیک پر اپنے غم وغصہ کا بھرپور اظہار کرتے ہیں اور اپنے مذہب کی توہین وہتک برداشت نہیں کرتے۔ ذیل میں چند واقعات بطور مثال ذکر کیے جاتے ہیں۔ ان سے یہ بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مغرب میں آزادیٔ اظہارِ رائے کے نام سے کس طرح مذہب اور اس کے شعائر کا مذاق اڑایا جارہا ہے۔

1988ء میں "The Last Temptation of Christ" (مسیح کی آخری آزمائش) نامی ایک فلم امریکی سینماؤں میں پیش کی گئی۔ اس میں مسیح اور مریم مگدلینی کے جنسی مراسم اور عریاں مناظر پیش کیے گئے اور دکھایا گیا کہ یسوع مسیح نے صلیب پر جان نہیں دی تھی بلکہ انہوں نے شادی کی اور ایک بھرپور زندگی گزاری تھی۔ مسیح اور مریم مگدلینی کے جنسی تعلقات اور عریاں مناظر تو شائد امریکی عوام کے نزدیک قابل اعتراض نہ ہوں۔ لیکن یسوع مسیح کا صلیب پر جان نہ دینا اور ان کا شادی کرنا اس فلم کے مناظر میں شامل تھا۔ ایسے مناظر مسیحی عقائد کے خلاف تھے لہٰذا اس فلم کے خلاف عوامی ردِ عمل سامنے آیا۔ پورے امریکہ میں اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہوئی۔ جن سینماؤں میں یہ فلم نمائش کے لیے پیش گئی تھی ان کا گھیراؤ کیا گیا اور دائمی بائیکاٹ کرنے کی دھمکیاں دی گئیں۔ (51)

مشہور امریکی گلوکارہ میڈونا پر ایک گانا "Like a prayer" فلمایا گیا۔ اس میں چرچ اور صلیب جیسے مسیحی شعائر کے تقدس کے منافی بعض مناظر فلم بند کیے گئے تھے۔ جب یہ گانا مارکیٹ میں آیا تو اس کی مخالفت کی گئی۔ میڈونا کو عوامی غیظ وغضب کا سامنا کرنا پڑا۔ مشروبات کی ایک کمپنی میڈونا کو اپنے ٹیلی ویژن کے اشتہارات میں بطور ماڈل دکھایا کرتی تھی۔ اس کمپنی پر عوام اور مختلف اداروں کی طرف سے اس قدر دباؤ ڈالا گیا کہ کمپنی نے میڈونا کو اپنے اشتہارات میں بطور ماڈل دکھانا بند کردیا۔ (52)

مارچ 1993ء میں امریکہ کی ریاست ٹیکساس کے ایک شخص ڈیوڈ کوریش نے خود کو یسوع مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس خود ساختہ مسیح کے خلاف ریاستی پولیس نے مسلح کارروائی کی۔(53)

ٹیکساس ہی میں اسی سال واکو شہر کے قریب ایک اور شخص نے یسوع مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کا نام ورنن ہاول تھا اور "ڈیویڈین" نامی فرقہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس جھوٹے یسوع کے خلاف بھی پولیس نے کارروائی کی۔ ایک زبردست پولیس مقابلے میں چار وفاقی سرکاری ایجنٹوں سمیت چھ افراد مارے گئے۔(54)

پاکستان کے بہترین ہمسایہ ملک چین میں اظہارِ رائے کے حق سے متعلق ان کا اپنا قانون ہے لیکن احترام مذہب کے حوالے سے حق اظہارِ رائے کے غلط استعمال پر چینی حکومت راست اقدام کرتی ہے۔ چین میں دو افراد کے لیے (Ke Le) اور سانگ یا (Sang Ya) نے ایک کتاب "جنسی عادات" لکھی۔ اس کتاب میں جو کچھ لکھا گیا وہ سب کا سب یورپ اور امریکہ کے ان رسالوں اور کتابوں سے نقل کیا گیا تھا جنہیں لکھنے والے یہودی اسلام دشمن کمیونسٹ اور دہریے تھے۔ اس کتاب میں حج، نماز، مساجد اور دیگر اسلامی عبادات و شعائر کو جنسی کا رنگ دے کر جسمانی تلذذ کا ذریعہ بنایا گیا۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ مارچ 1988ء میں شنگھائی کلچرل پبلیشنگ ہاؤس نے شائع کی۔ لیکن عام طور پر مسلمانوں کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ زوانگ پبلیشنگ ہاؤس نے اسے دوبارہ شائع کیا۔ مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہوا۔ چینی مسلمانوں کا پہلا مظاہرہ اپریل 1988ء کے وسط میں گانسو صوبے میں ہوا۔ تیان من چوک میں مسلم خواتین نے مظاہرہ کیا جو حجاب میں تھیں اور اللہ اکبر کے نعرے لگا رہی تھیں۔ 12 مئی 1988ء کو ظہر کے بعد صوبہ گانسو کے شہر لانزاؤ کے مرکزی چوک میں دس ہزار سے زیادہ مسلمانوں نے مظاہرہ کیا۔ ان مظاہرین کی اکثریت نوجوان طلباء و طالبات پر مشتمل تھی۔ چینی حکومت نے اس بات کا سختی

سے نوٹس لیا۔ لانزہاؤس میں پارٹی کے ڈپٹی سیکرٹری لی کیجان نے عید الفطر (8 مئی 1988ء) کے فوراً بعد مسلمان لیڈروں سے گفت و شنید کی اور باقاعدہ اظہارِ تاسف کے بعد معافی مانگی۔ اس کتاب کی ترسیل اور فروخت روک دی گئی۔ کتاب کو ضبط کر لیا گیا۔ یہ اعلان کیا گیا کہ مسلمانوں کے مطالبے کے مطابق تمام نسخوں کو جمع کر کے نذرِ آتش کر دیا جائے گا۔ آئندہ سے اس کتاب کا رکھنا جرم قرار دیا گیا۔ ضبطی کے احکام میں لکھا گیا کہ یہ کتاب پبلیکیشن کے قوانین اور مذہب کے سلسلے میں حکومتِ چین کی پالیسی کے منافی ہے۔(55)

ریاست سے غداری کی سزا موت:

موجودہ زمانے میں ریاست انسانی معاشرے کا سب سے زیادہ بااختیار ادارہ بن چکا ہے۔ ریاست کی حاکمیت اعلیٰ کا انکار اور اس سے عدم وفاداری ریاست کی توہین کے مترادف ہے جسے سیاسی اصطلاح میں ریاست سے غداری کہا جاتا ہے۔ دنیا کے ہر دستور میں ریاست سے وفاداری ہر شہری کا بنیادی فرض قرار دیا گیا ہے اور ریاست سے غداری کی سزا موت ہے۔ مثلاً برطانیہ میں غداری سے متعلق جتنے بھی قوانین آج نافذ ہیں جن کے تحت ریاست سے غداری کی سزا پھانسی پر لٹکا دینا ہے وہ سب 1795، 1702، Treason Acts 1352 پر انحصار کرتے ہیں۔ بعد میں ان قوانین میں Law Commission 1977 کے اصلاحات بھی کی گئیں۔(56)

امریکہ میں 1790ء کے ایکٹ کے تحت بغاوت کی سزا پھانسی تھی لیکن خانہ جنگی (Civil War) کے بعد اس میں ترمیم کر کے صرف موت کی سزا رکھی گئی۔ اس کے ساتھ ہی عدالتوں کو یہ صوابدیدی اختیار دے دیا گیا کہ وہ مجرموں کو موت کے بجائے قید بامشقت کی سزا دے دیں جو پانچ سال سے کم نہ ہو اور جرمانہ کی سزا دیں۔(57)

سربراہِ مملکت کی توہین پر سزائے موت:

کئی ممالک کے دساتیر میں یہ ہے کہ مملکت کے سربراہ کی توہین کرنا ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا موت ہے۔ ہلسبری لاز آف انگلینڈ (Halsbury's Laws of England) میں ہے کہ برطانیہ کے بادشاہ اس کے تخت کے وارث بڑے بیٹے اور ملکہ کو غداری سے متعلق قانون (Law of Trdason) کے تحت تحفظ حاصل ہے۔ بادشاہ سے جنگ کرنا، اس کے دشمنوں کی مدد کرنا، بادشاہ، ملکہ اور اس بڑے بیٹے اور وارث کی موت کا باعث بننے کو غداری کا جرم قرار دیا گیا ہے۔ برطانوی قانون میں غداری کی سزا موت ہے۔(58)

عراق میں 1982ء کے ایک قانون کے تحت صدر اور اعلیٰ سرکاری حکام کی شان میں گستاخی کرنے والے کسی بھی شخص کو موت کی سزا دی جاسکتی ہے۔ عراقی آئین کے آرٹیکل 206 کے تحت جن بارہ موضوعات پر لکھنا قطعی ممنوع ہے ان میں صدر عراق کی ذات سرفہرست ہے۔(59)

سویڈن کے دستور کے آرٹیکل 55 اور نیدرلینڈ کے دستور کے آرٹیکل 3 کے تحت بادشاہ کو ایک مقدس شخصیت قرار دیا گیا ہے۔ بادشاہ یا کسی دوسرے شاہی فرد کی اہانت قابلِ تعزیر جرم ہے۔ بادشاہ کا کوئی بھی اقدام ہر قسم کی چارہ جوئی سے بالاتر ہے۔ (60)

اسی طرح سپین کے دستور کے آرٹیکل 8 کے تحت سپینی بادشاہ کو مقدس کہا گیا ہے اور تمام سپینی باشندوں پر اس کی عزت کرنا لازم ہے۔(61)

آئین کی توہین پر سزائے موت:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا آئین منسوخ کرنے یا منسوخ کرنے کی کوشش یا

سازش تیار کرنے، اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے یا ایسا کرنے کی کوشش یا سازش تیار کرنے کے لیے غیر دستوری طریقے سے طاقت کا استعمال کرنے یا طاقت کا مظاہرہ کرنے کا اقدام غداری قرار دیا گیا ہے اور ان تمام کاموں کی مدد و اعانت بھی جرمِ غداری ہے۔ آئینِ پاکستان 1973ء کے آرٹیکل 6 کے الفاظ یوں ہیں:

> 6 .**High treason** — (1) Any person who abrogates or attempts or conspires to abrogate, subverts or attempts or conspires to subvert the Constitution by use of force or show of force or by other unconstitutional means shall be guilty of high treason.
>
> (2) Any person aiding or abetting the acts mentioned in clause (1) shall likewsie be guilty of high treason.
>
> (3) [Majlis-e-Shoora (Parliament)] shall by law provide for the punishment of persons found guilty of high treason.

عدالت کی توہین پر سزا:

دنیا کے تمام ممالک میں عدالتوں کو دستوری و قانونی تحفظ حاصل ہے، اور عدالت کی توہین قابلِ تعزیر جرم ہے۔ برطانیہ کے قانون توہینِ عدالت (Contempt of Court Act 1981) کی دفعہ 14 کے تحت توہین عدالت کے مرتکب کو زیادہ سے زیادہ دو سال تک قید کی سزا اور پانچ سو ڈالر تک جرمانہ ہوسکتا ہے۔(62)

امریکی قانون کے تحت عدالت کا جج توہین عدالت کے مرتکب کو کمرۂ عدالت میں موقع پر ہی سزا سنانے کے وسیع اختیارات رکھتا ہے۔(63)

بھارتی دستور کے آرٹیکل 142 (2) کے تحت سپریم کورٹ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ توہینِ عدالت کے مرتکب کو سزا دے۔ پاکستانی آئین کے آرٹیکل 204 کی رو سے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس کو اختیارات حاصل ہیں کہ وہ عدالت کی توہین کرنے والے شخص کو سزا دیں۔ "ریاست بنام مجیب الرحمن شامی وغیرہ" مقدمہ میں لاہور ہائی کورٹ نے یہ قرار دیا کہ عدالت کی توہین ریاست کے خلاف ایک جرم ہے۔ (64)

ہتکِ عزت قابلِ تعزیر جرم:

ہر مذہب اور معاشرے میں انسان کی ذاتی عزت ایک محترم چیز ہوتی ہے۔ اسے قانونی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ ہر انسان کا یہ حق ہے کہ اس کی ذات کا احترام کیا جائے اور اس کی توہین نہ ہو۔ ہر مسلک کا آئین اپنے شہریوں کو یہ حق عطا کرتا ہے۔ ہتک عزت کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف تعزیراتی قوانین موجود ہوتے ہیں۔ ہتکِ عزت کے مرتکب کا فعل متاثرہ شخص کے لیے موجبِ اذیت بنتا ہے۔ اس فعل کے اذیت ناک ہونے کا انحصار معاشرے کے عرف اور عادات اور متاثرہ شخص کی معاشرتی حیثیت پر ہوتا ہے۔ جو شخص جتنی زیادہ معاشرتی حیثیت اور مقام و مرتبہ کا حامل ہوتا ہے، اس کے خلاف ہتک عزت کا فعل اتنا ہی زیادہ اذیت ناک ہوتا ہے۔ متاثرہ شخص کو جتنی زیادہ اذیت اور اس کے معاشرتی وقار کو نقصان پہنچا ہو مجرم کو اتنی ہی زیادہ سخت سزا دینے کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔

برطانوی قانون میں ہتکِ عزت کی تعریف یوں کی گئی ہے:

A statement is defamatory of the person of whom it is published if it tends to lower him in the estimation of right thinking members of society or if it exposes him to public hatred, contempt or ridicule or if it causes

him to be shunned or avoided. (65)

کسی شخص کے بارے میں شائع ہونے والا ایسا ہر بیان توہین آمیز ہے جو اسے معاشرے کے سلیم سوچ رکھنے والے افراد کی نظروں سے گرا دے، یا اس کے باعث اسے عوامی نفرت، حقارت یا تمسخر کا سامنا کرنا پڑے یا ایسا بیان عوام کی جانب سے اسے نظر انداز کیے جانے کا باعث بنے۔

برطانیہ کا قانون نہ صرف زندہ بلکہ فوت شدہ شخص کی ہتک عزت کو بھی جرم قرار دیتا ہے۔ ہلسبری لاز آف انگلینڈ میں لکھا ہے کہ کسی مردہ شخص کے بارے میں ایسی توہین آمیز تحریر کے خلاف فوجداری کارروائی ہو سکتی ہے جو اس ارادے یا ممکنہ طور پر اس رجحان کے ساتھ شائع کی گئی ہو کہ مردہ شخص کے زندہ رشتہ داروں کی شہرت کو نقصان پہنچے اور ان کی زندگی کا مقصد انتقام لینا یا نقصِ امن کا باعث بن جائے۔ (66)

ہتکِ عزت کے مجرم کو برطانوی قانون کے تحت دو سال تک قید یا عدالت کی طرف سے عائد کردہ جرمانہ یا دونوں سزائیں اکٹھی دی جاسکتی ہیں۔ (67)

کسی شخص کی معاشرتی عزت و شہرت کا تعین کرنے کے لیے کیا معیار اور طریقہ ہونا چاہیئے۔ اس کی وضاحت لارڈ ڈیننگ (Lord Denning) نے ایک مقدمہ A.C. 1990 Plate Films Ltd. V. Speidal 1961 کے فیصلہ میں یوں کی ہے۔۔

"کسی آدمی کے کردار اور شہرت کا تعین کرنے کے لیے تمہیں ان لوگوں کو بلوانا ہوگا جو اسے جانتے ہوں اور اس کے ساتھ معاملات کرتے رہے ہوں۔ کیونکہ ایسے لوگ ہی مضبوط بنیاد فراہم کر سکتے ہیں جس پر اس آدمی کے کردار کی عمارت کھڑی کی

جائے گی۔"(68)

لہٰذا انگریزی قانون میں یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ کسی شخص کی نیک نامی، شہرت اور عزت کا اندازہ ان لوگوں سے لگایا جائے گا جن کے ساتھ اس کا تعلق ہے اور اس معاشرے سے لگایا جائے گا جس میں وہ رہتا ہے۔ ہتکِ عزت کے مرتکب کی متاثرہ شخص کے معاشرتی مقام و عزت سے متعلق رائے کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ مثلاً وہ یہ کہے کہ میں اسے اس عزت کے قابل نہیں سمجھتا یا یہ اتنا صاحبِ عزت نہیں ہے۔ معاشرہ اور متعلقہ افراد کے ہاں اس شخص کا جو مقام و مرتبہ ہے وہی اس کی اصل عزت و شہرت ہوگی اور اسے ہی قانونی تحفظ حاصل ہوگا۔

مندرجہ بالا اجمالی بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ متعدد مذاہب و اقوام نے اپنے شعائر کو ان کی اہمیت کے اعتبار سے مقدس مانا اور ان کی تقدیس و حرمت برقرار رکھنے کے لیے سزائے موت سمیت مختلف سزائیں مقرر کیں اور کر رکھی ہیں۔ ہندو مت میں ویدوں کی توہین کرنے والا کافر قرار دیا گیا ہے اور اسے تباہ و برباد کرنے، قتل کرنے اور جلاوطن کر دینے کا حکم ہے۔ بدھ مت کے بانی مہاتما بدھ کے مجسمہ کی توہین پر سزائے موت کا قانون موجود ہے۔ برطانیہ میں صرف مسیحی مذہب اور اس کے بھی صرف انگلیکن مسیحی فرقہ کی توہین جرم ہے۔ یورپ میں توہین مسیح، توہین تشلیث اور توہین مذہب پر سزائے موت رہی ہے۔ لیکن جب انہوں نے مذہب کو اپنا اجتماعی مسئلہ کے بجائے ذاتی معاملہ بنا لیا اور مذہب کو چرچ تک محدود کر دیا تو اس کے اثرات مذہب کے ساتھ ان کے اجتماعی رویے پر بھی پڑے۔ اب فرد کی آزادی ہر چیز پر حاوی ہے لہٰذا جن چیزوں کی حرمت کو سب سے زیادہ اہم گردانتے ہوئے اس کی توہین پر سب سے زیادہ سخت سزا رکھی تھی۔ وہ سزا بھی مذہب سے تعلق میں کمزوری کے باعث کمزور اور کم ہوتی چلی گئی۔ کئی قوانین میں ریاست سے غداری کی سزا موت ہے۔ کہیں سربراہِ

مملکت کی توہین اور ریاست کے آئین کی توہین پر سزائے موت رکھی گئی ہے۔ ہتکِ عزت کو قابل تعزیر جرم بنایا گیا ہے۔

جیسا کہ اس مضمون کے شروع میں مدلل بیان کیا گیا کہ مسلمانوں کے ہاں ان کے پیغمبر ﷺ تمام چیزوں سے زیادہ انہیں عزیز و محبوب ہیں۔ ان کی عزت و حرمت کے مقابلے میں کسی دوسری چیز کی عزت و حرمت ہیچ ہے۔ اسلام میں رسول اللہ ﷺ کی حرمت سب سے زیادہ ہے، اس لیے اسلامی قانون میں آپ ﷺ کی اہانت کے جرم پر سزائے موت مقرر ہے۔

حواشی و حوالہ جات:

1۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان النذور، ج 3، صفحہ 569، مکتبہ تعمیر انسانیت، اُردو بازار لاہور، 1980ء۔

2۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول ﷺ من الایمان، ج 3، صفحہ 569، مکتبہ تعمیر انسانیت، اُردو بازار لاہور 1980ء۔

3۔ سنن نسائی، کتاب الایمان وشرائعہ، باب عقامۃ الایمان، ج 3، صفحہ 361، دارالاشاعت اُردو بازار کراچی۔

4۔0 ترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی فضل النبی ﷺ، ج 2، صفحہ 636، نعمان کتب خانہ اُردو بازار لاہور 1988ء۔

5۔ ستیارتھ پرکاش از رشی دیانند، مترجم چموپتی اے اے پرکاشک، صفحہ 297، مہاشیہ کرشن آریہ پرتی مدھی سبھا پنجاب گورودت بھون لاہور، تیرھواں ایڈیشن 1946ء۔ سوامی دیانند اور ان کی تعلیم از خواجہ غلام الحسنین پانی پتی، صفحہ، اورینٹل لائبریری پانی پت 9321، (بحوالہ منوسمرتی ادھیائے 2۔ شلوک 11)

6۔ سوامی دیانند اور ان کی تعلیم از خواجہ غلام الحسنین پانی پتی، صفحہ 213

7۔ سوامی دیانند اور ان کی تعلیم از خواجہ غلام الحسنین پانی پتی، صفحہ 214

8۔ ستیارتھ پرکاش از رشی دیانند، صفحہ 250

9۔ سوامی دیانند اور ان کی تعلیم از خواجہ غلام الحسنین پانی پتی، صفحہ 216

10۔ سوامی دیانند اور ان کی تعلیم از خواجہ غلام الحسنین پانی پتی، صفحہ 217

11۔ سوامی دیانند اور ان کی تعلیم از خواجہ غلام الحسنین پانی پتی، صفحہ 217

12۔ Khursheed Waris, "The Hidden Enemies of India: the devils indisguies." Warsi Publications 1124, p,1.B. Colony, Karachi, 1994

13۔ Khursheed Warsi, "The Hidden Enemies of India: the devils indisguies" page 19

14۔ منوسمرتی 282:8

15۔ روزنامہ جنگ لاہور 6-4-1990ء۔

16۔ Halsbury's Laws of England, Butterwords London 1976, 4th ed. Vol. 11, Page 576

17۔ The Everyman Encylopedia, edited by Andrew Boyle, London: Published by J.M. Dent, and Sons Ltd. And in New York by E.P. Dutton & Co. jan. 1993, Vol, Page 406

18۔ حوالہ بالا

19۔ Halsbury's Laws of England, Vol. II, Page 577

20۔ حوالہ بالا

21۔ روزنامہ جسارت کراچی 17-3-1989ء

22۔ Daily "Muslim" Islamabad, 10-4-1990

23۔ Time International, Feb. 1989

24۔ The Encyclopedia of America. Grolier Incorporated 1987. International Edition. Vol.2, Page 276

25۔ Halsbury's Laws of England. Vol.14, Page 163

26۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر از ابوالحسن علی ندوی، صفحہ 261

27۔ حوالہ بالا، صفحات 264-265

28۔ The Encyclopedia of Religion. Vol. 2, Page 241

29۔ روح اسلام از سید امیر علی۔ صفحہ 581

30۔ The Encyclopedia of Religion, Vol. 2, Page 241

31۔ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر از ابوالحسن ندوی، صفحہ 265

32۔ The Encyclopedia of REligion. Vol. 2, Page 241. Encyclopedia of Religion and Ethies. Charles Scribner's Sons. New York: Vol.2, Page 671

33۔ The Encyclopedia of Religion. Vol. 2, Page 241

34۔ The Encyclopedia of Religion. Vol. 2, Page 241

35۔ Encyclopedia of Religion and Ethics. Charles Scribner's Sons. New York: Vol.2, Page 671

36۔ Encyclopedia of Religion and Ethics, Vol.2, Page. 671

37۔ Twentieth Century Encyclopedia, 1905. Page 36

38۔ مطالعہ تاریخ از ٹائن بی، جے آرنلڈ۔ تلخیص ڈی سی سومرویل، مترجم غلام رسول مہر، مجلس ترقی ادب 2 کلب روڈ لاہور، حصہ دوم، صفحہ 44

39۔ The Encyclopedia of Religion. Vol. 2, Page 242

41۔ Halsbury's Laws of England. Vol. 1, Page 576

42۔ The Everyman Encyclopedia Vol.1, Page 407

43۔ The Everyman Encyclopedia Vol.1, Page 407

44۔ Twentieth Century Encyclopedia. Page 361. The New Encyclopedia Britannca. Vol. 2, Page 276

45۔ Encyclopedia of Religion and Ethics Vol. 2, Page 671

46۔ Encyclopedia of Religion and Ethics Vol. 2, Page 671

47۔ The Encyclopedia of Religion. Vol. 2, Page 242

48۔ The Encyclopedia of Religion Vol. 2, Page 242

49۔ An American Legal Almanac. Oceana Publications Dobbs Ferry, New York. 1978, Page 353

50۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور 23-3-2011

51۔ المذاہب، محمد اسلم رانا، ملک پارک شاہدرہ لاہور، شمارہ: اگست 1993، صفحہ 16۔ Daily "The Muslim" Islamabad. 16-2-1990

52۔ روزنامہ جنگ لاہور 11-9-1990، مشاہدات وتاثرات، از کوثر نیازی

53۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور 10-3-1993

54۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور 3-3-1993

55۔ Daily Newspaper Toranto Star 13-5-1989۔ ہفت روزہ "تکبیر" کراچی 20 جولائی 1989ء۔

56۔ A Dictionary of Criminology. Routledgd & Kegan Paul, London. Page 225, A Consise Dictionary of Law. Oxford University Press. 1984. Page 370

57۔ The Everyman Encyclopedia JM Dent & Sons Ltd. London. Melbourne Tronoto, 1978, Vol. 12, Page 30

58۔ Halsbury's Laws of England. Vol. 8, Page 581, Vol.

11, Page 478, Treason Act 1814

59۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور 12-7-1995

60۔ Peaslee, Constitutions of Nations. Vol. 3, Page 659, 848, 915

61۔ Peaslee, Constituions of Nations. Vol. 3, Page 812

62۔ Halsbury's Laws of England. Vol. 37, Page 697

63۔ Encyclopedia of American Constitution. Mc Millan Publishing Compnay, New York, 1986. Vol. 1, Page 493

64۔ PLD 1973 Lahore 27, DLD 1973 Lahore 37

65۔ Halsbury's Laws of England, Vol. 28, Page 22

66۔ Halsbury's Laws of England, Vol. 28, Page 5

67۔ Halsbury's Laws of England, Vol. 28, Page 138

68۔ Srivastare, A.S. Justice, Laws of Defamation and Malacious Prosecution. Law Publishing Allahabad India, 3rd Ed. 1987, Page 11

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم

ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی

چاروں فقہ حنفی، مالکی، حنبلی اور شافعی کا گستاخ رسول ﷺ کے واجب القتل ہونے پر اتفاق ہے اور اس اہم فیصلہ کو جہاں کتب فقہ میں دیگر فقہی مسائل کے بیان میں ذکر کیا گیا ہے وہاں اس مسئلہ پر چاروں فقہ میں مستقل کتابیں بھی لکھی گئی ہیں اُمت کے مختلف ادوار میں تقریباً ۱۳ کتب خاص اس مسئلہ پر لکھی گئی ہیں جن میں اکثر حنفی فقہا ہیں جنہوں نے اس مسئلہ کے اثبات میں کتب لکھیں۔ جبکہ آج اُمت مسلمہ کی گذشتہ پوری تاریخ میں کوئی ایک فقیہ بھی نہیں گذرے جنہوں نے اس موضوع پر کتاب لکھی ہو کہ گستاخ رسول ﷺ کی سزا قتل نہیں ہے۔

چونکہ آج کہا جارہا ہے کہ پاکستان میں نوے فی صد حنفی ہیں چنانچہ فقہ حنفی کے مطابق ناموس رسالت کے قانون کو بیان کیا جائے تو بطور خاص فقہ حنفی کے دلائل ملاحظہ کیجئے۔

1۔ فقہ حنفی کے بہت بڑے امام ابوالعباس احمد بن محمد ناطفی حنفی متوفی ۴۴۶ھ نے اپنی کتاب "اجناس ناطفی" میں لکھا ہے جسے دسویں صدی ہجری کے عظیم حنفی امام قاضی عبدالمعالی بن خواجہ بخاری نے اپنی کتاب فتاویٰ "حسب المفتین" میں ذکر کیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں۔

جب کسی نے رسول اللہ ﷺ کو یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو گالی دی اس کو حد کے لحاظ سے قتل کیا جائے گا اور اس کے لئے کوئی توبہ نہیں ہے خواہ اس گستاخ کو حراست میں لئے جانے کے بعد یا گواہی کے بعد توبہ کرے یا خود بخود توبہ کے لئے پیش ہو جائے اسے زندیق کی طرح ہر حال میں قتل کر دیا جائے گا کیونکہ یہ قتل اس گستاخ کی حد ہے پس توبہ سے ساقط نہیں ہوگی جیسا کہ آدمیوں کے باقی حقوق جس پر حق ہو اس کی توبہ سے ساقط نہیں ہوتے اور جیسا کہ حد قذف ہے (یعنی جیسا کسی نے کسی پاک دامن عورت پر برائی کا الزام لگایا اور پھر چار گواہ پیش نہ کر سکا تو اسے اسی کوڑے ضرور مارے جائیں گے وہ جتنی بار بھی توبہ کرے اس کو حد ضرور لگے گی)۔

2۔ امام عبدالمعالی بخاری نے یہاں تک لکھا:

"گستاخ کا مسئلہ عام مرتد جیسا نہیں ہے کیونکہ عام مرتد کا فعل اس کا انفرادی فعل ہے جس سے کسی آدمی کا کوئی حق متاثر نہیں ہوتا (لہٰذا اس کی توبہ قبول ہے مگر گستاخ کی توبہ قبول نہیں ہے کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا حق متاثر ہوا ہے) اسی لیے کسی نے حالتِ نشہ میں گستاخی کی پھر بھی اسے معاف نہیں کیا جائے گا اور حد کے لحاظ سے اسے بھی قتل کر دیا جائے گا۔"

امام عبدالمعالی بخاری نے لکھا:

ھذا مذھب ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنہ والامام الاعظم

(فتاویٰ حسب المفتین ورق 337، مخطوط)

"یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔"

نیز امام عبدالمعالی بخاری نے علامہ علم الھدی کی البحر المحیط سے نقل کیا ہے:

"جس بندے نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی یا آپ کی اہانت کی یا آپ کے دین، شخصیت یا اوصاف میں سے کسی وصف کو عیب والا بتایا خواہ یہ گالی دینے والا آپ کی امت سے ہو یا غیر۔ اہل کتاب سے ہو یا غیر۔ ذمی ہو یا حربی خواہ اس نے گالی اہانت، عیب کی بات عمداً قصداً کی ہو یا سہواً غفلت سے کی ہو۔ سنجیدگی سے کی ہو یا مذاق میں۔ پس اس نے ہمیشہ کا کفر کیا یعنی اگر وہ توبہ کرے تو کبھی بھی اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی نہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور نہ ہی بندوں کے نزدیک۔ متاخرین مجتہدین کے نزدیک بالاجماع اور اکثر متقدمین کے نزدیک شریعت میں اس کا حکم قتل ہے۔ بادشاہ یا اس کا نائب اس گستاخ کے قتل میں فریب کاری سے کام نہ لے اگرچہ اس گستاخ کو قتل کرنے کی پاداش میں بہت سے دینی مفادات بھی فوت ہو جائیں جیسا کہ قاضیوں والیوں اور سرکاری اہلکاروں کا قتل ہے پھر بھی بادشاہ اسے زندہ نہ چھوڑے اور اگر حکومت نے اسے زندہ چھوڑ دیا تو حکمران کفر پر راضی ہو گئے یعنی جو اس سے توہین کا صدور ہوا تھا یہ کفر ہے کفر پر راضی ہونے والا بھی کافر ہوتا ہے پس وہ کافر ہونگے۔"

(فتاویٰ حب المفتین ورق 337 مخطوط)

3۔ امام محمد بن محمد کردری حنفی متوفی 827ھ نے گستاخِ رسول ﷺ کی سزا کو ذکر

کرتے ہوئے لکھا:

"اسے حد کے طور پر قتل کر دیا جائے گا کیونکہ یہ حد ہے جو واجب ہو چکی ہے۔ تو توبہ سے ساقط نہیں ہوگی۔"

امام کردری نے مزید لکھا ہے:

"اسے محض مرتد پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ارتداد محض مرتد کا وہ انفرادی فعل ہے جس میں کسی آدمی کا حق متاثر نہیں ہوتا توہینِ رسالت سے جو مرتد ہوا اس میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا حق متاثر ہوا چنانچہ اس کے لئے توبہ نہیں ہے اسے مہلت نہیں دی جائے گی اسے قتل کر دیا جائے گا۔"

امام کردری نے یہ بھی لکھا یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ (فتاویٰ کردری مخطوط، ورق نمبر 337،336)

4۔ حضرت بلھے شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے شیخ حضرت شاہ عنایت قادری رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی 1148ھ نے لکھا ہے۔

"گستاخ رسول ﷺ کی سزا کے بارے میں جو ہم تک معتبر روایات پہنچی ہیں وہ فتاویٰ ذخیرہ میں ہیں۔ ان میں یہ ہے گستاخِ رسول ﷺ کوئی بھی ہو خواہ مسلمان ہو یا ذمی اس کی شرعی حد یہ ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا اور اس کے لئے توبہ کی گنجائش نہیں ہے۔"

حضرت شاہ عنایت قادری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ لکھا:

ھو مذھب ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ والامام الاعظم رحمۃ اللہ علیہ

(غایۃ الحواشی ورق 240)

"یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔"

5۔ حضرت امام ابن ہمام متوفیٰ 681 ھ نے اپنا موقف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اگر ذمی نے توہینِ رسالت کا اظہار کیا ہے اسے اس توہینِ کی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا اور اس کا عہد ٹوٹ جائے گا۔ (فتح القدیر جلد نمبر 5، صفحہ 303 مکتبہ حقانیہ پشاور)

6۔ حضرت ملا خسرو متوفی 885 ھ نے لکھا۔

جب کوئی مسلمان رسول اللہ ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی کو گالی دے تو اس کے لئے توبہ کی گنجائش نہیں ہے اور علماء کا اس بات پر اجماع ہے شاتمِ رسول ﷺ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے اس نے بھی کفر کیا۔

(درر الحکام فی شرح غرر الاحکام جلد نمبر 1 صفحہ 299)

7۔ امام بدر الدین حنفی عینی متوفی 885 ھ نے لکھا۔

توہین رسالت کی وجہ سے مومن کا ایمان نہیں رہتا تو ذمی کے لئے امان کیسے باقی رہ جائے گی کیونکہ مسلمان جب رسول اللہ ﷺ کو گالی دے تو کافر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر حاکم ایسا کرے تو اسے بھی قتل کر دیا جائے گا، جو ویسے ہی مجرم اور دین کا دشمن ہو یعنی ذمی اگر وہ توہین کرے تو اسے کیسے چھوڑ دیا جائے گا۔

(رمز الحقائق شرح کنز الدقائق جز اول صفحہ 258، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

8۔ امام عبداللہ بن محمد بن سلیمان حنفی المعروف بداماد آفندی متوفی 1078 ھ نے لکھا ہے۔

اگر کوئی مسلمان حضرت محمد ﷺ کی توہین کرے تو قتل اس کی شرعی حد ہے اس کے لئے توبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (مجمع الانہر جلد نمبر 1 صفحہ 677 دار احیاء التراث العربی)

9۔ امام حصکفی متوفی 1088 ھ لکھتے ہیں:

توہین رسالت کے جرم کی وجہ سے گستاخ کو حد کے طور پر قتل کر دیا جائے اور

اس کے لئے توبہ نہیں ہے۔ (در مختار جلد نمبر 13 صفحہ 43 دار الثقافہ والتراث شام)

10۔ امام شمس الدین محمد بن عبداللہ تمرتاشی متوفی 1004 ھ نے لکھا ہے۔

"جو مسلمان مرتد ہو جائے اس کی توبہ قبول ہے مگر توہین رسالت کی وجہ سے مرتد ہونے والے کی توبہ قبول نہیں ہے۔"

(تنویر الابصار جلد نمبر 13 صفحہ 43 دار الثقافہ والتراث دمشق)

11۔ امام خیر الدین رملی حنفی متوفی 1081 ھ لکھتے ہیں:

"جو توہین رسالت کی وجہ سے مرتد ہوا اس کا حکم باقی مرتدین جیسا ہے مگر اس کے لئے توبہ بالکل نہیں۔" (فتاویٰ خیریہ جلد نمبر 1 صفحہ 95)

قارئین دیکھیں، فقہ حنفی کے اتنے مستند آئمہ کی تصریحات بندہ نے اس حقیقت پر پیش کی ہے کہ گستاخِ رسول ﷺ واجب القتل ہے اور اس کے لئے توبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اگر کوئی مخالف یہ حقیقت تسلیم کرتا ہے کہ اس ملک میں 90 فی صد حنفی ہیں میں نے اس برصغیر کے حنفی فقہاء اور دیگر ممالک کے حنفی فقہاء سے یہ ثابت کیا ہے۔ فقہ حنفی میں گستاخِ رسول ﷺ کی سزا صرف اور صرف قتل ہے اور اس کے لئے توبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ یقیناً آج کے ان بزعم خویش دانشوروں سے پہلی صدیوں کے یہ فقہاء بہتر طریقے سے فقہ امام اعظم کو جاننے والے ہیں۔ اسی لیے امام شہاب الدین خفاجی نے واضح کرتے ہوئے کہ توبہ کے گستاخِ رسول ﷺ قتل سے نہیں بچ سکتا لکھا۔

هذا هو القول الصحيح عند ابی حنيفه والشافعی وغيرهما

(نسیم الریاض جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 279 دار الکتب العلمیہ)

"یہی وہ قول ہے جو امام ابوحنیفہ امام شافعی اور ان کے علاوہ آئمہ کے نزدیک صحیح ہے۔"

پاکستان میں فقہ حنفی کے مطابق ناموس رسالت کے قانون کی دلیل مانگنے والے یہ دلائل غور سے پڑھیں، بالخصوص پاکستان بھر پنجاب اور پھر لاہور کے سب سے بڑے حنفی فقیہ حضرت شاہ عنایت قادری متوفی 1148ھ (مدفون شارع فاطمہ جناح لاہور) جنہوں نے آج سے تقریباً تین صدیاں قبل غایۃ الحواشی کے نام سے کتاب لکھی جو عربی زبان میں ہے اور اس علاقے کی تاریخ میں جسے پاکستان کہا جاتا ہے اس میں فقہ حنفی کی سب سے پرانی، بڑی اور معیاری کتاب ہے اس کتاب میں ورق 240 پہ لکھا کہ گستاخ رسول ﷺ خواہ مومن ہو یا ذمی اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں اسے حد کے طور پر قتل کر دیا جائے گا۔ پھر اس کے تفصیلی دلائل ذکر کیے گئے ہیں۔

ان کی اس کتاب کا قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے۔ نیز اس کے دیگر بہت سے نسخے پاکستان اور افغانستان کی لائبریریوں میں موجود ہیں۔

بندہ ناچیز کے پاس اس کتاب کے 9 قلمی نسخوں کا عکس موجود ہے۔

تحفظ ناموس رسالت کے عجیب انداز:

اس فریضہ کی ادائیگی کا سلسلہ حیران کن ایمانی انداز میں جاری رہا۔

1۔ امام زیلعی نے واقدی کی کتاب الردۃ سے نقل کیا ہے عمان کے علاقے میں جب حضرت حذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ کے سامنے کچھ لوگوں نے توہین رسالت کی انہوں نے کہا تم مجھے میرے ماں باپ کی گالی دے لو مگر شانِ رسالت میں کچھ نہ کہو جب وہ باز نہ آئے تو حضرت حذیفہ جو اس علاقے کے گورنر تھے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر اس بات پر مطلع کیا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو شدید غصہ آ گیا آپ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دو ہزار کا لشکر بھیجا جنہوں نے ان کے خلاف جہاد کر کے ان کو شکست دی۔ وہ شکست کھا کے دوبارہ شہر میں داخل ہو گئے اور قلعے میں پناہ لی

صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک مہینے تک ان کا محاصرہ کیا۔ جب وہ مجبور ہو گئے تو صلح کی درخواست کی حضرت حذیفہ نے شرط لگائی کہ غیر مسلح ہو کر باہر آؤ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے قلعہ میں داخل ہو گئے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ان کے سرداروں میں سے ایک سو سرداروں کو قتل کیا۔ (نصب الرایہ جلد نمبر 3 صفحہ 425 دار الکتب الاسلامیہ لاہور)

2۔ امام شہاب الدین محمد بن احمد الشیہی متوفی 850ھ نے اپنی کتاب "المستطرف من کل فن مستظرف" کے پچھترویں باب کی دوسری فصل کے اختتام پر صفحہ 530 طبع قدیمی کتب خانہ صفحہ 689 طبع المختار" قاہرہ پہ لکھا ہے۔

"بحرین کے کچھ بچے ہاکی سے کھیل رہے تھے قریب ہی ایک پادری بیٹھا تھا گیند اس کے سینے کو جا لگی اس نے پکڑی کہ وہ گیند مانگنے لگے ان بچوں میں سے ایک نے کہا اگر تو ویسے نہیں دیتا تو ہم حضرت محمد ﷺ کے صدقے تجھ سے سوال کرتے ہیں ہماری گیند دے دے اس پادری نے گیند دینے سے انکار کیا اور رسول اللہ ﷺ کو گالی دے دی جوں ہی بچوں نے اس سے شان رسالت میں گالی سنی بچے ہاکیاں لے کر اس پر چڑھ گئے اور اس وقت تک مارتے رہے جب تک وہ لعنتی مر نہ گیا یہ کیس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس پیش کیا گیا۔ خدا کی قسم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی فتح اور مال غنیمت کے ملنے پر اتنے خوش نہیں ہوئے جتنے بچوں کے اس گستاخ پادری کو قتل کرنے پر خوش نظر آئے اور کہا "اب اسلام" غالب آ گیا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کے نبی ﷺ کو گالی دی گئی تو وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عشق کی وجہ سے غصے میں آ گئے پس غالب ہوئے اور کامیابی سے ہمکنار ہوئے چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پادری کے خون کو باطل قرار دے دیا۔"

قارئین دیکھئے یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان بچوں سے ناراض نہیں ہوئے کہ تم نے مجھ سے یا امیر بحرین سے پوچھے بغیر ہی ایسا کیوں کیا بلکہ ان کے اس عمل پر نہایت

خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اسے اسلام کا غلبہ کہا۔

3۔ حضرت امام قاضی محمد ابن ابی منظور انصاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی 337ھ جو عبیدی حکمرانوں کی طرف سے قیروان کے قاضی تھے۔ان کے پاس توہین رسالت کے مرتکب ایک یہودی کو پیش کیا گیا وہ اسے دیکھ کر جذبات کو کنٹرول نہ کر سکے اور عدالت ہی میں اسے مکے مار مار کر جان سے مار دیا۔(سیر اعلام النبلاء جلد نمبر 11 صفحہ 580 طبع دار الفکر)

4۔ حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی 581ھ میں بیمار تھے انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرمائی تو وہ آخری سانس تک افرنگیوں کے خلاف جہاد کریں گے اور بیت المقدس فتح کرنے کے لئے ہمت لڑا دیں گے اور پرنس ارناط صاحب کرک کو اپنے ہاتھوں سے قتل کریں گے کیونکہ اس نے عہد توڑا تھا رسول اکرم ﷺ کی توہین کی تھی۔ ابن کثیر نے لکھا ہے برنس ارناط نے مصر سے شام کی طرف جاتا ہوا مسلمان تاجروں کا ایک قافلہ لوٹا انہیں قتل کیا اور وہ قتل کرتے وقت کہہ رہا تھا کہاں ہیں تمہارے محمد (ﷺ) انہیں بلاؤ وہ تمہاری مدد کریں۔ 583ھ میں پرنس ارناط زندہ پکڑا گیا۔

سلطان نے اسے دعوت اسلام دی اس نے انکار کیا سلطان صلاح الدین ایوبی نے کہا ہاں میں رسول اللہ ﷺ کی امت کا بدلہ لینے کے لئے آپ ﷺ کا نائب بن کر آ گیا ہوں پھر تلوار مار کر اس کا سر قلم کیا اور ملوک کی طرف بھیجا اس نے توہین رسالت کی تھی میں نے اسے قتل کر دیا۔(البدایہ والنہایہ جلد نمبر 12 صفحہ 845،851 دار المعرفہ بیروت)

5۔ امام ابن حجر عسقلانی متوفی 852ھ نے اٹھارویں صدی ہجری کے حالات میں لکھا ہے۔

منگولوں میں سے کچھ عیسائی بن گئے ان کے پاس عیسائیوں اور منگولوں کے سردار آئے ہوئے تھے ان میں سے ایک نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں توہین کرنا

شروع کر دی وہاں ایک کتا باندھا ہوا تھا جب اس گستاخ نے زیادہ گستاخی کی تو کتا اس پر جھپٹ پڑا اور اسے خراش لگا دیے۔ پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے اسے کتے سے چھٹکارا دلوایا تو کسی نے ان میں سے کہا یہ کتے نے جو تجھے سزا دی ہے یہ حضرت محمد ﷺ کی جو تو نے توہین کی ہے اس کا نتیجہ ہے اس گستاخ نے کہا ہرگز ایسا نہیں ہے۔اس کتے میں غرور بڑا ہے اس نے مجھے اپنی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے پایا اس نے گمان کیا شاید میں اسے مارنا چاہتا ہوں (تو اس لیے اس نے مجھ پر حملہ کر دیا) پھر وہ گستاخی کرنے اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹا اور کافی کچھ کہا کتا دوبارہ جھپٹا اور اس گستاخ پادری کی گردن کو حلق کے نیچے سے پکڑا اور اس کا سر اتار دیا وہ اسی وقت مر گیا اس واقعہ کی وجہ سے تقریباً چالیس ہزار منگولوں نے کلمہ پڑھ لیا۔

(الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنہ جلد نمبر 3، صفحہ 118،129)

حدیث دل

جناب جسٹس میاں محبوب احمد (چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ)

دل کی بستی عجیب بستی ہے۔ یہاں ہر آن محبتوں کی دکان سجتی ہے۔ چاہتوں کے ارمان نکلتے ہیں۔ محبوبوں کی اداؤں پر جانیں نثار ہوتی ہیں۔ ادائیں بدل جائیں تو عشاق کی وفائیں بدل جاتی ہیں۔ ایک حسین بہت ہی مشتاق نگاہوں کو اسیر بنا لے تو ان میں باہم رقابت کی آگ بھڑک اٹھتی ہے مگر پوری کائنات میں ایک محبوب ایسا ہے جو سید خوباں شاہ محبوباں ہے، جس کے حسن و جمال میں تغیر و تبدل نہیں۔ کمال ہی کمال ہے۔ استقلال ہی استقلال ہے۔ وہ واحد حبیب ہے جس کے محب اس کے دیگر چاہنے والوں سے حسد و بغض نہیں، محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ من و تو کشتہ شان جمالیم کہتے ہوئے ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں۔ بقول علامہ اقبال

دل بہ محبوب حجازی بستہ ایم
زیں جہت با یک دگر پیوستہ ایم

وہ محبوب ازلی، حبیب ابدی، شاہد رعنا، مشہود جہاں آرا وہی ہے جسے زمانہ محمد عربی ﷺ کے نام سے یاد کرتا ہے۔ ہر ساعت ہر پل کروڑوں دل اس کی محبت میں ڈوب کر دھڑکتے اور کروڑوں لب اس کی مدح و ثناء میں کھلتے ہیں۔ زمان و مکان

کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں اس سراپا حسن وخوبی کا تذکرہ جمال نہ ہوتا ہو۔ ماضی و حال میں اس محبوب حجازی کے حوالے سے لکھا گیا لٹریچر گواہ ہے کہ وہی سرور آدمیت اور فخر انسانیت ہے۔

مستقبل کے مصنف اس گواہی کو مزید مضبوط کر دیں گے کیونکہ ہر آنے والا لمحہ ان کے لئے نیا فضل و کمال لے کر جلوہ گر ہوتا ہے۔ بلا وجہ زبانیں اس کی محبت کے گیت نہیں گاتیں اور بلا جواز نگاہیں اس کے تصور میں محو انتظار نہیں رہتیں۔ خالق کائنات نے صورت و سیرت میں اسے منتخب روزگار برگزیدہ ہستیوں پر بھی فضیلت دی ہے۔

فاق النبین فی خلق و فی خلق
و لم یدانوہ فی علم و لا کرم

اس پیکر جمال کا تذکرہ نور اگر اس کے وارفتگان اول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سنا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ کیوں صدیوں سے اس محبوب حجازی کی خاک رہ گزر آنکھوں کا سرمہ بنی ہوئی ہے اور کیوں دل ہائے عشاق ایک ہی سرمدی نغمہ بلند کر رہے ہیں۔

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

باب مدینہ علم سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا:

یقول ناعتہ لم اری قبلہ و لا بعدہ مثلہ

"ان کے جمال کی تعریف کرنے والا یہی کہے گا کہ آپ جیسا نہ پہلے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا جاسکے گا۔"

عم رسول سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

یا مخجل الشمس والبدر المنیر اذا

تبسم الشغر لمع البرق منه اضا

کم معجزات راینا منك قد بهرت

یا سید ذکره یشفی به المرضی

"اے سورج اور بدر منیر کو شرمندہ کرنے والے! تو جب مسکراتا ہے تو بجلی سی کوند جاتی ہے۔ ہم نے تیرے کتنے ہی معجزات دیکھے ہیں۔"

"تیرے ذکر ہی سے بیماریوں کو شفا ملتی ہے۔"

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تذکرہ جمال یوں فرماتی ہیں۔

لو ر این حسن محمد صلی اللہ علیه وسلم تقتلن انفسهن

"اگر مصر کی عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال کو دیکھتیں تو اپنے آپ کو قتل کر ڈالتیں۔"

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سر کٹاتے ہیں ترے نام پہ مردان عرب

(امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے لفظوں میں جمال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوں اظہار فرمایا۔

امین مصطفیٰ للخیر یدعو

کضوء البدر زایله الغمام

"آپ امین مصطفیٰ اور خیر کی طرف بلانے والے ہیں۔ آپ چاند کی

ایسی روشنی ہیں جس سے تاریکی چھٹ جاتی ہے۔"

حضرت عبداللہ رواحہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو اپنے انداز میں بیان فرمایا۔

لو لم تکن بیه ایات بینة

لکان منظره بنبیك بالخبر

"اگر آپ میں واضح معجزات نہ بھی ہوتے تو بھی آپ کے حسن و جمال کا نظارہ آپ کے نبی ہونے کی دلیل تھا۔"

ان تمام دلدادگان رسول کے ارشادات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کشتگان محبت نے کس کس انداز میں اپنے حبیب کو چاہا ہوگا۔

ایک سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وارفتگی ہی قابل دید ہے۔ ایک موقع پر جب کفار نے انہیں مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ ہوش آنے پر لوگوں نے انہیں کچھ کھلانا چاہا تو انہوں نے جواب دیا۔

للہ علی ان لا اذوق طعاما و لا اشرب شرابا حتی اری الرسول صلی اللہ علیه واله وسلم الرسول اللہ

"مجھے اس ذات خدا کی قسم، اس قت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ کچھ پیوں گا جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نہیں کر لیتا۔"

معنی حرفم کنی تحقیق اگر

بنگری با دیده صدیق اگر

قوت قلب و جگر گردد نبی

از خدا محبوب تر گردد نبی

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جہاں ہر دور اور ہر عہد میں اس محبوب کائنات

ﷺ کے حضور ان کے چاہنے والے عقیدت ومحبت کے گلاب پیش کرتے رہے، وہاں کبھی کبھی ان سے بغض اور ان کے دین سے عداوت رکھنے والے بیمار ذہن ان کی شان میں زبان طعن بھی دراز کرتے رہے۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ اوائل اسلام ہی سے اہانت رسول کے جرم قبیح کا ارتکاب کرنے والوں کو موت کی سزا دی جا رہی ہے۔ کرہ ارض پر جہاں بھی اسلامی حکومت قائم ہوئی، وہاں شاتم رسول کے لئے سزائے موت کا قانون رائج رہا۔ عہد رسالت، دور خلافت اور بعد میں مشرق ومغرب کی تمام اسلامی سلطنتوں میں گستاخی کرنے والوں کو ہمیشہ موت کی سزا دی جاتی رہی۔

برصغیر پاک وہند میں انگریز نے اپنے مفادات کے لئے مسلمانوں کا اپنے نبی ﷺ سے رشتہ کمزور کرنے کا شیطانی منصوبہ بنایا۔ فاقہ کش مسلم کے تن سے روح محمد ﷺ نکال دینے کی سازش کی اور رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیوں کا مذموم سلسلہ بھی شروع کرایا۔ انگریزی استعمار کے عہد میں جو تعزیرات بنائی گئیں، اس میں گستاخ رسول کے لئے سزا کا قانون نہ تھا اور وہی تعزیر پاکستان کے قیام کے بعد بھی جاری رہی۔

اور اب فیڈرل شریعت کورٹ کے تاریخی فیصلہ سے قانون تبدیل ہو کر اس جرم کے لئے سزائے موت مقرر کی گئی ہے۔ زیر نظر کتاب جناب قریشی صاحب کی سعادت ازلی کا ثبوت ہے جس میں انہوں نے توہین رسول کرنے والوں کے لئے سزائے موت کے قانون کو تاریخی حوالوں سے ثابت کیا ہے۔ یہ کتاب جمال رسول کا دلکش تذکرہ اور قانون توہین رسالت کا تاریخی مجموعہ ہے۔ ان اوراق میں انہوں نے ان بد باطن، دریدہ دہن لوگوں کا ذکر بھی کیا ہے جو اپنی دریدہ دہنی کے سبب مسلم حکومتوں یا مسلم عوام کے ہاتھوں موت کے گھاٹ اترے اور خوش بخت شخصیات کا حال بھی بیان کیا ہے جو گستاخان رسول کو واصل جہنم کرکے تختہ دار پر جھول گئے۔

اس کتاب کا مطالعہ مسلمانوں میں اپنے رسول کریم ﷺ سے سچی اور گہری وابستگی پیدا کرے گا اور دشمنان رسول کی سازشوں سے نپٹنے کے لئے انہیں تیار کرے گا۔ اپنے نبی ﷺ کی ذات سے کامل وابستگی کے بغیر دین کا دفاع ممکن نہیں، شاید اسی لئے مولانا احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا۔

دشمن احمد پہ شدت کیجئے
ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

عصر حاضر میں یہود وہنود کی بڑھتی ہوئی سازشوں کا تقاضا ہے کہ مسلمانوں میں فروغ عشق رسول کی زوردار تحریک برپا کی جائے۔ میں سمجھتا ہوں اس ضمن میں فاضل مصنف جناب اسماعیل قریشی کی تازہ تصنیف گراں قدر کردار ادا کرے گی۔ میری دعا ہے کہ اللہ کریم ان کی یہ مساعی اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو اپنی جان، مال، عزت، آبرو اپنے آقائے کریم ﷺ کے ناموس پر قربان کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ کیونکہ

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است
آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است

10 رمضان المبارک 1414 ہجری
22 فروری 1994ء

کیا یہ قانون آمر کا بنایا ہوا ہے؟

علامہ محمد خلیل الرحمن قادری

بعض عاقبت نااندیش یہ کہہ رہے ہیں کہ سلمان تاثیر نے توہین ناموس رسالت کے قانون کو اس لیے کالا کہا تھا کہ یہ قانون ایک آمر کے دور حکومت میں بنایا گیا اور یہ انسانوں کا بنایا ہوا قانون ہے انسانوں کے بنائے قانون کو کالا قانون کہنے سے اہانت رسول نہیں ہوتی (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) وطن عزیز کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ یہ قانون حضور کے عہد سے رائج ہے اور تواتر کے ساتھ امت اس پر عمل پیرا ہے ماضی قریب میں غازی علم الدین شہید اور عامر چیمہ شہید نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر شتم رسول کا ارتکاب کرنے والوں کو واصل جہنم کیا یہ الگ بات ہے کہ کئی وجوہ کی بنا پر یہ قانون کبھی رائج و نافذ رہا اور کبھی نہیں کبھی اصل حالت میں نافذ رہا اور کبھی اسے غیر مؤثر بنانے کے لیے بالکل نرم کر دیا گیا حتی کہ یہ قانون مغلیہ دور میں بھی برصغیر پاک و ہند میں رائج رہا لیکن جب انگریزوں نے یہاں اپنا غاصبانہ قبضہ جمایا تو انہوں نے توہین رسالت کے اس قانون کو یکسر موقوف کر دیا جس پر مسلمان نہ صرف حضور ﷺ کے شاتموں کو ماورائے قانون قتل کر کے تختہ دار پر جھولتے رہے اور سعادت دارین حاصل کرتے رہے بلکہ وہ یہ احتجاج بھی کرتے رہے کہ توہین رسالت کا اصل قانون بحال کیا جائے لیکن

انگریزوں کے زیر سایہ تشکیل پانے والی قانون ساز اسمبلی نے تعزیرات ہند میں ایک معمولی سی دفعہ 295-a کا اضافہ کرنے پر اکتفا کیا جس کے تحت توہین مذہب کے جرم کی سزا دو سال قید یا جرمانہ مقرر ہوئی۔

قیام پاکستان کے بعد بھی کافی عرصہ تک توہین رسالت کے جرم کے حوالے سے کوئی قانون نہ بن سکا بالآخر اس قبیح جرم کی روک تھام کے لیے تعزیرات پاکستان میں 295۔سی کا اضافہ کیا گیا جس کے تحت شاتم رسول کی سزا موت یا عمر قید قرار پائی لیکن اہل اسلام عمر قید کی متبادل سزا پر مطمئن نہ ہوئے۔ چونکہ پوری امت شاتم رسول کے وجوب قتل پر متفق ہے لہٰذا اس قانون کو دوبارہ وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا گیا یہ پٹیشن دائر کرنے کی سعادت ملک کے معروف قانون دان محمد اسماعیل قریشی کے حصے میں آئی جس پر وفاقی شرعی عدالت نے اس پیٹیشن کو منظور کرتے ہوئے عمر قید کی متبادل سزا کو غیر اسلامی قرار دے دیا اور حکومت پاکستان کو یہ حکم دیا گیا وہ 30 اپریل 1991ء تک عمر قید کی سزا کو 295۔سی کے متن میں سے حذف کر دے حکومت نے ابتداً اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ کے شریعت اپیلنٹ بنچ میں اپیل دائر کر دی لیکن سابقہ وزیر اعظم میاں نواز شریف نے بعض مخلصین امت کے متوجہ کرنے پر یہ اپیل واپس لے لی اور یوں اس قانون سے متبادل سزا کے الفاظ حذف ہوئے۔
اب فرمائیں کہ جب وفاقی شرعی عدالت نے 295۔سی سے متبادل سزا کے الفاظ حذف کرنے کا حکم دیا اس وقت کون سا آمر حکمران ملک پر حکومت کر رہا تھا؟ متبادل سزا ختم کروانے کے لیے جو کیس دائر کیا گیا اس کی سماعت محترمہ بینظیر بھٹو کی وزارت عظمیٰ کے پہلے دور میں ہوئی اور غالباً فیصلہ بھی اسی دور میں ہوا جبکہ اس فیصلے کے خلاف اپیل میاں نواز شریف کی وزارت عظمیٰ کے پہلے دور میں دائر کی گئی اور اس اپیل کی واپسی کے احکام بھی انہوں نے دیئے۔ لہٰذا یہ بات بے حد اہم ہے کہ اگرچہ تعزیرات پاکستان

میں 295۔سی کے اضافے کا بل ضیاء الحق مرحوم کے دور صدارت میں قانون ساز اسمبلی میں پیش کیا گیا تھا اور اسی کی منظوری سے یہ قانون بنا تھا لیکن بعد میں ہونے والی تمام تر کارروائی جس کے حوالے سے ایک ہنگامہ برپا ہے وہ تو خود پاکستان پیپلز پارٹی اور I.J.I کی حکومتوں کے ادوار میں مکمل ہوئی جس کے نتیجے میں توہین رسالت کا قانون اپنی موجودہ اور اصل حالت پر آ گیا اور اسی حالت پر 1991ء سے رائج اور نافذ ہے پھر یہ کارروائی ملک کی اس عدالت میں مکمل ہوئی جس کا آئینی وظیفہ ہی یہ ہے کہ وہ ملک میں رائج قوانین کا اس پہلو سے جائزہ لے کہ وہ کتاب وسنت کے منافی تو نہیں ہیں اور اگر کتاب وسنت کے منافی ہیں تو انہیں کالعدم قرار دے کر قانون ساز اداروں کو انہیں کتاب وسنت کے سانچے میں ڈھالنے کا حکم دے۔ چنانچہ ملک کی اس عدالت نے شاتم رسول کی سزا کا کتاب وسنت کی روشنی میں جائزہ لیا اور عمر قید کی متبادل سزا کو 295۔سی سے حذف اور شاتم کو دی جانے والی سزائے موت کو حداً نافذ کرنے کا حکم دے دیا۔

کیا یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ ملک کا کوئی بھی سیاستدان ملک میں رائج قانون امتناع توہین رسالت کی مذکورہ بالا تاریخ سے بے خبر ہو سکتا ہے؟ چلیں بالفرض اگر کوئی بے خبر بھی ہو تو جب اسے یاد دلایا جائے کہ یہ قانون تو کتاب وسنت کا قانون ہے اور یاد دہانی کروانے والے جید علمائے کرام ہوں اور اس سے توبہ کا مطالبہ بھی کریں کہ وہ اس قانون کو کالا قانون کہہ کر گستاخی رسول اور استخفاف شریعت کا مرتکب ہوا ہے لیکن وہ اپنی بات پر ڈٹا رہے اور اقتدار کے نشے میں یہ بھی کہتا پھرے کہ میں ان مولویوں کے فتووں کو جوتے کی نوک پہ رکھتا ہوں تو ایسے شخص کی طرف سے مذکورہ وضاحت ایک عذر لنگ ہی قرار پائے گی۔

اصل صورتحال یہ ہے کہ وہ غیبی طاقتوں کے اشارے پر اپنی آئینی حیثیت کو

بالائے طاق رکھتے ہو آسیہ ملعونہ کے ساتھ اظہار ہمدردی کے لیے اپنے اہل خانہ کے ہمراہ جیل میں ملاقات کے لیے گیا تھا اور اسے اپنے پہلو میں بٹھا کر پریس کانفرنس کرتے ہو ئے نہ صرف اس کی سزا معاف کروانے کے عزم کا اظہار کیا بلکہ اپنے آقاؤں کو خوش کر نے کے لیے قانون امتناع توہین رسالت کو کالا قانون بھی کہہ ڈالا اور اس قانون کے تحت ملنے والی سزا کو سخت اور ظالمانہ بھی قرار دے دیا۔

دراصل اس نے اپنے اس مکروہ عمل سے قانون امتناع توہین رسالت کو ایک مذاق بنانے کی کوشش کی بالفاظ دیگر توہین رسالت کرنے والوں کو یہ شہ دی کہ وہ سزا کے خوف سے بے پرواہ ہو کر اس جرم کا ارتکاب کریں پھر اس نے اس قانون کو ختم کروانے کے عزم کا اظہار بھی کیا جبکہ حضور ﷺ نے اپنے شاتم کو اپنا دشمن قرار دیا ہے اور امت سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ نمٹے۔

اس نے مختلف ٹی وی چینلز پر جو انٹرویوز دیئے ان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسے قانون امتناع توہین رسالت کو متنازعہ بنانے اور اس میں ترمیم کروانے اور اسے غیر موثر بنانے کا ٹاسک دیا گیا تھا کیونکہ اس نے برملا اس بات کا اظہار کیا تھا کہ یہ قانون عالمی برادری سے تجارتی رشتہ مضبوط کرنے میں حائل ہے لہٰذا اس کا یا اس کے ایماء پر کسی کا یہ کہنا کہ وہ اس قانون کا اس لیے مخالف تھا کہ یہ آمر کا بنایا ہوا قانون ہے صریحاً بے بنیاد بات ہے دراصل وہ اس قانون کی روح ہی کے مخالف تھا کیونکہ اسے بھی اس بے لگام آزادیٔ اظہار رائے کا دورہ پڑتا تھا جس کے بارے میں حکیم الامت حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت یوں نشاندہی فرمائی تھی جب یہ مکروہ تصور ابھی مغرب کے ہاں ایام طفولیت میں تھا۔

ہو فکر اگر خام تو آزادی اظہار
انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ

اس لیے نادیدہ طاقتوں نے قانون امتناع توہین رسالت کے ساتھ سازش کرنے کے لیے سلمان تاثیر جیسے شخص کا انتخاب کیا جو اس کی اپنی ناجائز اولاد کے مطابق ہر روز خنزیر کھاتا تھا اور سکاچ پیتا تھا اور زندگی میں کبھی نماز روزے کے قریب نہ گیا ایک دفعہ جب اسے جیل میں قرآن مجید تلاوت کے لیے دیا گیا تو اس نے کہا اس کی زندگی کا یہ پہلا موقع تھا جب اس نے اسے آگے سے لیکر پیچھے تک پڑھا لیکن اسے اس میں اپنے لیے کچھ نہ ملا۔

اس کا یہ کہنا تعجب خیز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو قرآن حکیم میں ایسے لوگوں کو بے نقاب کرتے ہوئے فرما دیا ہے۔

و ما یضل بہ الا الفسقین (البقرۃ:۲۶)

"اور اس سے انہیں گمراہ کرتا ہے جو بے حکم ہیں۔"

اس کے بعد بھی اگر عقل سنگدل اس کے بیانات اور اقدامات کی باطل توجیہات اور مفسد تاویلات پر تلی ہوئی ہے تو ایسا کرنے والوں کے لیے ہدایت کی دعا ہی کی جاسکتی ہے۔

(غازی ملک ممتاز حسین قادری کا اقدام۔اسلامک میڈیا سنٹر لاہور، صفحہ 23 تا 26)

ناموسِ رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت

از: محمد اسمٰعیل قریشی (ایڈووکیٹ)

موجودہ قانون توہین رسالت (دفعہ C-295):

"جو کوئی عمداً زبانی یا تحریری طور پر یا بطور طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلاواسطہ، اشارتاً یا کنایتاً نام محمد ﷺ کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے، وہ سزائے موت یا سزائے عمر قید کا مستوجب ہوگا اور اسے سزائے جرمانہ بھی دی جائے گی۔"

چونکہ توہین رسالت کے متذکرہ بالا بل میں اہانت رسول کی سزا، بطور حد کے سزائے موت کا مطالبہ کیا گیا تھا، لیکن اس میں سزائے موت کی متبادل سزا، سزائے عمر قید، جو دفعہ C-295 میں رکھی گئی، وہ قرآن وسنت کے منافی تھی۔ اس لئے راقم نے دوبارہ اس دفعہ سے "عمر قید" حذف کرنے کا مطالبہ بذریعہ شریعت پٹیشن کر دیا کہ توہین رسالت کی سزا بطور "حد" صرف سزائے موت مقرر ہے اور حد میں کسی قسم کی کمی یا بیشی نہیں کی جاسکتی۔ یہ شریعت پٹیشن فیڈرل شریعت کورٹ نے اپنے فیصلہ 30 اکتوبر 1990ء

کے ذریعہ منظور کر لی اور قرار دیا کہ اہانت رسول کی سزا بطور حد صرف سزائے موت ہے جس میں کسی کو کمی بیشی کا کوئی اختیار حاصل نہیں۔

فیڈرل شریعت کورٹ نے توہین رسالت کا یہ فیصلہ صدر حکومت پاکستان کو ارسال کر دیا تھا کہ 295-C تعزیرات پاکستان میں ترمیم کر کے "عمر قید" کے الفاظ 30 اپریل 1991ء تک اس دفعہ سے حذف کر دیئے جائیں ورنہ اس تاریخ سے "عمر قید" کے الفاظ اس دفعہ سے غیر موثر ہو جائیں گے۔ اس فیصلہ میں حکومت کو مزید ہدایت کی گئی کہ اس دفعہ میں ایک اور شق کا اضافہ کیا جائے، جس کی رو سے دوسرے پیغمبروں کی اہانت کی سزا بھی سزائے موت مقرر کی جائے۔ اس فیصلہ کے خلاف حکومت نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی جو ہمارے نوٹس پر حکومت نے واپس لے لی۔ اس طرح فیڈرل شریعت کورٹ کا فیصلہ عدالت عظمیٰ میں بھی بحال رہا جس کی وجہ سے "عمر قید" کے الفاظ آئین، قانون اور فیصلہ کے مطابق 295-C سے حذف ہو کر "عمر قید" کی سزا غیر موثر ہو چکی ہے اور اب پاکستان میں اہانت رسول مقبول ﷺ کی سزا بحمد اللہ بطور حد سزائے موت مقرر ہو کر نافذ العمل ہے۔

یہاں ہم ایک اور اہم مقدمہ کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں جو 22 ستمبر 2005ء سپریم کورٹ آف پاکستان نے لاہور ہائی کورٹ کے فیصلے ڈاکٹر محمد امین بنام محمد محبوب ہیں نہایت اہم آئینی اور قانونی نکتہ پر دیا ہے جب کہ یہ کتاب زیر طباعت تھی۔ ہائی کورٹ کے ڈویژن بینچ نے محبوب ملزم کو توہین رسالت کے مقدمہ میں اس لئے بری کر دیا تھا کہ استغاثہ (Prosecution) کی شہادت اسلام کے معیار شہادت کے مطابق نہیں تھی اس حد تک تو فیصلہ درست تھا لیکن اور ایک وجہ جس کا ذکر فیصلہ میں نمایاں طور پر کیا گیا تھا وہ یہ کہ توہین رسالت کا مجرم اگر اپنے گناہ سے توبہ کر لے تو عدالت اسے معاف کرتے ہوئے بری کر سکتی ہے۔ اس عاجز نے عدالت عالیہ کے اس اختیار کو سپریم کورٹ میں

چیلنج کیا کہ توہین رسالت کے بارے میں قرآن اور سنت اجماع اور آئین اسلامی جمہوریہ آف پاکستان کی رو سے اور فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان کے فیصلہ شدہ مقدمہ محمد اسماعیل قریشی بنام جنرل محمد ضیاء الحق کے بعد کسی عدالت، گورنمنٹ یا اتھارٹی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مجرم کو توبہ (Repetence) پر معاف کر دے۔ ایسی صورت میں گستاخانِ رسول کو یہ فری لائسنس مل جائے گا کہ وہ آپ ﷺ کی توہین کریں اور پھر توبہ کر کے اس جرم سے بری ہو جائیں۔

سپریم کورٹ نے ہمارے دلائل سے اتفاق کرتے ہوئے قرار دیا کہ عدالتیں فیڈرل شریعت کورٹ کے (1991 FSC 10) کے فیصلہ کی پابند ہیں اور توہین رسالت کے مجرم کو معاف کر دینے کا کسی کو کوئی اختیار حاصل نہیں۔ سپریم کورٹ کے اس فیصلہ کی نقل کتاب کے ضمیمہ میں شامل ہے۔

ہم فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ کے مذکورہ بالا حوالے سے اسلامی قانون حدود اور تعزیرات کے بنیادی نکتہ کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں۔ اسلام ہی نے دنیا میں سب سے پہلے نیت، ارادے اور قصد کو جرم کا بنیادی رکن بنایا ہے اس سے قبل رومن لاء یا ہندوستان میں لاگو اینگلوسیکسن لاء میں اٹھارویں صدی عیسوی تک یورپ کے قوانین میں ارادہ قصد یا نیت کو جرم کا بنیادی رکن یا اسے جرم سے متعلق جز نہیں سمجھا جاتا تھا۔ مگر آج سے چودہ سو سال قبل شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارادہ اور نیت کو جرم اور عمل کی بنیاد بنا کر انسان کو جزا اور سزا کا مستحق قرار دیا، جو دنیائے قانون وعدل میں سب سے پہلا انقلابی اقدام تھا۔ چونکہ ساری دنیا نے اس کو تسلیم کر لیا ہے اور یہ جزو قانون بن چکا ہے، اس لئے اس تاریخی حقیقت کو دنیا نے فراموش کر دیا ہے۔

جناب رسالت مآب ﷺ کی یہ مشہور حدیث "انما الاعمال بالنیات" یعنی ہر عمل کا دارومدار نیت پر ہے، اُس کی روشنی میں 295-C کو قرآن اور سنت سے ہم

آہنگ کرنے کے لیے ہمیں اسے دوحصوں میں منقسم کرنا پڑے گا۔ایک تو بالاارادہ جرم توہین رسالت یعنی وہ عمل جو قصداً اور عمداً اہانت رسول اور انبیائے کرام کے لئے کیا جائے تو اس کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر ہے۔ دوسرا جرم جو بلا ارادہ ہو، جس میں اہانت اور گستاخی کے کسی پہلو کی کوئی نیت یا ارادہ کسی صورت میں ظاہر نہ ہو یا اس میں ایسی کوئی بات نہ ہو جس پر ملزم کی مجرمانہ ذہنیت پر استدلال کیا جاسکے تو اسے حد کی سزا موت نہیں دی جائے گی مگر اس پر جرمانہ عائد کیا جائے گا کہ اس نے بلاقصد ارادہ بھی لیکن گستاخی کر کے حزم واحتیاط کو ملحوظ نہیں رکھا جس کی ہر عاقل بالغ شخص سے توقع کی جاتی ہے۔البتہ جبر واکراہ میں ملزم مستوجب سزا نہیں ہے مگر جو شخص جبر واکراہ کا موجب ہو وہ سزائے موت کا مستحق قرار پائے گا۔قتل جیسے سنگین جرم میں اگر قتل بالاارادہ ہو تو وہ قتل عمد کہلائے گا، جس کی سزا بطور حد سزائے موت ہے۔لیکن اگر وہ قتل باارادہ نہ ہو، اسے قتل خطا کہا جائے گا، جس کی سزا حد کی طرح قتل نہیں بلکہ اس سے کم تر ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ میں شروع ہی سے ہمارا یہی موقف رہا ہے اور وفاقی شرعی عدالت نے بھی اپنے فیصلہ میں اس سے اتفاق کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک اور بات بھی قانون ساز ادارے (Legislature) کے لئے ضروری طور پر لائق توجہ ہے کہ حدود کے نفاذ کے لئے نصاب شہادت ہے کہ حدود کے نفاذ کے لئے نصاب شہادت اور تزکیہ الشہود کو ضروری قرار دیا گیا ہے، جس کے بغیر زنا جیسے سنگین جرم میں بھی حد جاری نہیں ہوسکتی۔اس لئے اگر جرم زنا میں حد کی شرائط پوری نہ ہوں تو اسے قابل تعزیر جرم قرار دے کر مجرم کو کم تر سزا دی جائے گی۔اس لئے اگر توہین رسالت کے جرم میں شرائط حد پوری نہ ہوتی ہوں تو ایسی صورت میں اسے قابل تعزیر جرم قرار دے کر اس کے لئے قرار واقعی سزا مقرر دی جائے گی۔ یہ ضمن دفعہ 295-C میں شامل نہ بھی ہو تو عدالت تعزیری سزا دینے کی مجاز ہے اور اسلامی قانون

اس کی اجازت دیتا ہے جیسا کہ ہمارے ہی ایک مقدمہ بعنوان خلیل الزماں کیس (1999SCMR2203) میں سپریم کورٹ نے تعزیری سزا کو جائز قرار دیا ہے۔

فیڈرل شریعت کورٹ آف پاکستان (فیصلہ بمقدمہ توہین رسالت):

- ☆ جناب جسٹس گل محمد خان چیف جسٹس
- ☆ جناب جسٹس عبدالکریم خان کندی
- ☆ جناب جسٹس عبادت یار خان
- ☆ جناب جسٹس عبدالرزاق اے تھیم
- ☆ جناب جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خان

شریعت پٹیشن نمبر 6ایل، سال 1987، منفصلہ 30اکتوبر 1990ء۔

مقدمہ: محمد اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ

چیئرمین: ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس، پٹیشنر

بنام

حکومت پاکستان بذریعہ سیکرٹری قانون وپارلیمانی امور، ریسپانڈنٹ

تاریخ ہائے سماعت 26 تا29 نومبر 1989۔ 4تا7 مارچ 1990

جناب جسٹس گل محمد خان چیف جسٹس:

یہ فیصلہ درخواست شریعت نمبر (1984)1/ایل او درخواست ایل ایس نمبر 87/106 میں اٹھائے گئے (شرعی اور آئینی) نکتہ کے بارے میں صادر کیا جاتا ہے۔ درخواست گزار محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔سی کو جو بذریعہ آرڈیننس 1988ء پاکستان میں نافذ کی گئی ان درخواست ہائے شریعت کے

ذریعے چیلنج کیا ہے، قبل ازیں ایسی ہی ایک درخواست شریعت، سائل درخواست گزار نے عدالت ہذا میں دائر کی گئی تھی مگر اس کا فیصلہ ہونے سے پیشتر قانون ساز اسمبلی نے از خود قانون (توہین رسالت) میں ترمیم کر دی اور متذکرہ بالا 295۔سی پاکستان پینل کوڈ میں شامل کر دی گئی۔ جس سے درخواست گزار مطمئن نہیں، اس لئے درخواست ہذا سے رجوع کیا گیا ہے۔

دفعہ 259۔سی کا متن حسب ذیل ہے:

دفعہ 295۔سی: رسول پاک ﷺ کے لئے اہانت آمیز الفاظ کا استعمال:

”کوئی شخص بذریعہ الفاظ زبانی، تحریری یا اعلانیہ، اشارتاً، کنایتاً بہتان تراشی کرے اور رسول اکرم محمد ﷺ کے پاک نام کی بے حرمتی کرے، اسے سزائے موت، یا سزائے عمر قید دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی متوجب ہوگا۔“

2۔ اس دفعہ کے خلاف صریح اعتراض یہ ہے کہ اس میں متبادل سزا، سزائے عمر قید، ان احکامات اسلامی کے خلاف ہے جو قرآن حکیم اور سنت رسول اللہ ﷺ میں دیئے گئے ہیں۔ جو نکتہ اعتراض اٹھایا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ رسالت مآب ﷺ کی شان میں کسی قسم کی کوئی بے ادبی یا اہانت آمیز بات شرعی حد کے دائرہ میں آتی ہے اور اس کی سزا قرآن اور سنت میں بطور حد مقرر ہے، جس میں کوئی تبدیلی یا ترمیم نہیں کی جاسکتی۔ فاضل ایڈووکیٹ نے اس سلسلہ میں سورۃ الانفال کی آیت نمبر 13 اور سورۃ النساء کی آیت 65 پر حصر کیا ہے اور اپنے اس موقف کی تائید میں کہ توہین رسالت کی سزا، صرف سزائے موت ہے اور کسی عدالت کو یہ اختیار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ اس سے کم تر سزا یعنی عمر قید کی سزا دے۔ قرآنی آیات کے علاوہ احادیث نبوی کا حوالہ بھی دیا ہے۔

عدالت ہذا نے اس مقدمہ کی سماعت کے لئے عوام الناس کے نام نوٹس جاری کئے اور فقہاء حضرات سے بھی معاونت طلب کی۔ مقدمہ مذکور کی لاہور، کراچی اور اسلام آباد میں متعدد تاریخوں پر سماعت ہوئی اور عدالت کو مندرجہ ذیل فقہاء حضرات کا تعاون حاصل رہا۔

1۔ مولانا سبحان محمود

2۔ مولانا مفتی غلام سرور قادری

3۔ مولانا حافظ صلاح الدین یوسف

4۔ مولانا محمد عبد الفلاح

5۔ مولانا سید عبد الشکور

6۔ مولانا فضل ہادی

7۔ مولانا سعید الدین شیر کوٹی

مولانا شیر کوٹی کے سوا تمام حضرات نے سائل کے موقف کی تائید کی کہ اس جرم کی سزا صرف سزائے موت ہے لیکن مولانا سبحان محمود، مولانا مفتی غلام سرور قادری اور مولانا حافظ صلاح الدین یوسف کی رائے میں اگر مجرم توبہ کر لے تو سزا موقوف کر دی جائے گی۔ تاہم مولانا سعید الدین شیر کوٹی نے کہا کہ کم تر سزا بھی دی جاسکتی ہے۔

4۔ مولانا سبحان محمود نے قرآن مجید کی آیات 28:47, 1:39, 57:33-66, 217:2, 75:5, 65:9 اور 2:49 پر اعتماد کیا۔ انہوں نے کچھ احادیث اور فقہی آراء بیان کیں جن میں شاتم کو مرتد تصور کیا گیا ہے۔ انہوں نے مزید اس حدیث پر اعتماد کیا جو ابو قلابہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے جس میں شاتم کی سزا موت مقرر کی گئی ہے۔ انہوں نے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے مروی حدیث پر بھی اعتماد کیا کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: ”ہلاک کر دو اس شخص کو جو پیغمبر کو گالی دے اور اسے درے لگاؤ جو آپ ﷺ کے اصحاب کو

گالی دے۔" انہوں نے ایسی احادیث پر بھی اعتماد کیا جن کے مطابق رسول پاک ﷺ نے شاتم کو سزائے موت دی۔ انہوں نے فقہاء کے اجماع کا بھی حوالہ دیا کہ شاتم کی سزا موت ہے۔ انہوں نے مزید موقف اختیار کیا کہ عمر قید کی سزا شاتم رسول عورت یا غیر مسلم کو دی جاسکتی ہے۔

5۔ مولانا مفتی غلام سرور قادری نے آیاتِ قرآنی 8:58, 57:49, 104:4, 9:61,62,65,33:57 اور بعض احادیث پر اعتماد کیا۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ شاتم کے لئے صرف سزائے موت ہی مقرر ہے ان کے علاوہ انہوں نے ان احادیث کے حوالے بھی دیئے جن میں رسول پاک ﷺ نے شاتم کو معاف کر دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے آیات قرآنی اور احادیث رسول پاک پیش کیں۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ وہ اس نکتہ پر واضح ہیں کہ کس جرم میں توبہ قابل قبول ہے۔ مقتدر حنفی فقہاء خصوصاً ابن عابدین کے اقوال کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ انہوں نے نتیجہ اخذ کیا کہ شاتم کی توبہ قابل قبول ہے اور بتلایا یہی فقہاء حنفیہ کا ترجیحی نظریہ ہے۔

6۔ مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے حنفی فقہاء کے نظریہ پر اعتماد کیا ہے کہ شاتم کی توبہ قبول کی جاسکتی ہے اور اس کے بعد اسے سزائے موت نہیں دی جائے گی۔ لیکن انہوں نے آیاتِ قرآنی اور رسول پاک ﷺ کی احادیث کے حوالے بھی دیئے، بالخصوص ایک حدیث جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے بیان کی جاتی ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: "اس شخص کو قتل کر دو جو اپنا مذہب (اسلام) بدل دے۔" ان کے مطابق شاتم چونکہ مرتد ہو جاتا ہے پس اسے سزائے موت دی جانی چاہیئے۔ انہوں نے ابن تیمیہ کی رائے کا بھی حوالہ دیا کہ شاتم کی سزا موت ہے۔ انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ پر بھی اعتماد کیا، (جن کے مطابق) شاتم کی سزا قتل قرار دی گئی ہے۔۔

7۔ مولانا محمد عبدالفلاح نے دوسری آیاتِ مبارکہ کے ساتھ ساتھ اس قرآنی آیت 6:4 4 اور احادیث رسول پاک پر اعتماد کیا ہے جن میں حضور ﷺ نے شاتم کی سزا موت مقرر فرمائی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ شاتم کی سزا موت ہے۔

8۔ مولانا سید عبدالشکور نے آیات 12:9, 24 اور 3 3:7 5 کا حوالہ دیا۔ انہوں نے احادیث رسولِ پاک بھی پیش کیں کہ شاتم کی سزا موت ہے اور یہ کہ آپ ﷺ نے گستاخان رسول کو سزائے موت دی ہے۔ علاوہ ازیں انہوں نے کتاب "الفقہ علی المذاہب الاربعہ" مصنفہ عبدالرحمن الجزیری، جلد پنجم صفحات 274-275 اور "ردالمختار" جلد سوم، صفحات 290-291 سے مختلف فقہا کی آراء بھی پیش کیں۔

9۔ مولانا فضل ہادی نے آیاتِ مبارکہ 22:66,2:49,58,57,28:33,12:9 اور 65:66 پر اعتماد کیا۔ انہوں نے رسول پاک ﷺ کی کچھ احادیث کا حوالہ بھی دیا جن میں شاتم رسول کی سزا موت مقرر کی گئی ہے۔ انہوں نے فقہاء کی آراء بھی پیش کیں کہ شاتم کی سزا موت ہے۔

10۔ مولانا سعید الدین شیر کوٹی نے قرآنِ مجید کی آیات: 9:48, 57:33, 229,187:2, 13:4 اور 9 3,3,2:4 5 کے حوالے دیئے۔ انہوں نے متعدد احادیث بھی پیش کیں۔ جن میں رسول پاک ﷺ نے بعض گستاخان رسالت کو سزائے موت دی اور بعض کو معاف بھی فرمایا۔ انہوں نے فقہا کی بہت سی آراء کا حوالہ بھی دیا خصوصاً جن کا ذکر مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب "امداد الفتاویٰ" جلد پنجم، صفحات 166-168 پر کیا ہے۔

11۔ تقریباً تمام فقہا نے مندرجہ ذیل آیاتِ مبارکہ پر اعتماد کیا ہے جو یوں ہیں:

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں، ان پر

دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے اور ان کے لئے رسوا
کن عذاب مہیا کر دیا ہے۔" (الاحزاب:57)

اس بات کی تشریح کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"ہر چیز جو رسول پاک ﷺ کی ایذا کا سبب بن جائے، خواہ وہ
مختلف معنی کے حامل الفاظ کے حوالہ سے ہو یا ایسے عمل سے جو
آپ ﷺ کی اذیت کے تحت آتا ہے۔"

الجامع الاحکام القرآن، جلد 14، صفحہ (238)

علامہ اسماعیل حقی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دینے کا مطلب دراصل
صرف رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینا ہے اور اللہ کا ذکر صرف عظمت
اور سرفرازی کے لئے ہے اور یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ رسول اللہ
ﷺ کو اذیت دینا، دراصل اللہ کو اذیت دینا ہے۔"

12۔ دوسری آیت جس پر اعتماد کیا گیا ہے، اس طرح ہے:

"ان میں سے کچھ لوگ ہیں، جو اپنی باتوں سے نبی ﷺ کو دکھ
دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص کانوں کا کچا ہے۔ کہو وہ تمہاری
بھلائی کے لئے ایسا ہے، وہ اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اہل ایمان
پر اعتماد کرتا ہے اور سراسر رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو تم میں
سے ایماندار ہیں، اور جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو دکھ دیتے ہیں،
ان کے لئے دردناک سزا ہے۔" (61:9)

"یہ لوگ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کریں،
حالانکہ اگر یہ مومن ہیں تو اللہ اور رسول ﷺ اس کے زیادہ حق دار

ہیں کہ یہ ان کو راضی کرنے کی فکر کریں۔" (التوبہ:61-62)

ابن تیمیہ ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سورہ التوبہ کی "آیت 62 اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا
پہنچانا، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت ہے۔" (الصارم المسلول، صفحہ 20-21)

13۔ ابن تیمیہ زید لکھتے ہیں: "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب شاتمان
رسول کے گروہ میں سے ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے اس
سے کہا: تم اور تمہارے دوست مجھ پر کیوں سب وشتم کرتے ہیں، جس پر وہ شخص چلا گیا
اور اپنے دوستوں کو لے آیا اور ان سب نے اللہ کی قسم کھائی اور کہا انہوں نے آپ ﷺ
کو برا بھلا نہیں کہا۔ اس پر مندرجہ ذیل آیات نازل ہوئیں:

"جس روز اللہ ان سب کو اٹھائے گا، وہ اس کے سامنے بھی اسی طرح
قسمیں کھائیں گے، جس طرح تمہارے سامنے کھاتے ہیں اور اپنے
نزدیک یہ سمجھیں گے کہ اس سے ان کا کچھ کام بن جائے گا۔ خوب
جان لو، وہ پرلے درجہ کے جھوٹے ہیں۔" (18:58)

"شیطان ان پر مسلط ہو چکا ہے اور اس نے خدا کی یاد ان کے دلوں
سے بھلا دی ہے۔ وہ شیطان کی پارٹی کے لوگ ہیں۔ خبردار رہو،
شیطان کی پارٹی والے ہی خسارہ میں رہنے والے ہیں۔"

(المجادلہ 18-19:58)

یہ آیات مندرجہ ذیل آیت سے منسلک ہیں۔

"یقیناً ذلیل ترین مخلوقات میں سے ہیں وہ لوگ جو اللہ اور اس کے
رسول ﷺ کا مقابلہ کرتے ہیں۔" (المجادلہ:20)

14۔ اس طرح ان آیات قرآن پاک سے بھی ظاہر ہے کہ یہ گالی دینے والے اور

شاتم، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہیں، جن کے متعلق قرآن کہتا ہے۔

"اور وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارا رب فرشتوں کو اشارہ کر رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، تم اہل ایمان کو ثابت قدم رکھو، میں ابھی ان کافروں کے دلوں میں رعب ڈالے دیتا ہوں، پس تم ان کی گردنوں پر ضرب اور پور پور پر چوٹ لگاؤ۔ یہ اس لئے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ کیا اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ کرے اللہ اس کے لئے نہایت سخت گیر ہے۔"

(الانفال:12-13)

"اگر اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو دنیا میں وہ انہیں عذاب دے ڈالتا اور آخرت میں تو ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے ہی۔"(2:59)

"یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ کیا اور جو بھی اللہ کا مقابلہ کرے، اللہ اس کو سزا دینے میں بہت سخت ہے۔"(الحشر:3،4)

چنانچہ یہ آیات واضح طور سے سزائے موت مقرر کرتی ہیں، ان لوگوں کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مخالف ہیں، جن میں شاتمان رسول شامل ہیں۔

15۔ قرآن پاک اس ضمن میں مزید بیان کرتا ہے:

"اگر منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور جو مدینہ میں ہیجان انگیز افواہیں پھیلانے والے ہیں، اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم ان کے خلاف کارروائی کرنے کے لیے تمہیں اٹھا کھڑا کریں گے پھر وہ اس شہر میں مشکل ہی سے تمہارے ساتھ رہ سکیں

گے۔"(60-33)

"ان پر ہر طرف سے لعنت کی بوچھاڑ ہوگی، جہاں کہیں پائے جائیں گے، پکڑے جائیں گے اور بری طرح مارے جائیں گے۔"

(الاحزاب:33:60-61)

16۔ قرآن پاک نے رسول اللہ ﷺ کی تعظیم اور تکریم ایک دوسرے طریقہ سے بھی بیان کی ہے اور مسلمانوں کو اسے قائم رکھنے اور اس معاملہ میں احتیاط برتنے کا حکم دیا ہے ورنہ ان کے اچھے اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے۔ فرمایا:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی ﷺ کے ساتھ اونچی آواز سے بات کرو جس طرح تم آپس میں کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے سب کیا کرایا غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ (الحجرات:۲)"

ابن تیمیہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس آیت میں مومنین کو اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے ان کی بلند آوازی ان کے اچھے اعمال کو غارت نہ کرے اور وہ اس سے بے خبر ہوں۔"

17۔ قرآن کی مختلف آیات سے یہ واضح ہے کہ کفر اور ارتداد انسان کے اعمال کو ضائع کر دیتے ہیں۔ قرآن پاک کہتا ہے:

"لوگ پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنا کیسا ہے؟ کہو: اس میں لڑنا بہت برا ہے مگر راہ خدا سے لوگوں کو روکنا اور اللہ سے کفر کرنا اور مسجد الحرام کا راستہ خدا پرستوں پر بند کرنا اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں

سے نکالنا اللہ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ بُرا ہے اور فتنہ، قتل سے شدید ہے۔ وہ تو تم سے لڑتے ہی جائیں گے حتیٰ کہ ان کا بس چلے گا تو تمہیں اس دین سے پھیر لیے جائیں (اور خوب سمجھ لو) کہ تم میں سے جو کوئی اس دین سے پھر جائے گا اور کفر کی حالت میں جان دے گا، اس کے اعمال دنیا اور آخرت میں ضائع ہو جائیں گے۔ ایسے سب لوگ جہنمی ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔" (البقرہ:217)

"آج تمہارے لئے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں، اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے اور محفوظ عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں، خواہ وہ اہل ایمان کے گروہ سے ہوں یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں ان کے محافظ نہ ہو نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرو اور جس کسی نے ایمان کی روش پر چلنے سے انکار کیا تو اس کا سارا کارنامہ زندگی ضائع ہو جائے گا اور وہ آخرت میں دیوالیہ ہو گا۔" (المائدہ:5)

"یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ساتھ، وہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے، رہنمائی کرتا ہے، لیکن اگر کہیں ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کا سب کیا کرایا غارت ہو جاتا۔" (الانعام:88)

"تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا اور تم خسارے میں رہو گے۔" (الزمر:65)

"کیونکہ انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جسے اللہ نے نازل کیا ہے لہٰذا

اللہ نے ان کے اعمال ضائع کر دیئے۔" (محمد:9)

18۔ جناب رسالت مآب ﷺ کے خلاف الزام تراشی کو روکنے کے لئے قرآن پاک نے مومنوں کو ذو معنی الفاظ کے استعمال سے بھی منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ یہودی رسول اکرم ﷺ کی اہانت کے لئے کرتے تھے۔ قرآن پاک کہتا ہے:

"اے ایمان والو! راعنا نہ کہو بلکہ انظرنا کہو اور توجہ سے بات کو سنو، یہ کافر تو عذاب عظیم کے مستحق ہیں۔" (البقرہ:104)

مولانا محمد علی صدیقی اس آیت مبارکہ کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"یہود یہ لفظ رسول اکرم ﷺ کی اہانت کے لئے استعمال کرتے تھے۔ لفظ راعنا کے دو معنی ہیں: اچھے اور برے۔ اس کے اچھے معنی ہیں "ہم پر مہربانی کیجئے اور توجہ فرمائیے۔" برے معنی ہیں جو یہود راعنا کہتے تھے یعنی "اے ہمارے گڈریئے" اور وہ یہ لفظ رسول ﷺ کی شان گھٹانے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ پس یہ ایک طنزیہ اشارہ ہے جو توہین رسالت کے برابر ہے، اس لئے مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے منع کیا گیا تھا، تاکہ وہ تمام راستے بند ہو جائیں جو رسول اللہ ﷺ کی اہانت کا باعث ہوں۔"

19۔ یہود لفظ راعنا کو راعینا کی طرح استعمال کرتے تھے، تاکہ اسلام کو عیب لگائیں۔ قرآن پاک کہتا ہے:

"جو لوگ یہودی بن گئے ہیں، ان میں سے کچھ لوگ ہیں جو الفاظ کو ان کے محل سے پھیر دیتے ہیں اور دین حق کے خلاف نیش زنی کرنے کے لئے اپنی زبانوں کو توڑ موڑ کر کہتے ہیں سمعنا و عصینا اور اسمع غیر مسمع اور راعنا حالانکہ اگر وہ کہتے سمعنا

واطعنا اور اسمع اور انظرنا تو یہ انہی کے لئے بہتر تھا اور زیادہ راست بازی کا طریقہ، مگر ان پر تو ان کی باطل پرستی کی بدولت اللہ کی پھٹکار پڑی ہوئی ہے، اسی لئے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔" (النساء:46)

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"مسلمانوں کو اس لفظ کے استعمال سے منع کیا گیا تاکہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کے راستے مسدود ہو جائیں۔ نبی کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم ہی مذہب کی بنیاد ہے اور یوں اس سے محرومی مذہب سے انحراف ہے۔"

(معالم القرآن از محمد علی صدیقی، جلد اول، صفحات 463 تا 468)

20۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ بشر نامی ایک منافق کا ایک یہودی سے کسی معاملہ میں تنازعہ تھا۔ یہودی نے فیصلہ کے لئے اسے رسول اللہ ﷺ کے پاس اور منافق نے اسے کعب بن اشرف کے پاس جانے کے لئے کہا بہرحال دونوں رسول پاک ﷺ کی خدمت میں گئے اور آپ ﷺ نے یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔ منافق اس فیصلہ پر راضی نہ تھا۔ چنانچہ وہ تنازعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ یہودی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بتا دیا کہ رسول پاک ﷺ پہلے ہی میرے حق میں فیصلہ دے چکے ہیں۔ یہ شخص اس پر راضی نہ تھا۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منافق سے کہا کیا یہ ایسا ہی ہے۔ اس نے کہا ہاں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر گئے، اپنی تلوار لی اور منافق کو قتل کر دیا اور کہا اس شخص کے لئے میرا یہی فیصلہ ہے جو رسول پاک ﷺ کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتا اس پر یہ آیت مبارکہ 4:65 نازل ہوئی۔

(روح المعانی، جلد پنجم، صفحہ 67)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس عمل کی قرآن کریم نے توثیق کی اور یہ اہانت رسول پاک کے لئے سزائے موت کی نظیر ہے۔

21۔ قرآن پاک نے مزید اعلان کیا ہے کہ اہانت رسول ارتداد ہے، خواہ وہ کسی شکل میں بھی ہو۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے۔

"اگر ان سے پوچھو کہ تم کیا باتیں کر رہے تھے تو جھوٹ کہہ دیں گے کہ ہم تو یوں ہی ہنسی مذاق اور دل لگی کر رہے تھے۔ ان سے کہو، کیا تمہاری ہنسی اور دل لگی اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ ہی کے ساتھ تھی؟ اب عذر نہ تراشو تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ہے اگر ہم نے تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیا تو دوسرے گروہ کو ہم ضرور سزا دیں گے کیونکہ وہ مجرم ہے۔"

(التوبہ:65-66)

22۔ ابن تیمیہ ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"یہ بات اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ کا مذاق اڑانے کے بارے میں ہے پس اہانت کو کفر سے بھی شدید تر گردانا جائے گا جیسا کہ ان آیات سے اخذ ہوتا ہے کہ جو کوئی رسول ﷺ کی توہین کرتا ہے مرتد ہو جاتا ہے۔" (الصارم المسلول، صفحہ 31)

ابوبکر بن عربی اس آیت کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"منافقین یہ لفظ دانستہ بولتے تھے یا بطور استہزاء، بہرحال صورت جو بھی ہو یہ کفر ہے کیونکہ کفریہ الفاظ سے مذاق کرنا بھی کفر ہے۔"

(احکام القرآن: جلد دوم، صفحہ 924)

23۔ قرآن نے رسول پاک ﷺ کی عظمت و شان کے پیش نظر ذرا سی بھی وجہ

ناراضی سے منع کیا ہے اور اعلان کیا ہے کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات سے نکاح کرنا مومنوں کے لئے ممنوع ہے تاکہ اہانت رسول کا ذریعہ نہ بن سکے۔ قرآن کہتا ہے:

"اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، نبی کے گھروں میں بلا اجازت نہ چلے آیا کرو، نہ کھانے کا وقت تاکتے رہو۔ ہاں اگر تمہیں کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ، مگر جب کھانا کھالو تو منتشر ہو جاو۔ باتیں کرنے میں نہ لگے رہو۔ تمہاری یہ حرکتیں نبی کو تکلیف دیتی ہیں، مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے اور اللہ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا۔ نبی ﷺ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لئے زیادہ مناسب طریقہ ہے۔ تمہارے لئے ہرگز یہ جائز نہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کو تکلیف دو اور نہ یہ جائز ہے کہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی بیویوں سے نکاح کرو، یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔"

(الاحزاب:53)

24۔ رسول پاک ﷺ قرآن حکیم کے بہترین شارح ہیں اور یہ آپ ﷺ کی سنت سے بھی ثابت ہے کہ آپ ﷺ کا شاتم سزائے موت کا متوجب ہوگا۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل احادیث کا حوالہ بھی دیا جاسکتا ہے۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا: "اس شخص کو قتل کرو جو ایک نبی کو گالی دیتا ہے اور جو میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالی دے اسے درے لگاؤ۔" (الشفاء از قاضی عیاض، جلد دوم، صفحہ 194)

(۲) ابن عباس رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول پاک ﷺ کے زمانہ میں

ایک نابینا شخص کے پاس ایک لونڈی تھی، جو رسول پاک ﷺ پر سب وشتم کیا کرتی تھی۔ اس نابینا شخص نے اسے اس حرکت سے باز رہنے کا حکم دیا اور اسے ایسا نہ کرنے کی تنبیہہ کی مگر اس نے پروانہ کی۔ ایک شب جب وہ حسب معمول رسول پاک ﷺ کو گالیاں دے رہی تھی، اس نابینا شخص نے چھری اُٹھائی اور اسے ہلاک کر دیا۔ اگلی صبح جب اس عورت کے قتل کا مقدمہ رسول پاک ﷺ کی عدالت میں پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: "یہ کام کس نے کیا ہے، کھڑا ہو جائے اور اقبال کرے، کیونکہ جو کچھ اس نے کیا ہے اس کے باعث میرا اس پر حق ہے۔" اس پر نابینا شخص کھڑا ہو گیا اور لوگوں کو چیرتا ہوا رسول پاک ﷺ کے سامنے آیا اور بولا: "یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اس لونڈی کو قتل کیا ہے کیونکہ اس نے آپ ﷺ کو گالیاں دی تھیں۔ میں نے مسلسل اسے منع کیا مگر اس نے کوئی پروانہ کی۔ اس سے میرے دو خوبصورت بیٹے ہیں اور وہ میری بہت اچھی ساتھی تھی مگر کل جب اس نے آپ ﷺ کو گالیاں دینا شروع کیں تو میں نے اپنی چھری اٹھائی اور اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور اسے ہلاک کر دیا۔" رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! گواہ رہنا اس عورت کا خون رائیگاں گیا۔" (4)

(3) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت رسول پاک ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ اس کو ایک شخص نے قتل کر دیا۔ رسول پاک ﷺ نے اس کا خون رائیگاں قرار دیا۔

(4) ابوبرزہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا "میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا تھا جب وہ ایک شخص پر برہم ہوئے۔ میں نے ان سے کہا: "اے خلیفہ رسول! مجھے حکم دیجئے میں اسے قتل کر دوں۔ اتنی دیر میں ان کا غصہ فرو ہوگیا اور وہ اندر گئے اور مجھے بلایا اور کہا: تم نے کیا کہا تھا؟ میں نے عرض کیا مجھے حکم دیجئے

اسے قتل کرنے کا۔ آپ نے فرمایا اگر میں تمہیں حکم دے دیتا تو کیا تم اسے قتل کر دیتے؟ میں نے کہا ہاں انہوں نے کہا نہیں اللہ کی قسم رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی شخص اس حیثیت میں نہیں کہ ان کو برا کہنے والا قتل کیا جائے۔"

(5) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "کعب بن اشرف کے خلاف کون میری مدد کرے گا۔ بلاشبہ اس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دی۔" اس پر محمد ابن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور بولے "اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ میں اسے ہلاک کر دوں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہاں"۔ چنانچہ وہ عباس ابن جابر رضی اللہ عنہ اور عباد ابن بشر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ گئے اور اسے قتل کر دیا۔ (بخاری، جلد دوم، صفحہ 88)

(6) براء بن عازب سے سند کے ساتھ روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول پاک ﷺ نے انصار کے کچھ آدمی عبداللہ ابن عتیق کی سرکردگی میں ایک یہودی ابورافع نامی کے پاس بھیجے جو رسول پاک ﷺ کو ایذا پہنچاتا تھا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔"

(الصارم المسلول، صفحہ 152)

(7) عمیر ابن امیہ کی سند سے روایت ہے کہ اس کی ایک مشرکہ بہن تھی جو اس کو رسول اللہ ﷺ سے ملاقات پر طعنے دیتی تھی اور رسول ﷺ کو برا بھلا کہا کرتی تھی آخرکار ایک دن انہوں نے اپنی تلوار سے اسے ہلاک کر دیا۔ اس کے بیٹے چلائے اور بولے "ہم ان قاتلوں کو جانتے ہیں جنہوں نے ہماری ماں کو ہلاک کیا اور ان لوگوں کے والدین مشرک ہیں۔" عمیر رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اس عورت کے بیٹے کہیں غلط اشخاص کو قتل نہ کر ڈالیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور پورے معاملہ کی اطلاع آپ ﷺ کو دی۔ نبی ﷺ نے ان سے کہا "کیا تم نے اپنی بہن کو مار ڈالا؟" انہوں نے جواب دیا۔ ہاں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا۔ کیوں؟ انہوں نے کہا وہ مجھے آپ ﷺ

کے تعلق کی وجہ سے نقصان پہنچا رہی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کے بیٹوں کو بلایا اور قاتلوں کے متعلق دریافت فرمایا۔ انہوں نے دوسرے لوگوں بطور قاتل نشاندہی کی۔ اس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں اصل واقعہ بتایا اور اس کی موت کو رائیگاں قرار دیا۔ (مجمع الزوائد ومنافع الفوائد، جلد پنجم، صفحہ 260)

(8) بیان کیا جاتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے عام معافی کے اعلان کے بعد ابن خطل اور اس کی لونڈیوں کے قتل کا حکم دیا، جو رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتی تھیں۔ (الشفاء جلد دوم، صفحہ 284)

(9) قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے الشفا میں بیان کیا ہے کہ ایک شخص رسول اکرم ﷺ کو برا بھلا کہتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا "اس شخص کو کون ہلاک کرے گا؟" اس پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا میں اسے قتل کروں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا اور انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ (الشفاء از قاضی عیاض، جلد دوم، صفحہ 284)

(10) بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور بولا: "اے اللہ کے نبی ﷺ! میرے باپ نے آپ ﷺ کو برا بھلا کہا میں برداشت نہ کر سکا اور اسے قتل کر دیا۔" رسول اللہ ﷺ نے اس کے اس عمل کی توثیق فرمائی۔

(الشفاء جلد دوم، صفحہ 285)

(11) یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت جو بنی ختمہ سے تعلق رکھتی تھی، رسول پاک ﷺ کو برا بھلا کہتی رہتی تھی۔ آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اس بدزبان عورت سے کون انتقام لے گا۔ اس کے قبیلہ کے ایک شخص نے یہ ذمہ داری اٹھائی اور اسے قتل کر دیا۔ پھر وہ رسول پاک ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس قبیلہ میں دو بکریاں بھی نہیں لڑیں گی اور لوگ اتحاد و یگانگت سے رہیں گے۔

(الشفاء جلد دوم، صفحہ 286)

25۔ حضرت عبدالرزاق نے اپنی "تصنیف" میں مندرجہ ذیل احادیث توہین رسول پاک ﷺ اور اس کی سزا کے متعلق بیان کی ہیں:

1۔ حدیث نمبر 9704۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو گالی دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے اس دشمن کے خلاف کون میری مدد کرے گا۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں پس وہ (زبیر) اس سے لڑے اور اسے قتل کر دیا۔

2۔ حدیث نمبر 9705۔ عروہ ابن محمد کی سند سے روایت ہے کہ (جو نبی ﷺ کے ایک صحابی کے حوالے سے کہتے ہیں) ایک عورت رسول پاک ﷺ کو برا بھلا کہتی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس دشمن کے خلاف کون میری مدد کرے گا" اس پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کے تعاقب میں گئے اور اسے قتل کر دیا۔

3۔ حدیث نمبر 9706۔ عبدالرزاق کی سند سے بیان کیا جاتا ہے (جو اپنے والد کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں) کہ جب ایوب بن یحیٰ عدنان کے پاس گئے، ان کو ایک آدمی کی نشاندہی کی گئی جو رسول اکرم ﷺ کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ انہوں نے اس معاملہ میں علماء سے صلاح مشورہ کیا۔ عبدالرحمن ابن یزید سنانی نے انہیں مشورہ دیا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ عبدالرحمن نے انہیں ایک حدیث سنائی تھی کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملے اور ان سے بہت علم حاصل کیا۔ ایوب نے اس عمل کا ذکر عبدالمالک (یا ولید ابن عبدالمالک) سے بھی کیا۔ انہوں نے جواباً ان کے عمل کی تعریف کی۔

4۔ حدیث نمبر 9707 سعید ابن جبیر کی سند سے بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی نقل کی۔ آپ ﷺ نے علی اور زبیر کو بھیجا اور ان سے کہا "جب تم اسے پاؤ تو قتل کر دو۔"

5۔ حدیث نمبر 9708 ابن تیمی کی سند سے روایت ہے، جو اپنے باپ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کے قتل کا حکم دیا جس نے رسول

اللہ ﷺ پر الزام لگایا۔ (مصنف عبدالرزاق، جلد پنجم، صفحات 377-378)

26۔ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے بعض شاتمین کو معاف فرما دیا تھا لیکن فقہاء کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بذات خود ہی معافی کا اختیار تھا لیکن امت کو آپ ﷺ کے شاتمین کو معاف کرنے کا کوئی اختیار نہیں دیا۔

(الصارم المسلول از ابن تیمیہ، صفحات 222-223)

27۔ ابن تیمیہ رقمطراز ہیں کہ ابوسلیمان خطابی نے کہا:

"اگر شاتم رسول مسلمان ہو تو اس کی سزا موت ہے اور اس میں میرے علم کے مطابق مسلمانوں میں کوئی اختلاف رائے نہیں۔" (الصارم المسلول، صفحہ 4)

28۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں:

"اس نکتہ پر ائمہ کا اجماع ہے کہ ایک مسلمان مرتکب توہین رسالت کی سزا موت ہے۔" (الشفاء جلد دوم صفحہ 211)

قاضی عیاض مزید رقم طراز ہیں:

"ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کو گالی دے، آپ ﷺ میں کوئی نقص نکالے یا آپ ﷺ کے نسب میں یا آپ ﷺ کی کسی صفت میں آپ ﷺ کی طرف کوئی کنایہ کرے یا کسی دوسری چیز سے آپ ﷺ کی مشابہت کرے۔ آپ ﷺ کی توہین، بے عزتی، تذلیل کرے یا نقص کے طور پر، تو وہ آپ ﷺ کا شاتم ہے اور وہ قتل کیا جائے گا اور علماء و فقہاء کا اس نکتہ پر اجماع صحابہ کے زمانہ سے آج تک ہے۔" (الشفاء جلد دوم، صفحہ 214)

29۔ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

"مسلمانوں میں اس امر میں کوئی اختلاف رائے نہیں کہ ایک مسلمان جو دانستہ رسول اللہ ﷺ کی تضحیک و توہین کرتا ہے، مرتد ہو جاتا ہے اور سزائے موت کا مستوجب ہوتا ہے۔"

(احکام القرآن جلد ہشتم، صفحہ 106)

یہاں ایک اور حدیث بیان کرنا مفید ہوگا۔

"عبداللہ ابن عباس کی سند سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کو قتل کر دو جو اپنا مذہب (اسلام) تبدیل کرتا ہے۔" (بخاری، جلد دوم، صفحہ 123)

30۔ قاضی عیاض نے بیان کیا ہے کہ ہارون الرشید نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے شاتم رسول کی سزا کے بارے میں دریافت کیا اور کہا کہ عراق کے کچھ فقہاء نے اس کو درے لگانا تجویز کیا ہے۔ اس پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ غضبناک ہو گئے اور کہا:

"اے امیر المومنین! اس امت کو زندہ رہنے کا کیا حق حاصل ہے جب اس کے رسول ﷺ کو گالیاں دی جائیں پس اس شخص کو، جو رسول اللہ ﷺ کو برا بھلا کہے قتل کرو اور اس کو درے لگاؤ جو آپ ﷺ کے صحابہ کو برا بھلا کہے۔" (الشفاء جلد دوم، صفحہ 215)

31۔ ابن تیمیہ اس ضمن میں فقہاء کی آراء بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ابوبکر فارسی شافعی نے بیان کیا ہے کہ مسلمانوں میں اس بات پر اجماع ہے کہ شاتم رسول کی سزا موت ہے، اگر وہ مسلمان ہے۔"

(الصارم المسلول، صفحہ 3)

32۔ مندرجہ بالا بحث سے کسی قسم کا شک باقی نہیں رہتا کہ قرآن پاک کے مطابق جب رسول اللہ ﷺ نے اس کی تشریح فرمائی ہے اور اس کے بعد امت میں تواتر سے

اسی پر عمل ہو رہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین کی سزا موت ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ ہم نے یہ بھی نوٹ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نے سزا میں کمی یا معافی کا حق استعمال نہیں کیا اور نہ کسی کو اس کا اختیار تھا۔ اس طرح مقدمہ میں پیدا ہونے والا دوسرا سوال اہانت رسول کا تعین یا اس کی واضح تعریف ہے۔

33۔ سب وشتم کے الفاظ اور اذی توہین رسول کے لئے قرآن پاک اور سنت میں استعمال ہوئے ہیں۔ سب کے معنی تکلیف دینے، نقصان پہنچانے، تنگ کرنے، اہانت کرنے، بے عزتی کرنے، ناراض کرنے، مجروح کرنے، تکلیف میں مبتلا کرنے، بدنام کرنے، درجہ گھٹانے اور طنز کرنے کے ہیں۔

لفظ شتم کے معنی ہیں بے عزتی کرنا، گالی دینا، ملامت کرنا، جھڑکنا، بددعا دینا، بدنام کرنا۔ (ایضاً صفحات: 212-249)

علامہ رشید رضا لفظ "اذی" کے معنی بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس کے معنی کوئی ایسی چیز ہے جس سے زندہ شخص کے جسم یا ذہن کو تکلیف پہنچے اخواہ ملکی ہی ہو۔" (تفسیر المنار، جلد دہم، صفحہ 455)

علامہ ابن تیمیہ توہین کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس کے معنی رسول ﷺ کو لعنت کرنے، ان کے لئے کسی مشکل کی دعا کرنے یا ان کی طرف کسی ایسی چیز کو منسوب کرنا ہے جو ان کے رتبہ کے لحاظ سے نازیبا ہو یا کوئی توہین آمیز، جھوٹے اور نامناسب الفاظ استعمال کرنا یا ان سے جہالت منسوب کرنا ان پر کسی انسانی کمزوری کا الزام لگانا وغیرہ۔" (الصارم المسلول، صفحہ 526)

34۔ ابن تیمیہ توہین رسالت کے جرم کے دائرہ اور لزوم پر بحث سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بعض اوقات ایک حالت میں ایک لفظ ہی ضرر اور توہین بن جاتا ہے، جبکہ دوسرے موقع پر ایسا لفظ ضرر بنتا ہے نہ توہین۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ذو معنی اور مختلف مطالب والے لفظ کی توضیح، حالات اور مواقع کے ساتھ بدل جاتی ہے۔" (الصارم المسلول، صفحہ 540)

35۔ فوجداری مسئولیت کے لئے خطا کاری دانستہ طور پر ارادتاً ہونا چاہئے یا کسی مجرمانہ غرض سے کی جائے یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ غفلت سے کی گئی ہو اور ہر موقع پر فاعل کی ذہنی کیفیت ایسی ہو جو سزا کو موثر بنا سکے۔ اگر ایک شخص دانستہ غلط کاری اختیار کرتا ہے تو تعزیری نظام آئندہ کے لئے اسے راہ راست اختیار کرنے کے لئے وافر قوت محرکہ فراہم کرے گا۔ اگر دوسری طرف اس سے ممنوعہ فعل خطا کارانہ نیت کے بغیر سرزد ہوا ہے، تب بھی نقصان دہ نتائج کے امکان کو محسوس کرتے ہوئے سزا آئندہ کے بہتر طرز عمل کے لئے موثر ترغیب ہوسکتی ہے۔

36۔ تاہم دوسرے ایسے مواقع بھی ہوسکتے ہیں جہاں کافی یا ناکافی وجوہ کی بناء پر قانون ایک کم درجہ کے مجرمانہ ذہن پر مطمئن ہو۔ یہ صورت غفلت کے جرائم کی ہے۔ ایک شخص کو کسی جرم کا ذمہ دار قرار دیا جاسکتا ہے اگر اس نے وہ فعل ایک معقول انسان کی طرح متوقع نتائج سے بچنے کے لئے نہ کیا ہو۔ دوسرے معاملہ میں قانون اس سے آگے جاسکتا ہے اور ایک شخص کو بلالحاظ کسی مجرمانہ ذہنی کیفیت یا قابل مواخذہ غفلت کے اس کے فعل کا ذمہ دار قرار دے سکتا ہے۔ ایسی خطا کاریاں، جو غلطی سے مبرا ہوں، شدید ذمہ داری والی خطا کاری سے ممیز کی جاسکتی ہیں۔

37۔ خطارکاریاں تین قسم کی ہیں:

1۔ دانستہ یا غفلت کی خطاریاں جن میں مجرمانہ نیت، مقصد، منصوبہ یا کم از کم پیش بینی شامل ہو۔

2۔ غفلت کی خطا کاریاں، جہاں مجرمانہ ذہن محض غفلت کی کم اہم شکل اختیار کرلیتا ہے جو مجرمانہ نیت یا پیش بینی سے متضاد ہے۔ ایسی خطا کاریوں میں غلطی جیسا دفاعی موقف صرف مجرمانہ ذہن کی نفی کرے گا، اگر غلطی بذات خود غفلت نہ ہو۔

3۔ شدید ذمہ داری کی خطا کاریاں: جن میں مجرمانہ ذہن کی ضرورت نہیں اور نہ مجرمانہ یا قابل مواخذہ غفلت کو ذمہ داری کی لازمی شرط تصور کیا جائے گا یہاں اس قسم کے دفاعی موقف، جیسے غلطی سے کسی فعل کا سرزد ہونا قابل قبول نہیں۔

38۔ اس طرح نیت وہ مقصد یا منصوبہ ہے جس کے تحت ایک فعل کیا گیا ہو۔ فرض کریں ایک آدمی بندوق خریدتا ہے اس کی نیت شکار کھیلنے کی ہوسکتی ہے، اپنے دفاع کے لئے استعمال کی ہوسکتی ہے یا کسی پر گولی چلا کر اسے جان سے مار دینے کی ہوسکتی ہے تاہم اگر موخر الذکر فعل والی مدافعت ثابت نہیں ہوتا بلکہ قتل ثابت ہوتا ہے تب نیت ایسا ہی کرنے کی کہی جاسکتی ہے یعنی جان سے مار دینے کی۔

39۔ ایک غیر ارادی فعل وہ ہے جس میں ایسا مقصد یا منصوبہ مفقود ہو۔ ایک فعل جیسے جان سے مارنا جو ایک وجہ اور اثر کا حامل ہے، اس وقت غیر ارادی ہوسکا ہے جب کہ فاعل ایسے نتائج برآمد کرتا ہے جو اس کی نیت نہ تھے۔ کوئی شخص غلطی سے کسی کو جان سے مار سکتا ہے جیسے شکار پر گولی چلاتے ہوئے یا غلط فہمی سے اس کو کوئی اور شخص تصور کرتے ہوئے۔ پہلے بیان کردہ صورتوں میں وہ عواقب کا اندازہ نہیں لگا سکتا جب کہ موخر الذکر صورت میں وہ بعض حالات سے ناواقف ہے۔

40۔ تاہم نظام قانون یہ اصول فراہم کرسکتا ہے کہ ایسے نتائج کے لئے آدمی کو قابل مواخذہ قرار دیا جائے چاہے یہ اس کی نیت نہ رہی ہوں۔ اولاً ایسا اصول ذہنی عناصر کی تفتیش کا تدارک کرے گا، دوم اور زیادہ اہم یہ ہے کہ یہ اصول اس بناء پر معقول ہوگا کہ کسی شخص کو ایسے افعال نہیں کرنے چاہئیں جن کو وہ سمجھتا ہو کہ دوسروں کے لئے

باعث آزار ہوں گے۔ خواہ اس کی نیت یہ آزار پہنچانے کی ہو یا نہ ہو۔ ایسا رویہ بظاہر غیر محتاط اور مورد الزام ہے، تاوقتیکہ خطرہ کا جواز خود فعل کے معاشرتی مفاد کی بناء پر نہ پیش کیا جاسکے۔

41۔ اس خاص تعلق سے اور عموماً ہر دو صورتوں میں دیکھا جاتا ہے کہ قانون میں یہ اختیار ہوسکتا ہے اور بعض اوقات ہوتا ہے کہ نیت کی محدود تعریف سے باہر اس بناء پر ذمہ داری منسوب کی جائے جس کو تاویلی نیت کہا جاتا ہے۔ وہ نتائج جو دراصل محض غفلت کی پیداوار ہیں، قانون میں بعض اوقات دانستہ گردانے جاتے ہیں۔ پس جو کوئی کسی دوسرے کو شدید جسمانی نقصان پہنچاتا ہے، خواہ اسے ہلاک کرنے کی خواہش یا اس کی یقینی موت کی توقع کے بغیر ہی کیوں نہ ہو، موت واقع ہو جانے کی صورت میں وہ قتل کا مجرم ہوگا۔

42۔ اگرچہ کہ قانون اکثر بلا استثنا ہمیشہ اس قسم کے تغافل سے پیدا ہونے والے عواقب کو، جسے بے احتیاطی سے ممیز کیا جاسکے، دانستہ گردانتا ہے یعنی جہاں فاعل اپنے خطاکارانہ فعل کے متوقع عواقب کی پیش بینی کرسکتا ہے۔ بے شک ایک معقول آدمی کی پیش بینی بظاہر ایک مفید شہادتی کسوٹی ہے جس سے یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ فاعل نے خود کیا بھانپ لیا تھا۔ لیکن متذکرہ اصول نے اسے ایک قانونی قیاس کی شکل دے دی ہے، جو بظاہر رد نہیں کی جاسکتی۔ یوں نیت کے تحت وہ افعال آتے ہیں جو صریحاً مد نظر ہوں یا جو غفلت سے کئے گئے ہو۔

43۔ شریعت میں اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ مجرمانہ نیت پہلے سے تھی یا جرم کے ساتھ ساتھ پیدا ہوئی۔ دونوں صورتوں میں سزا یکساں ہے۔ اس اصول کی تائید درج ذیل حدیث رسول اکرم سے ہوتی ہے:

"اللہ تعالیٰ وہ تمام خیالات معاف فرما دیتا ہے جو میری اُمت کے

افراد کے دل میں پیدا ہوتے ہیں، جن کو وہ ظاہر نہیں کرتے یا جن پر وہ عمل نہیں کرتے۔"

یہی وجہ ہے کہ شریعت پہلے سے طے شدہ قتل انسانی اور ایذا رسانی اور بغیر سوچے سمجھے قتل یا ایذا کے درمیان کوئی خط تفریق نہیں کھینچتی اور دونوں صورتوں میں بعینہ وہی سزا مقرر کرتی ہے۔ قتل کی مقررہ سزا قصاص ہے خواہ وہ سوچا سمجھا ہوا ہو یا نہ ہو۔

44۔ نیت پختہ یا غیر پختہ ہوسکتی ہے۔ کسی مجرم کی کسی بھی شخص کو صاف ضرر پہنچانے کی نیت ایک واضح نیت سمجھی جائے گی۔ اگر مجرم اپنے نتائج پیدا کرنے کی نیت رکھتا ہے تو باوجود غیر واضح نتائج کے اس کا جرم ایک واضح فعل گردانا جائے گا، خواہ اس سے کچھ بھی نتائج پیدا ہوں۔ حنفیہ، حنابلہ اور بعض شافعی فقہاء مجرمانہ معاملات بشمول قتل کی واضح اور غیر واضح نیت میں کوئی تمیز روا نہیں رکھتے لہٰذا اگر مجرم کا فعل قتل پر منتج ہوتا ہے تو وہ دانستہ قاتل ہے، خواہ اس کی نیت کسی خاص مقتول کی نہ ہو۔

مزید برآں مجرم کی ذمہ داری کا تعین اور اس جرم کی قسم طے کرنے کے لئے، جس کا وہ مرتکب ہے، فقاء پختہ اور غیر پختہ نیت کو ایک سطح پر رکھتے ہیں اور انہیں ایک ہی حکم کے تابع خیال کرتے ہیں سوائے اس کے کہ جرم میں قتل اور ناپختہ نیت جرم شامل ہو۔

45۔ شریعت نے مجرمانہ نیت اور مقصد جرم کے فرق کو ابتداء ہی سے پیش نظر رکھا ہے مگر ارتکاب پر مقصد کے اثر اور طرز جرم اور اس پر عائد سزا کو تسلیم نہیں کیا۔ یوں شرع میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مقصد جرم پسندیدہ ہے، جیسے اپنے کسی قریبی عزیز کے قصاص یا مجرم کے ہاتھوں اس کی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لئے یا یہ کہ مقصد جرم غیر پسندیدہ ہے جیسے روپے کے لالچ یا سرقہ کے لئے قتل کرنا۔

46۔ دوسرے الفاظ میں مقصد جرم کا مجرمانہ نیت سے کوئی تعلق نہیں اور نہ اس سے

طرز جرم یا اس کی سزا متاثر ہوتی ہے، پس عملاً یہ ممکن ہے کہ جہاں تک حد اور قصاص کے جرائم کا تعلق ہے، مقصد کے اثر کو مسترد کر دیا جائے مگر ایسا کرنا تعزیری سزاؤں کے معاملات میں ممکن نہیں۔ مقصد حد اور قصاص کے جرائم کو متاثر نہیں کرتا کیونکہ قانون ساز ہستی نے ارتکاب جرم کے پس پردہ مقصد پر غور کو قبول نہ کر کے عدالت کے اختیار کو مقررہ کردہ سزاؤں تک محدود کر دیا ہے۔ لیکن تعزیزی سزاؤں کے مقدمات میں اس نے عدالت کو مقدار سزا اور قسم سزا متعین کرنے کا اختیار دیا ہے تاکہ عدالت کے لئے مقدار سزا کے تعین میں مقصد جرم کو پیش نظر رکھنا ممکن ہو۔

47۔ دوسرے الفاظ میں انسان کے بنائے ہوئے رائج الوقت قوانین اور شریعت اسلامی میں یہ فرق ہے کہ موخر الذکر ان مقدمات میں، جو حدود اور قصاص کے زمرہ میں آتے ہیں، مقصد کے اثر کو تسلیم نہیں کرتا۔ شریعت میں ایسی کوئی چیز نہیں جو عدالت کے لئے مقصد جرم پر غور کرنے پر مانع ہو اگرچہ اصولاً یہ سزا اس کے اثر کو تسلیم نہیں کرتی۔

48۔ مندرجہ بالا بحث سے یہ واضح ہے کہ شریعت کسی جرم کو صرف اس وقت قابل حد تسلیم کرتی ہے جب اس کے ساتھ واضح نیت موجود ہو۔ شریعت سزائے حد موقوف کر دیتی ہے اگر اس امر میں کوئی شک ہو کیونکہ شبہات حد کو زائل کر دیتے ہیں۔

49۔ چنانچہ پیرا 37 کی صرف پہلی قسم کی خطائیں سزائے حد کو اپنی طرف متوجہ کریں گی اور اس کا اطلاق شاتم رسول پر ہوگا مزید یہ کہ چونکہ نیت کا پتہ وقوعہ کے گرد کے حالات سے چل سکتا ہے، دوسری اور تیسری قسم کے اعمال حدوں کی سزاؤں کو اپنی طرف متوجہ نہیں کریں گے بشرطیکہ ملزم یہ ثابت کرے کہ اس کا ارادہ کبھی بھی جرم کرنے کا نہ تھا اور وہ نادم ہو۔ اگر کہے گئے الفاظ، کئے گئے اشارے یا عمل مبہم ہوں یا وہ مجرمانہ ذہن یا بغض کے کچھ رجحانات ظاہر کرتے ہوں۔ یہاں ہم یہ بھی واضح کر دیں کہ توہین رسول کے جرم میں ندامت کا فائدہ یہ ظاہر کرنے کے لئے اٹھایا جا سکتا ہے کہ مجرم کے ذہن میں

کوئی مجرمانہ خیال یا بغض نہ تھا اور سزا اسی بناء پر موقوف کر دی جائے گی، اس لئے نہیں کہ ندامت ایک سوچی سمجھی توہین کو ختم کر دے گی۔

قرآن پاک کہتا ہے:

"نادانستہ جو بات تم کہو اس کے لے تم پر کوئی گرفت نہیں ہے، لیکن اس بات پر ضرور گرفت ہے جس کا تم دل سے ارادہ کرو، اللہ درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔" (الاحزاب:5)

"جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو تم پر سلامتی ہے، تمہارے رب نے رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ یہ اس کا رحم و کرم ہی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کرے تو وہ اسے معاف کر دیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے۔" (الانعام:54)

"جو شخص ایمان لانے کے بعد کفر کرے (وہ اگر) مجبور کیا گیا ہو اور دل اس کا ایمان پر مطمئن ہو (تب تو خیر) مگر جس نے دل کی رضامندی سے کفر کو قبول کر لیا اس پر اللہ کا غضب ہے اور ایسے سب لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔" (النحل:6)

"اللہ نگاہوں کی چوری تک سے واقف ہے اور وہ راز تک جانتا ہے جو سینوں نے چھپا رکھے ہیں۔" (المومن:19)

50۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے کہ آپ نے نبی ﷺ کو کہتے سنا:

"اعمال کی جزا کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو جو اس کی نیت رہی ہوگی اسی کے مطابق جزا ملے گی۔" پس جنہوں نے دنیاوی فائدے کے لئے ہجرت کی اس کی ہجرت

اس فائدے کے لئے تھی جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔"

(بخاری، جلد اول، صفحہ 1، حدیث 1)

51۔ ابی ابن کعب کی سند سے روایت ہے کہ "انصار میں ایک شخص تھا، جس کا گھر مدینہ کے آخری سرے پر تھا۔ لیکن اس نے رسول ﷺ کے ساتھ اپنی کوئی نماز قضا نہ ہونے دی ہمیں اس پر ترس آیا اور اس سے کہا: اے بھلے آدمی! تم رسول اللہ ﷺ کے نزدیک کوئی گھر کیوں نہیں خرید لیتے آیا اور اس سے کہا: اے بھلے آدمی! تم رسول اللہ ﷺ کے نزدیک کوئی گھر کیوں نہیں خرید لیتے تا کہ تم گرمی اور اتنی دور سے آنے کی تکلیف سے بچ سکو۔ اس نے کہا: سنو اللہ کی قسم میں نہیں چاہتا تا کہ تم گرمی اور اتنی دور سے آنے کی تکلیف سے بچ سکو۔ اس نے کہا: سنو اللہ کی قسم میں نہیں چاہتا کہ میرا گھر رسول اللہ ﷺ کے قریب واقع ہو۔ مجھے اس کے یہ الفاظ برے لگے اور اللہ کے نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کو (ان الفاظ کی) اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے اسے طلب فرمایا اور اس نے بالکل وہی کہا، جو اس نے ابی ابن کعب سے کہا تھا، مگر یہ بھی کہا کہ وہ اپنے ہر قدم کی جزا چاہتا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "حقیقت میں تمہارے لئے وہ جزا ہے جس کی تم نے نیت کی۔""

(مسلم، جلد اول، انگریزی ترجمہ از عبدالحمید صدیقی، صفحات 324-325 حدیث 404)

مندرجہ بالا حدیث صاف طور پر ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر جو الفاظ کہے گئے، وہ توہین آمیز معلوم ہوتے ہیں مگر یہ کہنے والے کی نیت نہ تھی پس اسے سزا سے مبرا قرار دیا گیا۔

52۔ یحییٰ ابن سعد کی سند سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ تشریف فرما تھے جب کہ مدینہ میں ایک قبر کھودی جا رہی تھی۔ ایک آدمی نے اچانک قبر میں جھانکا اور بولا ایک مومن کی بری آرام گاہ ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے پلٹ کر فرمایا: "کیا بری

شے تم نے دیکھی ہے۔" اس شخص نے بات کھول کر کہی میرا مطلب نہ تھا بلکہ میرا مطلب تھا کہ اللہ کی راہ میں جہاد بہتر ہے۔ اس پر اللہ کے رسول ﷺ نے تین مرتبہ کہا "اللہ کی راہ میں مرنے سے بہتر کوئی چیز نہیں، دنیا میں کوئی دوسرا خطہ زمین ایسا نہیں سوائے جہاد کے جہاں میں اپنی قبر پسند کروں۔"

(مشکوٰۃ شریف جلد سوم، صفحات 662-663 انگریزی ترجمہ از فضل الکریم، حدیث 575)

53۔ یہاں یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ صرف یہ حقیقت کہ کہے گئے الفاظ رسول اللہ ﷺ کی شان میں بے ادبی ہیں، جرم نہیں جب تک کہ یہ پرخاش یا تذلیل پر مبنی نہ ہوں مثلاً رسول اللہ ﷺ کے روبرو بلند آواز میں بولنا منع ہے۔

قرآن پاک کہتا ہے:

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اپنی آواز نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کے ساتھ اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔" (الحجرات: 2)

اس ضمن میں علامہ قرطبی آیت مبارکہ 2:49 کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چیخنے اور اپنی آواز نبی ﷺ کی آواز سے بلند کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ اس سے آپ ﷺ کو تکلیف پہنچتی تھی، تاہم یہ جرم نہیں اگر بغرض جنگ یا دشمن کو خوفزدہ کرنے کے لئے کیا گیا ہو" (6)

54۔ علامہ آلوسی اس آیت مبارکہ 2:49 کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی، ثابت ابن قیس، جن کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی، اپنے گھر گئے اور دروازہ بند کر کے رونا شروع

کر دیا۔ جب انہوں نے نبی ﷺ کی مجالس میں لمبے عرصہ تک حاضری نہ دی تو رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ انہوں نے گھر کا دروازہ بند کر لیا ہے اور گھر کے اندر رو رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں بلوایا اور پوچھا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا: اے اللہ کی نبی ﷺ جب سے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی بلند آواز کا مالک ہونے کی وجہ سے مجھے خوف آیا کہ میں ان میں سے ایک نہ ہوں، جن کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جائیں گے۔"

رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا: "تم ان میں سے نہیں، تم برکتوں کے ساتھ زندہ رہو گے اور برکتوں کے ساتھ ہی وفات پاؤ گے۔"

علامہ آلوسی کے مطابق اس کی بنیاد یہ تھی کہ ان کی بلند آوازی قدرتی چیز تھی کیونکہ وہ گونگے اور بہرے تھے اور ایسے افراد اکثر بلند آواز سے بولتے ہیں چنانچہ ان کی بلند آواز رسول اللہ ﷺ کی تحقیر و تذلیل کی غرض سے نہ تھی جیسا کہ منافقین کی جن کے متعلق یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔" (روح المعانی، جلد 26، صفحات 124-125)

55۔ علامہ آلوسی مزید لکھتے ہیں:

"نبی ﷺ کے سامنے ان کا چیخ کر بولنا دو طرح کا ہے۔"

(الف) جو اچھے اعمال کو غارت نہیں کرتا۔

(ب) جو نیک اعمال کو ضائع کرنے کے برابر ہے۔

اول بغض اور توہین کرنے والے عمل پر مبنی نہیں جیسے کہ جنگوں میں چیخنا اور اونچی آواز سے بولنا، دشمنوں کے ساتھ جھگڑے کے دوران ضرب اور توہین کے لئے، جیسے رسول اللہ ﷺ نے یوم غزوہ حنین پر حضرت عباس ؓ کو لوگوں کو بلند آواز سے پکارنے کا حکم دیا اور انہوں نے لوگوں کو ایسی بلند آواز سے پکارا کہ اس سے حاملہ عورتوں

کے حمل گر پڑے۔ دوسری قسم بغض اور توہین آمیز اعمال پر مبنی ہے جیسا کہ منافقین اور کفار کرتے تھے۔ (روح المعانی، جلد 26 صفحہ 124-125)

56۔ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کا آخری حصہ ایک شخص کے متعلق نازل ہوا جو کہتا تھا "اللہ کے نبی ﷺ کی وفات کے بعد میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے نکاح کروں گا۔" جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ کو سخت اذیت ہوئی۔ اس موقع پر وہ آیت مبارکہ نازل ہوئی جس نے ہمیشہ کے لئے جناب رسالت مآب ﷺ کی ازواج سے نکاح ممنوع قرار دیا اور رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "اس دنیا میں میری ازواج آخرت میں بھی میری ازواج ہوں گی۔" لیکن اس آیت مبارکہ کے نزول سے قبل عملاً یہ ہوا کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ اپنی ایک زوجہ کو طلاق دے دی اور انہوں نے عکرمہ بن ابوجہل سے نکاح کر لیا اور بعض کے نزدیک، انہوں نے ابن قیس کندی سے نکاح کیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت ان کے خیال میں آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ سے نکاح یا آپ ﷺ کی وفات کے بعد نکاح کا اظہار باعث اذیت رسول نہ تھا کیونکہ یہ ممنوع نہ ہوا تھا۔ (الجامع الاحکام القرآن، صفحہ 230)

57۔ رسول اللہ ﷺ نے مسطح، حسان ؓ اور حمنہ ؓ کو، جنہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ ؓ پر الزام تراشی میں حصہ لیا تھا، سزا نہیں دی اور آپ ﷺ نے انہیں منافق بھی قرار نہیں دیا۔ (3) ابن تیمیہ اس صورت حال کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان کی نیت اللہ کے رسول ﷺ کو ایذا دینے کی نہ تھی اور اس کی کوئی علامت بھی موجود نہ تھی جبکہ ابن کعب ایذا کی نیت رکھتا تھا۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ اس وقت یہ نہیں کہا گیا تھا کہ اللہ کے نبی ﷺ کی اس دنیا میں ازواج دوسری دنیا میں بھی آپ ﷺ کی ازواج ہوں گی اور یہ ان کی بیویوں کے لئے عرف عام میں ممکن تھا یہی

وجہ ہے کہ رسول پاک ﷺ نے ان کے معاملہ میں تذبذب فرمایا اور علی رضی اللہ عنہ و زید رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔(4) اور بریرہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا اور ان لوگوں کو منافق قرار نہیں دیا جن کی نیت نبی ﷺ کے ایذا کی نہ تھی۔ ان کے ذہن میں اس امکان کی بناء پر کہ شاید رسول پاک ﷺ اپنی مہتم بیوی کو طلاق دے دیں لیکن اس حکم کے بعد کہ اس دنیا میں آپ ﷺ کی ازواج آخرت میں بھی آپ ﷺ کی ازواج ہوں گی اور یہ وہ امہات المومنین ہیں، ان پر الزام لگانا ہر قیمت پر نبی ﷺ کی اذیت ہوگا۔"

(الصارم المسلول علی شاتم الرسول، صفحہ 49)

58۔ مولانا احمد یار خاں بدایونی لکھتے ہیں:

"شاتم کی نیت اہانت رسول اللہ ﷺ ثابت کرنے کے لئے ضروری ہے اگر ایک شخص نے کہا رسول اللہ ﷺ غریب تھے اور خوش قسمت نہ تھے تو وہ صرف اس وقت کافر ہو جائے گا جب اس سے اس کی نیت اہانت رسول ہو۔" (نور العرفان، حصہ دہم، صفحہ 74)

59۔ تاہم بعض فقہاء کی رائے ہے کہ اگر اہانت رسول اکرم ﷺ واضح اور صریح الفاظ میں ہے تو شاتم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ اس کی نیت کیا تھی؟ لیکن اگر الفاظ ایسے ہیں جو مختلف معنی اور مفہوم رکھتے ہیں یا اس امر کی صلاحیت رکھتے ہیں جن میں سے صرف ایک مفہوم توہین کا حامل ہے تو اس سے اس کی نیت دریافت کی جائے گی۔

(الشفاء، جلد دوم، صفحہ 221)

60۔ تاہم ہمیں اس سے اتفاق نہیں۔ اولاً الفاظ کے معنی و مفہوم موقع محل سے بدلتے ہیں، سیاق و سباق بھی مختلف معنی ظاہر کرسکتا ہے لہٰذا ملزم کو وضاحت کا موقع دینا

چاہیئے، تاکہ کہیں کوئی معصوم شخص سزا نہ پا جائے۔ ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ایک مجرم کو بری کر دینے کی غلطی ایک معصوم شخص کو سزا دینے کی غلطی سے بہتر ہے۔" (سنن البیہقی، جلد ہشتم، صفحہ 184)

قرآن بھی ہر ملزم کو حق دیتا ہے کہ اسے سنا جائے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ گو اللہ قادر مطلق جانتا ہے کہ جو کچھ امین فرشتوں نے ایک شخص کے اعمال نامہ میں اس کے اس دنیا کے اعمال کے بارے میں لکھا ہے، صحیح و غیر مشکوک ہے پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہر شخص کو سنا جائے گا اور اگر اسے فرشتوں کے لکھنے پر اعتراض ہے تو اللہ تعالیٰ شہادت طلب کرے گا، اس کے اپنے ہاتھوں، پیروں، آنکھوں اور کانوں سے ملاحظہ ہو: القرآن۔ ان سنن سے، جن کا حوالہ پیرا 36، 41 میں دیا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ملزم کا حق وضاحت و صفائی موجود ہے جسے سلب نہیں کیا جاسکتا لہٰذا اس کے بعد ہی عدالت فیصلہ کرسکتی ہے کہ کہے گئے الفاظ تہمت کی غرض سے تھے یا وہ بدخواہی اور گستاخی سے استعمال ہوئے تھے یا غیر ارادی طور پر منہ سے نکل گئے تھے۔

61۔ عبید اللہ بن رافع کی سند سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا:

"اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے زبیر رضی اللہ عنہ اور مقداد رضی اللہ عنہ کو یہ کہہ بھیجا کہ "جاؤ! یہاں تک کہ تم روضہ خاہ پہنچو وہاں تمہیں ایک عورت ایک خط کے ساتھ ملے گی، اس خط کو حاصل کرلو۔" چنانچہ ہم روانہ ہو گئے اور ہمارے گھوڑے پوری رفتار سے دوڑے، یہاں تک کہ ہم الروضہ پہنچے، جہاں ہم نے ایک عورت کو پالیا اور اسے کہا "خط نکالو۔" اس نے کہا کہ "میرے پاس کوئی خط نہیں" ہم نے دھمکی دی کہ "خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے" اس پر اس نے وہ خط

اپنی چوٹی سے نکال کر دیا۔ ہم خط اللہ کے رسول ﷺ کے پاس لے آئے۔ اس میں حاطب ابن ابی بلتعہ کا ایک پیغام بعض کفار مکہ کے نام تھا، جس میں انہیں اللہ کے رسول ﷺ کے بعض ارادوں کی اطلاع دی گئی تھی۔ تب اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "حاطب! یہ کیا حرکت ہے؟" حاطب نے جواب دیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ میرے متعلق اپنا فیصلہ صادر کرنے میں کوئی عجلت نہ کیجئے۔ میں قریش سے قریبی تعلق رکھنے والا آدمی تھا، لیکن میں اس قبیلہ سے نہ تھا جب کہ آپ ﷺ کے ساتھ دوسرے مہاجرین کے رشتہ دار مکہ میں ہیں جو ان کے زیر کفالت افراد اور ان کی جائیداد کی حفاظت کریں گے چنانچہ میں نے ان سے اپنے خونی رشتہ کی کمی کو ان کے ساتھ ایک مہربانی سے پورا کرنا چاہا تاکہ وہ میرے کفیلوں کی حفاظت کریں۔ میں نے یہ نہ تو کفر کی وجہ سے کیا نہ ارتداد کی بنا پر اور نہ کفر کو اسلام پر ترجیح دینے کے لئے۔" اللہ کے رسول ﷺ نے کہا "حاطب تم نے حقیقت بتادی ہے"۔"

(بخاری، جلد چہارم، صفحات 154-155 حدیث 201۔ بخاری کتاب المغازی حدیث نمبر 4274)

62۔ ایک حنفی فقیہہ علامہ محی الدین لکھتے ہیں:

"فقہا کی رائے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے معاملات میں حکام یا جج کو موقع محل اور شاتم کا عام رویہ معاملہ کا فیصلہ کرنے سے پہلے دیکھنا چاہیئے۔" (احکام المرتد، نعمان عبدالرزاق سمرتی، صفحہ 109)

63۔ ایک مشہور اور معروف ہندوستانی عالم مولانا احمد رضا خان بریلوی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

"کلمات کفر اور اس شخص کی نوعیت میں فرق ہے، جو ان الفاظ کا حوالہ دیتا ہے اور ان الفاظ میں جن سے وہ کافر ہو جاتا ہے۔"

(تمہید ایمان، صفحہ 59)

وہ آگے چل کر فرماتے ہیں:

"لفظ راعنا کا استعمال اب توہین نہیں کیونکہ یہ آج کل توہین رسول کے سیاق وسباق میں نہیں کیا جاتا۔" (ختم نبوت، صفحہ 71)

64۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک یہودی عورت زینب بنت الحارث نے گوشت میں زہر ملا دیا اور رسول کریم ﷺ کو پیش کیا، جو بکرے کی دستی کا گوشت کھانا پسند فرماتے تھے۔ اس نے گوشت کے اس حصہ میں زہر ملا دیا۔ رسول اللہ ﷺ اور بشر بن براء نے، جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے، اس میں سے کھالیا لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے کھانا شروع کیا تو انہوں نے محسوس فرمایا کہ یہ زہر آلود ہے، تو آپ ﷺ نے اس یہودی عورت کو بلایا اور اس سے اس کے متعلق دریافت فرمایا۔ اس نے گوشت میں زہر ملانے کا اقبال کیا پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے دریافت کیا کہ اس نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے جواب دیا کہ اگر آپ ﷺ بادشاہ ہیں تو ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ ﷺ ایک نبی ہیں تو آپ ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ رسول کریم ﷺ نے اسے معاف فرما دیا۔

(اقضیۃ الرسول از محمد ابن فرج، اُردو ترجمہ: صفحات 189-190)

65۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں کوئی امتیاز یا حیثیت کا فرق نہیں رکھا حالانکہ اس نے ان میں سے بعض پر دوسروں کی نسبت زیادہ نعمتیں نازل فرمائیں۔ یہاں ہم حوالہ کے لئے قرآن پاک سے مندرجہ ذیل آیات پیش کرتے ہیں:

"ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض سے بڑھ کر مرتبے دیئے اور ہم ہی

نے داؤد کو زبور دی تھی۔" (بنی اسرائیل:55)

"یہ رسول (جو ہماری طرف سے انسانوں کی ہدایت پر مامور ہوئے) جنہیں ہم نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کئے۔ ان میں کوئی ایسا تھا جس سے خدا خود ہم کلام ہوا، کسی کو اس نے دوسری حیثیتوں سے بلند درجے دیئے اور روح القدس سے عیسیٰ کی مدد کی۔ اگر اللہ چاہتا تو ممکن نہ تھا کہ ان رسولوں کے بعد جو لوگ روشن نشانیاں دیکھ چکے تھے، وہ آپس میں لڑتے مگر (اللہ کی مشیت یہ نہ تھی کہ وہ لوگوں کو جبراً اخلاف سے روکے، اس وجہ سے) انہوں نے باہم اختلاف کیا۔ پھر کوئی ایمان لایا اور کسی نے کفر کی راہ اختیار کی۔ ہاں اللہ چاہتا تو وہ ہرگز نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔" (البقرہ253)

"مسلمانو! کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی اور جو ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور اولادِ یعقوب علیہ السلام کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی، ہم ان کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے ماننے والے ہیں۔" (البقرہ:136)

"کہو کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں، اس تعلیم کو مانتے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے، ان تعلیمات کو بھی مانتے ہیں جو ابراہیم علیہ السلام، اسماعیل علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اور اولادِ یعقوب پر نازل ہوئی تھیں اور ان ہدایات پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام اور

عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئیں۔ ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے اور اللہ کے تابع فرمان مسلمان ہیں۔" (آل عمران:84)

مزید ملاحظہ ہو۔ البقرہ:85، النساء:150-152۔

66۔ عملاً تمام فقہاء اور علماء نے اتفاق کیا کہ مندرجہ بالا آیات کے پیش نظر اور تمام پیغمبروں کے ہم مرتبہ ہونے کے سبب سے وہی سزائے موت جو اوپر قرار دی گئی ہے اس معاملہ میں بھی لاگو ہوگی جہاں کوئی شخص ان میں سے کسی کے متعلق بھی کوئی توہین آمیز بات کہتا یا کسی طرح کی گستاخی کرتا ہے۔

67۔ مندرجہ بالا بحث کے پیش نظر ہماری رائے کہ عمر قید کی متبادل سزا، جیسا کہ دفعہ 295۔سی ضابطہ تعزیرات پاکستان میں مقرر ہے، احکامات اسلام سے متصادم ہے جو قرآن پاک اور سنت میں دیئے گئے ہیں لہٰذا یہ الفاظ اس میں سے حذف کر دیئے جائیں۔

68۔ ایک شق کا مزید اضافہ اس دفعہ میں کیا جائے، تاکہ وہی اعمال اور چیزیں جب دوسرے پیغمبروں کے متعلق کہی جائیں وہ بھی اسی سزا کے متوجب جرم بن جائے جو اوپر تجویز کی گئی ہے۔

69۔ اس حکم کی ایک نقل صدر پاکستان کو دستور کی آرٹیکل 203(3) کے تحت ارسال کی جائے تاکہ قانون میں ترمیم کے اقدامات کئے جائیں اور اسے احکامات اسلامی کے مطابق بنایا جائے۔ اگر 30اپریل 1991ء تک ایسا نہیں کیا جائے تو "یا عمر قید" کے الفاظ دفعہ 295۔سی تعزیرات پاکستان میں اس تاریخ سے غیر موثر ہو جائیں گے۔(PLD 1991 FSC 10)

تشریحات (Commentary) از مصنف:

1۔ پہلی شریعت پٹیشن نمبر 1 ایل 1984ء میں دفعہ 295اے تعزیرات پاکستان کو چیلنج کیا گیا تھا جس میں توہین مذہب کی سزا دو سال مقرر تھی اور گستاخ رول کی سزا بھی یہی تھی۔ اس لئے مطالبہ کیا گیا تھا کہ توہین رسالت کی سزا، سزائے موت بطور حد مقرر کی جائے۔

2۔ مقننہ نے توہین مذہب کی سزا میں جو دو سال تھی از خود ترمیم نہیں کی۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ جب فاضل عدالت نے پہلی درخواست توہین رسالت پر اپنا فیصلہ محفوظ کر لیا تو درخواست گزار نے 295۔سی کا مسودہ قانون تیار کیا جسے مرحومہ آپا نثار فاطمہ ایم این اے نے قومی اسمبلی میں پیش کیا۔ جس میں ترمیم کی گئی کہ عدالت ان دونوں سزاؤں میں جو سزا بھی مناسب سمجھے توہین رسالت کے مجرم کو دے سکتی ہے۔ جس پر دوبارہ مقدمہ مذکورہ الصدر وفاقی شرعی عدالت میں دائر کیا گیا۔ جس میں مطالبہ کیا گیا کہ صدر مملکت اور حکومت پاکستان کو ہدایت کی جائے کہ وہ توہین رسالت کی سزا بطور حد صرف سزائے موت مقرر کریں۔

4۔ زید رضی اللہ عنہ سے نہیں بلکہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ طلب فرمایا تھا۔ فاضل عدالت سے تسامح ہوا ہے۔

5۔ حزم و احتیاط کا تقاضا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ ادب میں اب بھی راعنا لفظ استعمال نہ کیا جائے کیونکہ اس وقت بھی اس کے مخاطب اہل ایمان ہی تھے جو اس لفظ کے سوائے "توجہ فرمائیے" کے کوئی اور معنی سوچ ہی نہیں سکتے تھے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے لفظ "راعنا" کا استعمال تاقیامت ممنوع قرار دیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اذہان میں اس لفظ کا گستاخانہ مفہوم آ ہی نہیں سکتا تھا۔ اس کے باوجود انہیں بھی اس

لفظ کے استعمال سے منع فرما دیا گیا۔ بایں وجہ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سب بصد ادب اختلاف ہے کہ لفظ راعنا کا استعمال اب توہین نہیں رہا۔[1]

6۔ جہاں تک رسالت کا تعلق ہے تفریق نہیں کی گئی لیکن جہاں انبیائے کرام علیہم السلام کی ایک دوسرے پر فضیلت کا حق ہے اس سے قرآن نے انکار نہیں کیا بلکہ تصدیق کی ہے اور احادیث سے بھی یہ ثابت ہے کہ حضور ختمی مرتبت امام الانبیاء ہیں۔

7۔ فیصلہ کے پیرا نمبر 57 میں سہواً یہ لکھا گیا ہے کہ مسطح، حسان اور حمنہ کو سزا نہیں دی گئی جبکہ ان تینوں کو حد قذف کی سزا دی گئی تھی۔ یہاں بھی وفاقی شرعی عدالت سے تسامح ہوا ہے یا پرنٹ کی غلطی ہے۔

فیڈرل شریعت کورٹ اسلام آباد:

شریعت پٹیشن نمبر L/1 سال 1984

شریعت پٹیشن (ثانی) L/6 برائے سزائے توہین رسالت

محمد اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پاکستان، لاہور

بنام

1۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان بذریعہ جنرل محمد ضیاء الحق صدر حکومت پاکستان
2۔ صوبہ پنجاب بذریعہ گورنر صوبہ پنجاب
3۔ صوبہ سندھ بذریعہ گورنر صوبہ سندھ
4۔ صوبہ سرحد بذریعہ گورنر صوبہ سرحد
5۔ صوبہ بلوچستان بذریعہ گورنر صوبہ بلوچستان (مسئول علیہم)

درخواست زیر آرٹیکل 203۔ڈی آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان (ترمیم شدہ بروئے صدارتی حکم نمبر 1 سال 1983ء) بایں نمط کہ تعزیرات پاکستان کے دفعات

---

[1] جناب اسماعیل قریشی کوئی دلیل پیش نہیں کر سکے فقط الزام معلوم ہوتا ہے۔

متعلقہ جرائم تحقیر مذہب و تنقیص نفوس قدسیہ کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لیتے ہوئے فیصلہ صادر کیا جائے کہ وہ قرآن وسنت کے منافی ہیں تاکہ مسئول علیہم اس کے مطابق قانون میں ترمیم و اضافہ کرسکیں اور توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت جاری کرنے کا حکم جاری کیا جائے۔

موجبات درخواست حسب ذیل ہیں:

1۔ یہ کہ تعزیرات پاکستان کا باب پنجم توہین مذہب سے متعلق ہے جس میں دو دفعات کا اضافہ کیا گیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

(الف) 295الف۔۔۔۔۔۔۔عمداً توہین مذہب:

"جو کوئی عمداً اور بدنیتی سے زبانی تحریری یا علانیہ طور پر پاکستانی شہریوں کے کسی طبقہ کے مذہبی جذبات کو مجروح کرتے ہوئے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کا مرتکب ہو وہ دو سال تک سزا یا سزائے جرمانہ کے ساتھ دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔"

(ب) دفعہ 295الف۔۔۔۔۔۔۔ذوات قدسی کی توہین:

"جو کوئی تحریری یا تقریری یا علانیہ یا اشارتاً یا کنایتاً بالواسطہ یا بلاواسطہ اُمہات المؤمنین میں سے کسی اُم المومنین یا کسی اہل بیت یا خلفائے راشدین میں سے کسی خلیفہ راشد یا اصحاب رسول کی بے حرمتی کرے، ان پر طعنہ زنی یا بہتان تراشی کرے اسے تین سال تک قید کی سزا اور سزائے جرمانہ دی جائے گی یا وہ ان دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔"

2۔ یہ کہ دفعہ 295الف تعزیرات پاکستان حسب ذیل وجوہ کی بناء پر قرآن وسنت کے منافی ہے۔

(الف) یہ کہ اسلام میں حق تعالیٰ کی توحید، عظمت اور کبریائی کے ساتھ ناموس رسالت کا عقیدہ بھی ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے اور جو کوئی اس عقیدہ کو ٹھیس پہنچا کر ذات حق کی تنقیص یا توہین رسالت کا ارتکاب کرے اس کی سزا قرآن اور سنت کی رو سے سزائے موت ہے۔ اس کے لئے اول تو کوئی سزا موجود نہیں اگر 295-A میں مذکورہ دو سال قید یا جرمانہ کی سزا کو اس کے لئے شامل سمجھا جائے تو یہ صریحاً قرآن اور سنت کی مقرر کردہ سزا کے خلاف ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن کی متعلقہ آیات درج ذیل ہیں:

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعدلھم عذاباً مهینا (سورۃ احزاب:57)

ترجمہ: "بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی طرف سے پھٹکار ہے اور ان کے لئے رسوا کن عذاب مہیا کر دیا گیا ہے۔"

جرمانہ کی سزا یا دو سال کی سزائے قید "رسوا کن عذاب" کی تعریف میں نہیں آتے، حالانکہ ان سے معمولی جرائم کی سزائیں نسبتاً زیادہ سنگین ہیں۔ دنیا میں تعذیب (Punishment) کا اجرا (Execution) ریاست یا انتظامیہ کے ذریعہ سے ہوگا۔

(ب) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والوں کے خلاف سورۃ انفال میں قتال کا حکم دیا گیا ہے۔

ذالك بانهم شاقوا الله ورسوله ومن يشاقق الله ورسوله فان الله شديد العقاب (سورۃ انفال:13)

ترجمہ: "یہ (حکم قتال) اس لئے دیا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ اس کے لئے نہایت

سخت گیر ہے۔"

(ج) ایمان لانے کا اقرار کرنے کے بعد اللہ، اس کے رسول ﷺ اور آیاتِ ا
سے استہزاء کرنے والوں کو قرآن نے کافر قرار دیا ہے کیونکہ ان کی یہ حرکت ارتداد کفر
اور مرتد کی سزا اسلام میں سزائے موت ہے جس پر ساری اُمت مسلمہ کا اجماع ہے۔

ولئن سالتهم ليقولن انما كنا نخوض ونلعب قل ابا الله واياته ورسوله كنتم تستهزءون ۔ لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم ان نعف عن طائفة منكم نعذب طائفته بانهم كانوا مجرمين۔ (سورۃ توبہ:65-66)

ترجمہ: "اور اگر تم ان لوگوں سے پوچھو (ایسی باتیں کیوں کرتے ہو) تو یہ ضرور جواب میں کہیں گے ہم نے تو یونہی جی بہلانے کو ایک بات چھیڑ دی تھی اور ہنسی مذاق کرتے تھے۔ تم (ان سے) کہو کیا تم اللہ کے ساتھ اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو؟ بہانے نہ بناؤ! حقیقت یہ ہے کہ تم نے ایمان کے اقرار کے بعد پھر کفر کیا۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں تاہم ایک گروہ کو ضرور عذاب دیں گے اس لئے کہ (اصل میں) وہی مجرم تھے۔"

(د) فرمان رسول ﷺ:

من بدل دينه فاقتلوا

ترجمہ: "جو اپنے دین کو تبدیل کرے اسے قتل کر دیا جائے۔"

ان الدين عند الله الاسلام (آل عمران:19)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔"

قتل مرتد اور عمل صحابہ:

جب آنحضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو اس وقت وہاں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بطور گورنر کام کر رہے تھے۔ جب ایک یہودی جو مسلمان ہو کر پھر یہودی ہو گیا تھا، آپ کے سامنے آیا تو آپ نے اس وقت تک سواری سے اترنے سے انکار کر دیا جب تک کہ اس مرتد کی گردن نہ اڑا دی جائے چنانچہ آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔

3۔ (الف) توہین رسالت کے جرم کی سزا قرآن اور سنت کی رو سے سزائے موت ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیات و احادیث پیش ہیں:

(i) حضور رسالت مآب ﷺ کے ادب و احترام اور تکریم کے بارے میں قرآن کا یہ واضح حکم موجود ہے:

يا ايها الذين امنوا لا ترفعوا اصواتكم فوق صوت النبي ولا تجهروا له بالقول كجهر بعضكم لبعض ان تحبط اعمالكم وانتم لا تشعرون (سورۃ الحجرات:2)

ترجمہ: "اے اہل ایمان! اپنی آواز کو پیغمبر کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ہی ان سے اونچی آواز سے بات کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔"

تفسیر: سورۃ الحجرات کی آیت مبارکہ:

لا ترفعوا اصواتكم

کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب "الجامع الاحکام القرآن" لکھتے ہیں:

لیس الغرض برفع الصوت والجھر مایقصد به الاستخفاف ولااستھانته لان ذالك الكفر والمخاطبون مومنون

"اس آیت میں جس بلند آواز سے منع کیا گیا ہے وہ ایسی بلند آوازی نہیں جس کا مقصد آنحضور ﷺ کا استخفاف و اہانت ہو کیونکہ ایسی بلند آوازی تو کفر ہے۔"

ملاحظہ ہو: الجامع لاحکام القرآن، ج 16 طبع مصر۔ 1967ء۔ مصنف ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی

(ب) اسی سورۃ الحجرات میں اگلی آیت لاتجھروالہ بالقول کی تفسیر کرتے ہوئے صاحب روح المعانی لکھتے ہیں:

"یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ آنحضور ﷺ کو کسی قول وفعل کے ذریعہ تکلیف پہنچانا کفر ہے، جس سے انسان کے تمام اعمال غارت ہو جاتے ہیں لہٰذا ایسے اعمال سے بھی منع فرمایا گیا جس سے آپ ﷺ کو اذیت پہنچنے کا احتمال ہو اور اس پر تمام ائمہ کا اجماع ہے کہ جو شخص بھی ایذائے رسول کا مرتکب ہو وہ واجب القتل ہے اور اس کی معافی اور توبہ قابل قبول نہیں۔"

(ملاحظہ ہو: روح المعانی 18:137-136، طبع، مصر 1301ھ)

(ج) یہودیت اختیار کرنے والوں میں سے وہ لوگ جو شرارتاً ذومعنی الفاظ استعمال کرتے تھے ان کے لئے یہ سخت وعید نازل ہوئی:

من الذین ھادوا یحرفون الکلم عن مواضعه

و یقولون سمعنا وعصینا واسمع غیر مسمع وراعنا لیا بالسنتھم وطعنا فی الدین ولو انھم قالو سمعنا واطعنا واسمع وانظرنا لکان خیر الھم واقوم ولکن لعنھم اللہ بکفرھم فلا یومنون الا قلیلا

(سورۃ النساء:46)

ترجمہ: "(اے پیغمبر) وہ لوگ جنہوں نے یہودیت اختیار کی، ان میں سے کچھ ایسے ہیں جو لفظوں کو ان کی اصلی جگہ سے پھیر دیا کرتے ہیں اور (جب تم سے ملتے ہیں) تو اس خیال سے کہ دین حق کے خلاف طعن و تشنیع کریں زبان مروڑ مروڑ کر لفظوں کو بگاڑ دیتے ہیں (چنانچہ) کہتے ہیں سمعنا وعصینا اور واسمع غیر مسمع اور راعنا اگر یہ لوگ (راست بازی سے محروم نہ ہوتے اور ان شرارت آمیز لفظوں کی جگہ سمعنا واطعنا اور اسمع اور انظرنا کہتے تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا اور یہی درستگی کی بات تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ کی پھٹکار پڑ چکی ہے۔ پس ایک چھوٹے گروہ کے سوا سب ایمان سے محروم رہیں گے۔"

حدیث:

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ یہودی لفظ راعنا کا لفظ بارگاہ رسالت میں بطور طعن و تشنیع استعمال کرتے ہیں (جس کی ایک معنی تو "ہماری طرف التفات کیجئے" کے علاوہ یہ بھی ہیں "اے ہمارے چرواہے" تو آپ نے یہودیوں سے کہا:

"تم پر اللہ کی پھٹکار ہو آئندہ سے اگر میں نے تم میں کسی کو لفظ راعنا

کہتے ہوئے سنا تو اس کی گردن ماردوں گا۔"

(ملاحظہ ہو: تفسیر القرطبی 2-57، طبع مصر، 1967ء)

جصاص اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بتلاتے ہیں:

"یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہر وہ لفظ جس میں معنی خیر وشر دونوں کا احتمال ہو اس لفظ کا استعمال اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ کوئی ایسی قید نہ لگائی جائے جس سے خیر کا پہلو نمایاں ہو۔"

(ملاحظہ ہو: احکام القرآن جلد پنجم، صفحات 67-66، طبع مصر 1347 ہجری)

(د) سورہ نور میں پیغمبر ﷺ کے حضور آداب گفتگو کی تعلیم دیتے ہوئے حکم دیا گیا:

ترجمہ: "تم لوگ اپنے درمیان رسول ﷺ کو بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کا سا بلانا نہ سمجھ بیٹھو۔"

تفسیر: مسلمانو! تم پر واجب ہے کہ تم پیغمبر کی عزت وتکریم، تعظیم وتوقیر کرو۔ آپ ﷺ کے حفظ مراتب کا خیال رکھو اور آپ ﷺ کی موجودگی میں اپنی آوازوں کو پست رکھو اور آپ ﷺ کو نبی اور رسول اللہ ﷺ جیسے الفاظ سے مخاطب کرو۔

(ر) سورہ توبہ میں ایسے لوگوں کو جو اللہ کے رسول ﷺ کو اذیت دیتے ہیں، درد ناک عذاب کی خبر دی گئی چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ومنهم الذين يوذون النبي و يقولون هو اذن قل اذن خير لكم يومن بالله و يؤمن للمومنين ورحمة للذين امنو منكم والذين يوذون رسول الله لهم عذاب اليم۔ يحلفون بالله لكم ليرضوكم والله ورسوله احق ان يرضوه ان كانو مومنين (سورۂ توبہ: 61-62)

ترجمہ: "اور ان ہی (منافقوں) میں (وہ لوگ بھی) ہیں جو اللہ کے نبی کو (اپنی بدگوئی سے) اذیت پہنچانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں یہ شخص تو بہت سننے والا (یعنی کان کا کچا ہے اے پیغمبر!) تم کہو ہاں وہ بہت سننے والا ہے مگر تمہاری بہتری کے لئے۔ وہ اللہ پر یقین رکھتا ہے اور وہ مومنوں کی بات پر بھی یقین رکھتا ہے (جن کی سچائی ہر طرح کے امتحانوں میں پڑ کر کھری ثابت ہو چکی ہے اور وہ ان کے لئے سر تا سر رحمت ہے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کو آزار پہنچانا چاہتے ہیں تو انہیں سمجھ لینا چاہئے کہ ان کے لئے عذاب ہے، درد ناک عذاب!۔"

(مسلمانو) یہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کرلیں حالانکہ اگر یہ واقعی مومن ہوتے تو سمجھتے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اسے راضی رکھیں۔"

(ز) سورۃ النساء میں ایمان اور کفر کا فرق واضح کرتے ہوئے بتلایا گیا کہ پیغمبر حق کی ہر بات کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہی عین ایمان ہے اور اس کے خلاف اپنے دل میں کسی قسم کی تنگی محسوس کرنا صریحاً کفر ہے چنانچہ فرمان الٰہی ہے:

فلا وربك لا يومنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حرجا مما قضيت و يسلموا تسلما (سورۃ النساء: 65)

ترجمہ: "پس اے محمد ﷺ تمہارے رب کی قسم یہ کبھی بھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تم کو یہ اپنا حکم نہ بنالیں اور پھر جو کچھ بھی فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی

محسوس نہ کریں، بلکہ اسے سر بسر تسلیم کر لیں۔"

شانِ نزول:

سورۃ النساء کی متذکرہ صدر آیت مبارکہ کی شان نزول کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی کے درمیان کسی معاملہ پر تنازعہ ہوگیا۔ دونوں اس سلسلہ میں آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فیصلہ یہودی کے حق میں صادر فرمایا جس سے دوسرا فریق راضی نہ ہوا اور اس کے اصرار پر یہ دونوں معاملہ کو لے کر ازسرنو فیصلہ کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے (جو ان دونوں آنحضور ﷺ کے حکم سے مدینہ منورہ میں تنازعات اور خصومات کا فیصلہ کیا کرتے تھے) آپ نے دونوں سے روائیداد مقدمہ سنی اور جب آپ کو علم ہوا کہ آنحضور ﷺ اس بارے میں یہودی کے حق میں فیصلہ صادر فرما چکے ہیں تو آپ نے خود اس منافق سے اس کی تصدیق کر لی تو اسی وقت تلوار سے اس منافق کا سر قلم کر دیا۔

ملاحظہ ہو: تفسیر روح المعانی، جلد پنجم، صفحہ 67، مطبوعہ بیروت)

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هكذا اقضى لمن لم يرض بقضاء الله ورسوله

"اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ سے راضی نہ ہو اس کا یہی فیصلہ ہے جو میں نے کیا ہے۔"

مقتول کے ورثا نے حضور رسالت مآب ﷺ کی عدالت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف قتل کا دعویٰ کر دیا جس پر سورہ النساء کی یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی اور آنحضور ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو "فاروق" کے خطاب سے سرفراز

فرمایا۔ (ملاحظہ ہو: تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی، صفحہ 114)

احکام الحدیث:

(الف) حدیث قولی:

ایک شخص نے حضور ﷺ کی تکذیب کی۔ آنحضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کی طرف روانہ کیا اور فرمایا اگر وہ تم کو مل جائے تو اسے قتل کر دو۔ (حوالہ: المصنف عبدالرزاق، حدیث نمبر 9707 صفحہ 308۔)

(ب) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی تھے جن کی کنیز حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتی تھی اور منع کرنے پر بھی وہ اس سے باز نہ آتی تھی۔ ایک رات اس نے آنحضور ﷺ کی شانِ اقدس میں بے حد گستاخی کی تو نابینا صحابی نے اسے خنجر گھونپ کر ہلاک کر دیا۔ جب اس قتل کی خبر آپ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس کا خون کس نے کیا ہے؟ اس پر وہ صحابی آپ ﷺ کی خدمت میں کانپتے ہوئے پہنچے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ عورت میری رفیق حیات تھی اور اس کے بطن سے میرے دو بچے بھی ہیں اور وہ میری خدمت بھی کرتی تھی لیکن رات اس نے پھر آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کی اس لئے میں نے خنجر سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الا اشهدوا ان دمها هدر

"تم سب گواہ رہو کہ اس عورت کا خون ضائع ہوگیا یعنی اس کے خون کا بدلہ نہیں لیا جائے گا۔"

(ج) فرمایا امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی عورت حضور ﷺ کو گالیاں

دیا کرتی تھی۔ ایک شخص نے ہمیشہ کے لئے اس کا منہ بند کر دیا (یعنی اسے مار دیا گیا)۔ آنحضور ﷺ نے اس کا خون باطل قرار دیا (اس کے خون کا بدلہ قصاص یا دیت کی صورت میں نہیں دلوایا گیا)۔

(د) ایک شاعر، جو حضور ﷺ کو اپنے کلام کے ذریعہ ہدف طعن و تشنیع بناتا تھا، اسے قتل کر دیا گیا۔ (البخاری، باب المغازی:9)

(ر) حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں۔ "امیر المومنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا۔ آپ ایک شخص پر ناراض ہوئے اور اسے سخت سست کہا۔ میں نے عرض کیا اے خلیفہ رسول اگر اجازت ہو تو میں اس (گستاخ) کی گردن اڑا دوں یہ سن کر آپ کا غصہ فرو ہو گیا اور اٹھ کر اندر چلے گئے پھر آپ نے مجھ (ابوبرزہ) کو اندر بلا بھیجا اور پوچھا تم نے کیا کہا تھا؟ میں نے جواب دیا اگر اجازت ہو تو اس کی گردن مار دوں۔ اس پر آپ ﷺ نے پوچھا اگر میں اجازت دیتا تو کیا تم ایسا کر گزرتے میں نے جواب دیا ہاں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم یہ مرتبہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی اور شخص کو حاصل نہیں (کہ اس سے گستاخی کرنے والے کو قتل کر دیا جائے)۔"

عمل صحابہ:

(الف) روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو جو گستاخ رسول تھا، قتل کروا دیا۔ (المصنف، امام عبدالرزاق، حدیث نمبر 9704 صفحہ 307 جلد نمبر 5)

(ب) ابن وہب نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک راہب نے حضور ﷺ کی جناب میں گستاخی کی۔ جب اس کا تذکرہ جناب ابن عمر

رضی اللہ عنہما کے سامنے کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ سامعین نے اس کو زندہ کیوں چھوڑ دیا؟

فتویٰ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

ابن قاسم سے روایت ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک نصرانی کے بارے میں فتویٰ طلب کیا گیا کہ اس دریدہ دہن نے حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے، اس کو کیا سزا دی جائے۔ جس پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔ (کتاب الشفاء مذکورہ الصدر، صفحہ 452)

فتویٰ امام ابن تیمیہ:

امام ابن تیمیہ ے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" میں فتویٰ دیا ہے کہ شاتم الرسول واجب القتل ہے اور اس کی توبہ اور معافی قابل قبول نہیں۔

دفعہ 298 الف تعزیرات پاکستان بھی قرآن اور سنت سے ہم آہنگ نہیں دفعہ مذکورہ درج ذیل ہے۔

دفعہ 298 الف۔۔۔۔۔۔ذوات قدسی کی توہین واہانت:

"جو کوئی تحریری یا تقریری یا اعلانیہ یا اشارتاً کنایتاً بالواسطہ یا بلاواسطہ امہات المومنین میں سے کسی ام المومنین یا کسی اہل بیت یا خلفائے راشدین میں سے کسی خلیفہ راشد یا اصحاب رسول کریم کی بے حرمتی کرے ان پر طعنہ زنی یا بہتان تراشی کرے اسے تین سال تک کی قید کی سزا یا سزائے جرمانہ دی جائے گی یا وہ ان دونوں

سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔"

یہ دفعہ لایق ترمیم ہے۔

وجوہات:

1۔ یہ کہ دفعہ 298الف مذکور کی رو سے ذوات قدسی (Holy Personages) میں صرف امہمات المومنین، اہل بیت، خلفائے راشدین اور صحابہ کرام شامل ہیں جن کی بزرگی اور تقدیس مسلمہ اور شک وشبہ سے بالاتر ہے لیکن اس عظمت و تقدیس کی اصل وجہ حضور ختمی مرتبت ﷺ کی ذات اقدس سے ان کی نسبت ہے۔ اسس لئے آنحضور ﷺ کا نام نامی ذوات قدسی (Holy Personages) میں سرفہرست ہونا چاہیئے تھا۔ قرآن مجید کے گروہ قدوسین میں سب سے پہلے انبیائے کرام کا ذکر کیا چنانچہ سورہ النسا میں فرمایا:

ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصلحين وحسن اولئك رفيقا (سورۃ النساء:69)

ترجمہ: "اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء اور صدیقین، شہدا اور صالحین اور کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔"

2۔ یہ کہ دفعہ 298الف کی رو سے مذکور الصدر پاکباز ہستیوں کی توہین واہانت، بے ادبی اور گستاخی کو قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا لیکن خود اس مقدس ترین ہستی جن سے نسبت کی وجہ سے انہیں یہ مرتبہ تقدیس حاصل ہوا، ان کی جناب میں گستاخی، اہانت، توہین و تنقیص

جیسے سنگین اور ناقابل معافی جرم کے بارے میں کوئی سزا تجویز نہیں کی گئی جو اصل کو چھوڑ کر فروع کے استحقاق کو قانونی شکل دینے کے مترادف ہے۔ لہٰذا قرآن اور سنت کے احکام کے منافی ہے کیونکہ قرآن اور سنت کے احکام متذکرالصدر کی روشنی میں توہین رسالت کے جرم کی سزا بطور حد کے سزائے موت مقرر ہے۔

علاوہ ازیں اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی توہین رسالت اور ارتداد کی سزا، سزائے موت مقرر کرنے کی سفارش کر دی ہے۔

بحالات بالا گذارش ہے دفعات 295الف اور 298الف تعزیرات پاکستان کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لے کر فیصلہ صادر فرمایا جائے کہ توہین رسالت کی مقرر کردہ سزا قرآن وسنت کے منافی ہے لہٰذا توہین رسالت کے انتہائی سنگین جرم کی سزا قرآن وسنت کی رو سے سزائے موت قرار دی جائے۔

محمد اسماعیل قریشی

سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ

کنوینر ورلڈ ایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس (پاکستان)

4۔مزنگ روڈ، لاہور

پٹیشنرز وکونسل

تصدیق:

شریعت پٹیشن ہذا پہلی مرتبہ دائر کی جارہی ہے۔ اس سے قبل ان دفعات متذکرہ کو چیلنج نہیں کیا گیا۔ گزارش ہے کہ شریعت پٹیشن ہذا کی سماعت لاہور میں کی جائے کیونکہ تمام مکاتب فکر کے علماء جنہوں نے اس پر دستخط کئے ہیں لاہور میں موجود ہیں۔

محمد اسماعیل قریشی

حوالہ کتب مندرجہ شریعت پٹیشن:

1۔ القرآن الحکیم

(الف) سورہ احزاب:57

(ب) سورہ انفال:13

(ج) سورہ توبہ:66-65

(د) سورۃ الحجرات:2

(ر) سورہ نساء:64-65

(ز) سورہ توبہ:62-60

2۔ کتاب الحدیث

(الف) سنن ابی داؤد، 2:6 (طبع کانپور)

3۔ تفاسیر

(الف) روح المعانی 8:173-174 طبع مصر 130 ہجری

(ب) احکام القرآن، 1:66 طبع مصر 1347 ہجری

(ج) تفسیر مظہری 9:41 طبع ندوۃ المصنفین دہلی

(د) الصارم والمسلول علیٰ شاتم الرسول، امام ابن تیمیہ

(ر) کتاب الشفاء صفحہ 449 جلد دوم قاضی عیاض اندلس

4۔ موجودہ آئین وقانون

(الف) آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان 1973ء

(ب) تعزیرات پاکستان۔

اسمائے گرامی فاضل وکلاء اور علماء حضرات جنہوں نے درخواست گزار کو پیروی

مقدمہ کے لئے اختیارات تفویض کئے۔

اسمائے گرامی فاضل وکلاء اور حضرات علماء جنہوں نے درخواست پر بطور مدعی دستخط کئے۔

1۔ ڈاکٹر ظفر علی راجا (سیکرٹری جنرل، ورلڈ ایسوی ایشن آف مسلم جیورسٹس)

2۔ مولانا مفتی محمد حسین نعیمی (سرپرست وناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ، لاہور)

3۔ شیخ غیاث محمد (سینئر ایڈووکیٹ وسابق اٹارنی جنرل پاکستان)

4۔ علامہ سید علی غضنفر کراروی (صدر اتحاد بین المسلمین)

5۔ بی۔زیڈ۔کیکاؤس (سابق جج سپریم کورٹ)

6۔ مولانا محمد عبدالستار خان نیازی (نائب صدر، ورلڈ اسلامک مشن)

7۔ ایس ایم ظفر (سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

8۔ مولانا محمد اجمل خان (مرکزی نائب امیر جمعیت علماء اسلام پاکستان)

9۔ جہانگیر اے جھوجہ (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ، لاہور)

10۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر (صدر جمعیت اہل حدیث پاکستان)

11۔ ڈاکٹر بابر عزیز (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

12۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی (ممبر وفاقی مجلس شوریٰ پاکستان، لاہور)

13۔ بشیر الدین احمد خان (سابق چیف جسٹس پشاور ہائی کورٹ)

14۔ گلزار احمد مظاہری (صدر جمعیت اتحاد العلماء پاکستان)

15۔ پروفیسر ابوالاعجاز قادری (ایڈووکیٹ)

16۔ مولانا سید محمد عبدالقادر آزاد (خطیب بادشاہی مسجد و چیئرمین مجلس علماء پاکستان)

17۔ شیخ مقبول احمد (سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

18۔ ملک محمد اکبر ساقی (جنرل سیکرٹری، ورلڈ اسلامک مشن)

19۔ خواجہ محمد اصغر (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

20۔ پیر سید اعجاز شاہ (فنانس سیکرٹری، جمعیت علمائے پاکستان)

21۔ ایم رفیق بٹ (بار ایٹ لاء ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

22۔ حامد خان (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان)

23۔ عابد نواز (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

24۔ سرار ایم ایم لودھی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

25۔ خادم محی الدین (ایڈووکیٹ)

26۔ بشیر احمد علوی (ایڈووکیٹ لاہور)

27۔ سردار محمد خورشید (ایڈووکیٹ)

28۔ سی ایم لطیف (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

29۔ محمد ارشد خان (ایڈووکیٹ)

30۔ بدر الدین قادری (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

31۔ عبدالستار زاہد (ایڈووکیٹ)

32۔ ملک الطاف سکندر (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

33۔ ریاض علی عباسی (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

34۔ رشید مرتضیٰ قریشی (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

35۔ رانا طارق (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

36۔ غلام سرور چودھری (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

37۔ گلزار حسن (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

38۔ محمد اشرف (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

39۔ منور احمد وڑائچ (ایڈووکیٹ)

40۔ سید فاروق حسن نقوی (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

41۔ سید توقیر اللہ شاہ (ایڈووکیٹ)

42۔ ایس ایم ناظم (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

43۔ سردار محبت علی ڈوگر (ایڈووکیٹ)

44۔ محمد اسحاق (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

45۔ ضیاء اللہ خان ذکی (ایڈووکیٹ)

46۔ محمد وحید اختر (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

47۔ ولایت عمر چودھری (ایڈووکیٹ)

48۔ ضمیر احمد خان (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

49۔ بشیر احمد (ایڈووکیٹ)

50۔ محمد ناصر علی خان (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

51۔ عبدالخالق خان (ایڈووکیٹ)

52۔ نظام الدین نعمانی (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

53۔ مبشر اقبال علوی (ایڈووکیٹ)

54۔ ملک وقار سلیم (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

55۔ چودھری اعجاز احمد (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

56۔ مشتاق چودھری (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

57۔ میاں نذیر اختر (ایڈووکیٹ سپریم و ہائی کورٹ)

58۔ بشیر اے مجاہد (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ سیکرٹری لاہور ہائی کورٹ بار ایسوسی ایشن)

59۔ سید محمد جلال الدین خلد (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

60۔ محمد رفیق عارف (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

61۔ رانا عبدالرحیم خان (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

62۔ ارشاد احمد قریشی (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

63۔ راجہ محمد اکرم (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

64۔ اے کے ڈوگر (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

65۔ الٰہی بخش وجدانی (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

66۔ محمد عارف (سابق ایڈووکیٹ جنرل)

67۔ رانا محمد سرور سابق (جج لاہور ہائی کورٹ)

68۔ میاں شیر عالم سینئر (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ و سابق صدر لاہور ہائی کورٹ)

69۔ چودھری محمد فاروق (وائس چیئرمین پنجاب بار کونسل)

70۔ محمد صدیق (سینئر ایڈووکیٹ سابق جج لاہور ہائی کورٹ)

71۔ کرنل محمد اقبال بدر (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

72۔ سید افضل حیدر (صدر ہائی کورٹ بار ایسوی ایشن، صدر لاہور)

73۔ خان اے حمید (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

74۔ مولانا محمد اجمل قادری (مدیر خدام الدین)

75۔ مولانا عبیداللہ انور (امیر انجمن خدام الدین لاہور)

76۔ محمد شاہ نواز خان (ایڈووکیٹ ہائی کورٹ)

77۔ سردار احمد خان (ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

78۔ افتخار علی شیخ (سینئر ایڈووکیٹ جنرل سیکرٹری پنجاب مسلم لیگ)

توہین رسالت (بلاس فیمی) سے متعلق یورپین ہیومین رائٹس کورٹ، سپریم کورٹ آف برطانیہ، سپریم کورٹ آف امریکہ، سپریم کورت، ہائی کورٹ آف پاکستان اور انڈیا کے فیصلے۔

Blasphemy Ruling of

Human Rights Court of Europe, Supreme Court of U.K, U.S.A and Pakistan and High Courts of Pakistan & India.

1. Lahore High Court Judgment in Rajpal Vs. Emperor case AIR-1927-LAH-250.
2. European Court of Human Rights Judgment dated 2 5 November 1 9 9 6 in Vingrove Vs. United Kingdom Case.
3. House of Lords Judgement (U.K) 1979-AC-617
4. British Court Judgment in White House VS. Lemon case.
5. Supreme Court of U.S.A judgement in State Vs. Mockus 14-ALR-87).
6. Supreme Court of Pakistan Judgment dated 13.09.2005 in Dr. Muhammad Ismail Qureshy Vs. General Muhammad Zia-ul-Haq was unheld.
7. Federal Shariat Court of Pakistan Judgment dated 07.03.1990 in Muhammad Ismail Qureshy VS. General Muhammad Zia-ul-Haq PLD-1991-FSC-10, citation of case decided by the Supreme Court and High Court of Pakistan.
8. Supreme Court of Pakistan in Ayub Masih Vs. The State PLD-2002-SC-1048.
9. Lahore High Court Saleem Masih etc Vs. State 2003-YLR-2422.
10. PLD-2002-LAH-587
11. 1995-MLD-667
12. 1995-MLD-676

جدول (Schedule) مقدمات:

اے آئی آر 1927 لاہور 250

جسٹس دلیپ سنگھ

راج پال سیال بنام ایمپرر

فوجداری نگرانی نمبر 1927286ء برخلاف حکم سیشن جج لاہور منفصلہ 7.2.1927 مذہبی رہنماؤں پر تنقید خواہ کتنی ہی غیر شائستہ کیوں نہ ہو قابل تعزیر نہیں۔

جی سی نارنگ، ایل بدری داس اور رام لال آنند برائے سائل۔

وکیل سرکار۔۔۔۔برائے تاج شاہی۔

فیصلہ:

اس مقدمہ میں سائل راج پال کو دفعہ 153۔اے ہندوستانی قانون فوجداری کے تحت سزا سنائی گئی ہے اور بصورت دیگر اسے چھ ماہ قید بامشقت کا حکم دیا گیا ہے۔

زیر نظر نگرانی میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ معلوم حقائق دفعہ 153اے کے تحت جرم نہیں بنتا پہلے یہ کہا گیا ہے کہ لفظ "کلاسز" مذہبی فرقوں پر مشتمل نہیں۔ بلکہ اس سے مراد قبیلے ہیں۔ میں اس دلیل کو قبول نہیں کرسکتا۔ جس کے لئے کوئی نظیر پیش نہ کی گئی ہو اور جو لفظ "کلاسز" کے معنی کو یوں محدود کردے جس کا کوئی جواز خود دفعہ میں موجود نہ ہو۔

مزید یہ کہا گیا ہے کہ بہرطور ایک مذہبی پیشوا پر تنقید یا طنز اس دفعہ کے احاطہ میں نہیں آتے۔

ماتحت عدالت نے قرار دیا کہ ملزم کی نیت اس کے سوائے اور کچھ بھی نہ تھی کہ پیغمبر اسلام پر جارحانہ حملہ کیا جائے۔ آپ ﷺ کی شان میں تمسخر کیا جائے، آپ ﷺ

کو حقیر گردانا جائے، ان کے مذہب کا مذاق اڑایا جائے اور اس طرح آپ ﷺ کے پیروکاروں کے احساسات کو مجروح کیا جائے اس لئے قرار دیا کہ اگر ملزم کی یہ نیت تھی تو عدالت کو کوئی شک نہیں کہ اس کا فعل دفعہ 153اے کے احاطہ میں آتا ہے۔

اپیل کے فیصلہ میں فاضل سیشن جج نے قرار دیا کہ پمفلٹ کے پورے مطالعے سے یہ واضح ہے کہ پمفلٹ ارادۃً جارحانہ، دردیدہ دہن اور مسلمان قوم کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے والا تھا اور بلاشبہ کینہ ور لہجہ اور نیت کا حامل تھا اور اس کی اشاعت کے معاملہ میں بظاہر نیت ایک مخصوص طبقہ کے جذبات کی توہین اور انہیں مجروح کرنا تھی۔

سائل کے کونسل کا موقف ہے کہ پمفلت ایسی کسی نیت کو ظاہر نہیں کرتا اور اس کا مقصد صرف تعداد ازواج اور غیر مساوی عمر کی شادیوں کی برائیاں ظاہر کرنا تھا۔ کتاب مذکور کی اس توضیح کو مسترد کرنے میں مجھے کوئی تامل نہیں بلاشبہ یہ مذہب اسلام کے بانی پر گستاخانہ طنز کے سوا کچھ اور نہیں لیکن میں اس میں کوئی ایسی بات نہیں پاتا جو ظاہر کرے کہ اس کا مقصد مذہب اسلام پر حملہ کرنا یا مسلمانوں کو دشمنی اور نفرت کا نشانہ بنانا ہو۔ اس کے برخلاف کتاب میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ لوگوں کو اسی طرح کرنا چاہیئے جس طرح محمد ﷺ نے کہا ہے لیکن انہیں اس طرح عمل نہیں کرنا چاہیئے جس طرح انہوں نے خود عمل کیا۔ کتاب کا لہجہ بے شک مجموعی طور پر کینہ پرور ہے اور بظاہر مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرنے والا ہے۔ خواہ وہ ان کی زیادہ معقول توہین کا سزاوار نہ ہو۔ تاہم فیصلہ طلب سوال یہ ہے کہ آیا کسی مذہبی رہنما کی ذاتی زندگی پر کینہ ور طنز دفعہ 153اے کے احاطہ میں آتا ہے یا نہیں۔ جلسہ کے صدر کی شہادت، جو کتاب کی مذمت میں ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب کے مصنف کے خلاف مسلمانوں کا غصہ بھڑک اٹھا۔ بلاشبہ ایسی کتاب کا منطقی نتیجہ یہی ہوسکتا ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ ملزم خود کتاب کا مصنف نہیں لیکن وہ اس کا تسلیم شدہ ناشر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کی

تقریباً چار جلدیں مسلمانوں کے ہاتھ فروخت ہوئیں اور باقی آریا سماجی کتب فروشوں یا مختلف طبقوں کے افراد کو بیچی گئیں۔ فاضل وکیل سرکار کا انحصار شہنشاہ بنام رحمت علی اور گور کے قانون فوجداری جلد اول صفحہ 894 اور سیتھل پرشاد، بنام شہنشاہ کے عدالتی اظہار خیال پر ہے۔ ان کا موقف یہ ہے کہ اولاً تو کسی مذہب کے بانی پر طنز لازماً اس کے پیروکاروں پر طنز کی دلالت کرتا ہے۔ میرے خیال میں ایسا ہونا ضروری نہیں ہے۔

دوسرے فاضل وکیل سرکار نے ایک مفروضہ بنایا ہے کہ کسی مذہبی پیشوا پر ایسے شخص کی طرف سے طنز جو اس کا پیرو نہ ہو دفعہ 153 اے کے دائرہ میں آتا ہے۔ اگر کوئی چیز یہ ظاہر کرتی ہو کہ وہ مذہبی پیشوا پر اس لئے طنز کر رہا ہے کہ وہ خود کسی دوسرے فرقہ سے تعلق رکھتا ہے۔

انہوں نے تیسری دلیل یہ دی ہے کہ اس مخصوص مقدمہ میں بطور جماعت مسلمانوں کے خلاف ہتک آمیز الفاظ استعمال کئے گئے ہیں مگر میں ایسے الفاظ تلاش نہیں کر سکا۔

چہارم ان کا موقف یہ ہے کہ بہر طور اس کتاب کے ہندو قارئین میں مسلمانوں کے لئے حقارت کے جذبات ابھریں گے۔ وہ تسلیم کریں گے کہ ماتحت عدالتوں میں مقدمہ کے اس پہلو پر قطعاً غور نہیں کیا گیا۔

جواباً سائل کے کونسل کا یہ موقف ہے کہ "توہین، نفرت یا دشمنی نہیں اور ہندوستانی قانون فوجداری کی دفعہ 144 اے کے الفاظ ان الفاظ سے جو دفعہ 153 اے میں استعمال ہوئے ہیں سے زیادہ وسیع ہیں"۔

فاضل وکیل سرکار کا مزید موقف ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مابین کشیدگی اور اس امر کے پیش نظر کہ مسلمان قوم مذہب کے سلسلہ میں دوسری قوموں سے زیادہ سخت ہے، مذہب اسلام کے بانی پر کوئی طنز عوام کے درمیان نفرت اور دشمنی پیدا

کرنے کا زیادہ موجب ہو سکتا ہے، بمقابلہ کسی دوسرے مذہب کے بانی مثلاً عیسائیت کے بانی پر طنز کے۔ میں یہ دلیل قبول نہیں کر سکتا کہ کسی مخصوص فرقہ کی کم علمی اور کٹڑپن سے کسی فعل کا تعین کیا جائے۔ بعض صورتوں میں اس سے جرم میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

لیکن محض اس بناء پر ایک فرقہ دوسرے کے مقابلہ میں ایک بانی مذہب کے متعلق مستعملہ الفاظ کو دوسرے بانی مذہب کے متعلق مستعملہ الفاظ سے زیادہ برا مانے گا، یہ قرار نہیں دیا جا سکتا کہ پہلی صورت میں وہ الفاظ دفعہ 153 اے کے احاطہ میں نہ آسکیں اور دوسری صورت میں اس کے احاطہ میں آجائیں۔ فعل کی نوعیت یعنی کہ وہ جرم ہے یا نہیں، کسی خاص طبقہ کے ردعمل سے متعین نہیں ہو سکتی۔

جہاں تک اس دلیل کا تعلق ہے کہ ایک مذہب کے بانی پر طنز ایک ایسی چیز ہے، جو ظاہر کرتی ہے کہ وہ اس لئے ایسا کر رہا ہے کہ وہ دوسری قوم سے تعلق رکھتا ہے۔ مجھے یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی شخص بھی جو کسی مذہب کے پیشوا کو مانتا ہے، اس پر طنز نہیں کرے گا چنانچہ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جہاں کہیں بھی کسی مذہبی پیشوا پر طنز ہو گا اور یہ دریافت کرنا ناممکن ہو گا کہ مصنف کس فرقہ سے تعلق رکھتا ہے، تب اس کے پیروکاروں کے جذبات ان سب کے خلاف بھڑکیں گے جو اس مذہب کے پیرو نہیں۔ میں قیاس نہیں کرتا کہ دفعہ 153 اے کا مقصد اسے اتنے وسیع معنی میں استعمال کرتا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس دفعہ کا منشاء لوگوں کو کسی خاص فرقہ پر اس کی موجودہ صورت میں حملہ کرنے سے باز رکھنا تھا۔ اس کا منشاء گزرے ہوئے مذہبی پیشواؤں پر بحث ومناظرہ روکنا نہیں تھا، خواہ ایسے اعتراضات کتنے ہی گستاخانہ اور نازیبا کیوں نہ ہو۔ مثلاً اگر یہ حقیقت کہ مسلمان اپنے پیغمبر پر حملہ کو برا مانتے ہیں۔ اس بات کا پیمانہ ہو کہ آیا دفعہ 153۔ اے لاگو ہوتی ہے یا نہیں تو کسی سنجیدہ مورخ کی ایک تاریخی تصنیف، جس میں پیغمبر کی زندگی زیر غور آئی ہو اور ان کے کردار پر رائے دی گئی ہو، دفعہ 153 اے کی

تعریف میں آ سکتی ہے۔ میں یہ قرار دینے سے قاصر ہوں کہ دفعہ 153۔اے کا مقصد یا منشا کسی مذہبی پیشوا کی زندگی اور کردار پر مخالفانہ بحث روکنا ہے۔ یہ مخصوص کتاب معاملہ پر اس انداز سے بحث کرتی ہے جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ تمام معقول اشخاص کی حقارت ہی کو بیدار کرے گی، خواہ وہ کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتے ہوں اور بعض مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کر سکتا ہے۔ لیکن میں یہ قرار نہیں دے سکتا کہ یہ ہز میجسٹی کی رعایا کے مختلف طبقوں میں دشمنی اور نفرت کے جذبات کو برانگیختہ کرے گی۔ یہ نتیجہ تو ہو سکتا ہے مگر جیسا کہ میں نے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے اس کو دفعہ مذکورہ کی آزمائش کا معیار نہیں بنایا جا سکتا۔ فاضل وکیل سرکار تسلیم کرتے ہیں کہ دوسری کوئی اور دفعہ نہیں جو اس مخصوص مقدمہ پر لاگو ہو سکے۔ شہنشاہ بنام رحمت علی کا مقدمہ زیر دفعہ 153 تھا اور اس میں بہتان ایک زندہ شخص پر تھا اور کتاب دانستہ اس شخص کے پیروؤں کے درمیان تقسیم کی گئی تھی۔ چنانچہ وہ دفعہ 153 کے دائرے میں آئی ہوگی۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ دفعہ 297 میں ایک شق کا اضافہ ہونا چاہیئے تھا جس کے ذریعہ کسی شخص کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے یا کسی شخص کے مذہب کی توہین کی نیت سے شائع کردہ کتاب کو جرم قرار دیا جاتا۔

میں صرف یہ کہہ سکتا ہوں اپنی حد تک بات کرتے ہوئے کہ میں ایسی شق کی عدم موجودگی پر افسوس کر سکتا ہوں، مگر میں یہ قرار نہیں دے سکتا کہ یہ خاص مقدمہ دفعہ 153اے کے دائرہ میں آتا ہے لہٰذا میں پس و پیش کے ساتھ یہ نگرانی منظور کرتا ہوں اور سائل کو بری کرتا ہوں۔

بابِ دوم

ممتاز قادری شہید

(حالاتِ زندگی)

- ☆ ممتاز حسین قادری کی سیرت کی چند جھلکیاں ---------------- ملک دلپذیر اعوان
- ☆ خودنوشت غازی شہید ---------------- ملک ممتاز حسین قادری
- ☆ ملک ممتاز حسین قادری کا مولانا خادم حسین کے نام خط
- ☆ دو خطوط کے عکس

ممتاز حسین قادری کی سیرت کی چند جھلکیاں

ملک دلپذیر اعوان

تاریخ پیدائش محمد علی قادری:

2010-09-29

گستاخ رسول کو نیست و نابود کرنے کا درس:

2010-09-29 ٹھیک 4 بجے محمد علی مکا مارو محمد علی زور سے مارو محمد علی ان گستاخوں کو بہت زور سے اور غصے سے مارو جنہوں نے ہماری نبی پاک، سرکار دو عالم ﷺ کے خاکے بنائیں ہیں اور آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں۔

یہ محمد علی کی پیدائش کا پہلا دن تھا اور ابھی وہ نوزائدہ بچہ صرف 6 گھنٹوں کا تھا کہ اس کا باپ اور میرا بھائی اور امت مسلمہ کا آج کا ہیرو ناموس رسالت ﷺ کا محافظ و مجاہد اور بارگاہ رسالت کا منتخب غلام، غازی ممتاز حسین قادری اپنے نوزائدہ بچے کے دائیں ہاتھ کو بائیں طرف اور بائیں ہاتھ کو دائیں طرف لہرا لہرا کر اسے درس دے رہا تھا

کہ گستاخان رسول کو نیست و نابود کردو، انہیں واصل جہنم کردو۔

میں (دلپذیر) تقریباً 60 فٹ دور داخلی دروازے پر کھڑا یہ عجیب وغریب ماجرا اور جنگ ہوتے ہوئے سن اور دیکھ رہا تھا اور ورطۂ حیرت میں پڑا ہوا تھا۔

اور جب مکا لہراتے ہوئے 6 گھنٹے کے نوزائیدہ بچے محمد علی قادری ولد غازی ممتاز حسین قادری کے چہرے پر غصے کے آثار نظر آنے لگے تو غازی صاحب مسکرانے لگے اور پھر نوزائیدہ کے جوش کو دیکھ کر غازی صاحب کی آواز میں بھی شدت آتی چلی گئی اور بچے کے چہرے کے تاثرات بھی عجب رخ اختیار کرتے چلے گئے۔

اور میں اس عجیب وغریب جنگ کو دیکھ کر کانپ کر رہ گیا میں نے کوشش کی کہ باپ بیٹے، عاشق اور غلام کے پاس جاؤں۔ مزید نزدیک ہو جاؤں لیکن میرے پاؤں منوں بھاری ہو چکے تھے۔ میں بمشکل سیڑھیاں چڑھ کر کمرے میں داخل ہوا اور پھر مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔ اور پھر میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ محمد علی 24-25 سال کا ایک لمبا تڑنگا، خوبرو، مضبوط اور چاک و چوبند جوان تیز تیز کبھی ادھر بھاگ رہا ہے اور کبھی ادھر بھاگ رہا ہے۔ جو بھی اسے روک کر پوچھتا ہے کہ کیا بات ہے کیا ہوا۔ لیکن نہ تو وہ کسی کی سنتا ہے اور نہ ہی کوئی جواب دیتا ہے۔ یہ دیکھ کر میں قریب جاتا ہوں اور بازو سے پکڑ کر یہی سوال دہراتا ہوں کہ جناب قادری صاحب کیا ماجرا ہے؟ اور پھر میری آنکھ کھل جاتی ہے اور میرے کان میں اذان کی آواز آتی ہے۔ جو ممتاز حسین قادری اپنے نوزائیدہ محمد علی کو ہاتھوں میں اٹھائے اس کے کان میں دے رہے ہیں۔

غازی صاحب کی ولادت کی بزرگ نے بشارت دی:

ممتاز صاحب کی پیدائش تقریباً 2 سال قبل 1983ء میں والد محترم الحاج ملک محمد بشیر کی آنکھ کھلی تو انہوں نے دیکھا کہ کمرے کے جنوبی کونے میں باریش نورانی

چہرے والے بزرگ نماز پڑھ رہے ہیں۔ والد صاحب بتاتے ہیں کہ میں حیران و پریشان ہو گیا کہ شدید سردی کی وجہ سے نہ صرف کمرے کا دروازہ بلکہ کھڑکی بھی بند کر کے سویا تھا تو یہ بزرگ کیسے اور کہاں سے اندر تشریف لے آئے؟ میں ابھی یہ سوچ رہی رہا تھا کہ ان بزرگوں نے سلام پھیرا اور جائے نماز سے اٹھ کر خاموشی سے چلتے ہوئے کمرے سے باہر جانے لگے، بیرونی دروازہ میرے بیڈ کے ساتھ تھا۔ دروازے سے باہر جانے سے پہلے بزرگ رکے اور مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ بشیر صاحب! جہاں ہم نے نماز پڑھی ہے وہاں ایک اللہ کا ولی اور عاشق رسول ﷺ پیدا ہوگا۔ جو آپ کا نام پاکستان اور پوری دنیا میں روشن کرے گا۔ اور اس کی ایک للکار سے مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب چار سو کفر کے ایوانوں میں زلزلہ طاری ہو جائے گا اور پاکستان کی نہ صرف نظریاتی سرحدیں بلکہ جغرافیائی سرحدوں کو بھی دوام حاصل ہو جائے گا یہ فرمایا اور رخصت ہو گئے۔

میں بستر سے اٹھا اور نماز تہجد کا وقت ہو چکا تھا میں نے وضو کیا اور وہاں ہی جہاں بزرگ نے نماز پڑھی تھی نماز پڑھنا شروع کر دی۔ کیونکہ جائے نماز وہاں مستقل بچھی رہتی تھی۔ اس دن صبح بہت جلدی نمودار ہوئی اور میں اس دن کافی ہشاش بشاش تھا۔

کچھ دن تو یہ بات مجھے یاد رہی لیکن پھر میں بھول گیا اور اپنے کام کاج اور مزدوری میں مشغول ہو گیا۔ اور پھر 1985ء کے سال کے پہلے مہینے کے پہلے دن یعنی 01-01-1985 کی صبح ممتاز صاحب کی پیدائش ہوئی۔ اور عجب بات یہ تھی کہ ان کی جائے پیدائش اسی کمرے کا وہی جنوبی کونا تھا۔ جہاں نورانی صورت والے بزرگوں نے نماز پڑھی تھی اور جہاں ممتاز صاحب کی ولادت کا ذکر کیا تھا۔ یہ بات یاد آتے ہی میں بہت خوشگوار حیرت میں مبتلا ہو گیا۔ اور بہت زیادہ خوش ہو گیا۔

لیکن عجب بات یہ تھی کہ ممتاز کا رنگ و روپ میرے دوسرے بچوں سے مختلف تھا۔ یعنی کہ میرے دوسرے بچے صرف رنگ کے مالک تھے جب کہ ممتاز کا رنگ دھبا

ہوا سانولہ تھا۔ اور بال بھی گھنگھریالے تھے۔ میں یہ تضاد دیکھ کر مزید حیرت میں ڈوب گیا۔ اور اس نوزائیدہ کو اللہ رب العزت اور پیارے نبی ﷺ کا تحفہ جانتے ہوئے خوب مٹھائی تقسیم کی اور ختم قرآن اور میلاد کی محفل کا انعقاد کیا۔

ممتاز نے گھریلو حالات بھی ممتاز کر دیئے:

جوں جوں ممتاز صاحب بڑے ہوتے گئے گھر کے حالات بہتر ہوتے چلے گئے۔ ممتاز صاحب کی پیدائش سے پہلے میرے تمام بچے بے روزگار تھے۔ گھر کا سارا خرچ مجھ ناتواں کے کندھوں پر تھا۔ میں دیہاڑی دار مزدور تھا۔ سارا دن ریت سیمنٹ میں مزدوری کرتا اور 10 بچوں + ممتاز صاحب 11 بچوں کو خون پسینے کی کمائی ہوئی رزق حلال کی روٹی کھلاتا۔

ممتاز صاحب کی پیدائش کے بعد جب اچانک میرے دو بچوں کو محکمہ PTCL میں نوکری ملی تو میری خوشی دیدنی تھی ایک تو اکٹھے ہی دو بچوں کو روزگار اور دو بھی ایک اچھے محکمے PTCL میں جہاں تنخواہ بہت اچھی تھی۔

میرے ناتواں جسم میں ایک نئی جان پڑ گئی۔ میں اور زیادہ محنت سے کام کرنے لگا۔ ایک ویران، تنگدست گھرانے میں خوشیوں کے شادیانے بجنے لگے۔ ایک دوسرے کو ہنستا ہوا دیکھ کر ہم خوب ہنسنے مسکرانے لگے۔

اور پھر تقریباً دو سال کے وقفے سے دو اور بچوں کو بھی اکٹھے ہی روزگار میسر آگیا اب گھر کے حالات بدلنے شروع ہو گئے۔

پہلے سردیوں میں رات کو آٹے والی بوری اوڑھ کر سوتے تھے اب رضائی آگئی تھی۔ بچوں کو بھی سردیوں میں سردی سے بچانے کے لئے آٹے والی بوریاں سی کر اوپر اوڑھنے کے لئے دی جاتی تھی لیکن اب رضائیاں آگئی تھیں۔

پہلے روٹی لکڑی جلا کر پکاتے تھے اب گیس لگوالی تھی۔ سوکھی روٹی کے بجائے اب بچوں کو گھی والے پراٹھے ملنے لگے تھے۔ نئے بستر اور کچھ برتن بھی آئے تھے۔ چند کرسیاں اور میز بھی خرید لئے گئے تھے۔

گھر کی کچی دیواروں اور چھت جو کہ مٹی کی تھی انہیں پختہ کرنے کا بھی انتظام ہو گیا تھا۔ غرض یہ کہ وہ سارے خواب جو ایک غریب محنت کش اپنی اولاد کے متعلق سوچ سکتا ہے پورے ہونا شروع ہو گئے تھے۔

میرے ان تمام خوابوں کو تعبیر دینے والا وہ کالا سانولہ میرا آخری بچہ ممتاز حسین قادری تھا۔ یہ بات شاید میرے علاوہ نہ کوئی جانتا تھا اور نہ ہی سمجھ سکتا تھا۔

تعلیم و تربیت:

دونوں بڑے بچوں سفیر اعوان اور دلپذیر اعوان کی شادی کے بعد ممتاز صاحب کو علاقہ کے ایک اچھے انگلش میڈیم سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ لیکن کیا خبر تھی کہ وہ تو سر سے پاؤں تک عربی میڈیم ہے۔

پہلی کلاسوں میں ممتاز صاحب خاموش طبع اپنے کام سے کام رکھنے والے بغیر کسی کی مدد کے سکول کے لئے تیار ہو جانا اپنا ہوم ورک بغیر کسی کی مدد کے کر لینا جیسے مشاغل میں تھے۔

جب کلاس پنجم میں پہنچے تو نعتیں پڑھنا شروع کر دیں۔ محافل میں جانا شروع کر دیا۔ جسم اور لباس کو صاف رکھنا شروع کر دیا۔ خاموشی مزید بڑھتی چلی گئی۔

جب ششم میں پہنچے تو قد کاٹھ میں سے اوپر جا رہے تھے اور جسیم شحیم بھی تھے۔ اب سر پر عمامہ شریف باندھنا شروع کر دیا۔ ہر وقت مسکراتے رہتے۔ کسی بات کا برا نہ مناتے۔

دنیائے اہلسنت کی عظیم روحانی شخصیت کا مرید ہونا:

جب دہم میں پہنچے تو امیر دعوت اسلامی جناب مولانا محمد الیاس قادری عطاری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے در پر بیعت ہو گئے اور دوسروں کو بھی امیر دعوت اسلامی سے بیعت ہونے کی ترغیب دینا شروع کر دی۔جس کی بدولت گھر اور باہر کے بہت سے لوگ امیر دعوت اسلامی کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔

اب وہ دور شروع ہوا کہ انگریزی پڑھائی سے دل اچاٹ ہو گیا۔زیادہ تر محافل میں شرکت کرتے۔ پڑھائی میں کم توجہ دیتے یہاں تک ایک دن مجھ سے کہا کہ مجھے سکول کے بجائے مدرسہ میں داخل کروا دیں۔اور اگر ممکن ہو تو مجھے مدرسۃ المدینہ کراچی بھجوا دیں۔

لیکن وقت کی نزاکت اور حالات کے پیش نظر میں نے انہیں تعلیم جاری رکھنے کا کہا۔اور دوسرے دیگر بھائیوں نے بھی پڑھائی جاری رکھنے کا کہا۔ بمشکل راضی ہوئے اور پھر میٹرک کرنے کے بعد انہیں سویڈش ٹیکنیکل کالج سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی میں سول مکینیکل میں داخل کروا دیا گیا۔ پہلا سال تو کالج میں بہت اچھا رہا لیکن دوسرے سال سے شکایتیں آنے لگیں کہ بچہ غیر حاضر رہتا ہے۔جب پوچھا گیا کہ تو پتہ چلا کہ ممتاز صاحب کالج کے بجائے محافل میں چلے جاتے ہیں۔جس کی وجہ سے پڑھائی کا نقصان ہو رہا ہے۔ابھی یہ معاملات چل ہی رہے تھے کہ پنجاب پولیس میں بھرتی کا شیڈول جاری ہوا۔

پولیس میں بھرتی ہونا:

اس وقت ممتاز صاحب 18 سال اور تقریباً 2 ماہ کے ہی تھے کہ راولپنڈی پولیس میں بھرتی ہو گئے۔ بعد میں جب ممتاز صاحب ایک سال کی ٹریننگ کے لئے

لاہور چلے گئے تو مجھے تنہائی اور جدائی کا شدید احساس ہوا میں دوسرے بچوں سے چھپ کر اور انہیں بتائے بغیر ممتاز صاحب سے ملنے چلا جاتا۔اور پھر واپسی پر بیگم اور بچوں کو اس لئے نہ بتاتا کہ وہ ناراض ہوئے کہ اتنا خرچہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔جبکہ ممتاز ایک ماہ کے بعد چھٹی پر آ ہی جاتا ہے۔ بہرحال میں نے ملاقاتوں کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔جب تک کہ ممتاز صاحب کی ایک سال کی ٹریننگ ختم نہ ہو گئی۔

ٹریننگ سے واپسی پر ممتاز صاحب نے پولیس کے مختلف سٹیشن پر ڈیوٹی کی۔ ہر پولیس آفیسر انہیں بہت پسند کرتا تھا۔کیونکہ ایک تو یہ وقت کے بہت پابند تھے۔ دوسرا ہمیشہ وردی میں رہتے باادب اور انتہائی ملنسار تھے۔ چوتھا ڈیوٹی اور فرائض میں قطعاً کوئی کوتاہی یا چوری نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ نماز کے اوقات میں جو وقت خرچ ہو جاتا وہ الگ سے ڈیوٹی ادا کر کے اپنا وقت پورا کر دیتے تھے۔ پولیس کے ہر جوان اور آفیسر کی خواہش تھی کہ ممتاز صاحب اس کے ساتھ رہیں۔

لیکن ممتاز صاحب کی خواہش کیا تھی اور وہ کس کے ساتھ رہنا چاہتے تھے یہ شاید کوئی نہیں جانتا۔جہاں تک میرے علم میں ہے ان کا حلقہ احباب بہت کم تھا۔

کمانڈو کورس:

2006ء میں ممتاز صاحب ایلیٹ کورس (کمانڈو کورس) کرنے لاہور چلے گئے۔وہاں انہوں نے انتہائی امتیازی صلاحیتوں کے ساتھ کمانڈو کورس مکمل کیا۔

ایک بات جو ان کے کمانڈو کورس کے دوران مشہور ہوئی کہ ممتاز صاحب نشانہ باز بہت اچھے تھے۔ یہاں تک کہ چلتے ہوئے اور بھاگتے ہوئے بھی اور آنکھیں بند کر کے بھی صحیح نشانہ لگا سکتے تھے۔اس خوبی کی بنیاد پر کمانڈو تربیت دینے والے اساتذہ ان کی بہت قدر کرتے تھے اور آج بھی گاہے بگاہے خیریت پوچھتے رہتے ہیں۔

دوران تربیت کمانڈو کورس کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ کمانڈو کورس کے آخر میں ایک آخری امتحان ہوتا ہے۔ جس میں دو کمانڈو کو فوری طور پر لڑایا جاتا ہے جس میں وہ ایک دوسرے کا بازو بھی توڑ سکتے ہیں۔ اور سر بھی پھاڑ سکتے ہیں۔ ان دو کمانڈو کو اس وقت تک کمانڈو کورس میں پاس نہیں کیا جاتا جب تک کہ دونوں میں سے کسی ایک کا بازو نہ ٹوٹ جائے یا پھر لڑائی کے دوران سر نہ پھٹ جائے۔ یا پھر دونوں زخمی نہ ہو جائیں۔ بہر حال دونوں میں سے کوئی ایک بھی شدید زخمی ہو جائے تو دونوں کمانڈو کو یہ کہہ کر پاس کر دیا جاتا ہے کہ انہوں نے حقیقی لڑائی لڑی ہے۔ جب ان کا وقت آیا تو جس صبح ان کی لڑائی تھی رات کو دوسرا کمانڈو ان کے پاس آیا اور ممتاز صاحب سے کہا کہ ممتاز صاحب! مجھے تو ہڈی تڑوانے سے اور سر پھاڑنے سے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ کیونکہ کچھ ماہ بعد میری شادی ہے اگر دوران لڑائی میں آپ نے میرا سر یا بازو توڑ دیا تو میں تو شادی کے قابل نہیں رہوں گا۔ اس لئے اگر آپ مہربانی فرمائیں تو کل صبح کی لڑائی میں آپ مجھے وار کرنے کا موقع دیں۔ میں آپ کا سر یا بازو توڑنے کے بجائے ناک توڑ دوں گا اور یوں ہم دونوں پاس بھی ہو جائیں گے اور آپ کو شدید ضرب بھی نہیں آئے گی اور میری شادی بھی ہو جائے گی۔

ممتاز صاحب نے کہا کہ بھائی شادی تو میری بھی ہو رہی ہے اور حقیقت تو یہ ہے کہ تم سے بھی پہلے ہو رہی ہے اس لئے میرا ناک توڑنے کے بجائے اگر آپ مہربانی فرما کر اپنا ناک تڑوا لیں تو ذرہ نوازی ہوگی۔ (واقعی ممتاز صاحب کی شادی تیار تھی۔ دلپذیر اعوان)

یہ سن کر وہ کمانڈو مایوس ہو کر واپس لوٹ گیا۔

صبح اکھاڑے میں جب دونوں کمانڈوز کو چھوڑا گیا تو لڑائی تقریباً 45 منٹ جاری رہی لیکن دونوں کمانڈوز میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کو کاری ضرب لگانے

میں کامیاب نہ ہوا تو استاد نے انہیں 15 منٹ کے بعد مزید 15 منٹ دیئے اور کہا کہ اگر ان 15 منٹوں میں کوئی رزلٹ نہ آیا تو پھر آپ دونوں کی لڑائی دوسرے کمانڈوز سے کرائی جائے گی۔

یہ سن کر دوسرا کمانڈو کچھ گھبرا گیا اور ممتاز صاحب سے ایک بار پھر درخواست کی کہ ممتاز بھائی! مہربانی فرمائیں۔ مجھے موقع دیں۔ اگر میں معذور ہو گیا تو میری شادی بہت لیٹ ہو جائے گی۔ پلیز۔ ممتاز صاحب نے کمانڈو کی بات مان لی۔ اور اسے کہا کہ میں 30 سیکنڈ تک اپنا دفاع نہیں کروں گا ضرب لگانی ہے لگا لو۔ لیکن اس کے بعد وقت نہیں دوں گا۔

یہ سنتے ہی دوسرے کمانڈو نے ممتاز صاحب کو تشکر بھری نگاہوں سے دیکھا اور پھر ان کے چہرے پر وار کر کے ان کی ناک کی ہڈی توڑ دی۔

استاد نے دونوں کمانڈو کو پاسنگ سرٹیفکیٹ جاری کر دیا اور ممتاز صاحب کو سٹیچر پر ڈال کر ہسپتال روانہ کر دیا گیا۔

اگلے دن ممتاز صاحب شام کو ہسپتال سے واپس سینٹر میں آ گئے۔ ان کی ناک پر پلستر ہوا تھا لیکن جب انہوں نے اپنے دوسرے کمانڈو دوست کو بتایا کہ ان کے ناک کی ہڈی محفوظ رہی ہے۔ ٹوٹی نہیں۔ تو وہ کمانڈو حیران ہو گیا۔ کہنے لگا نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کل ہڈی ٹوٹنے کی آواز آئی تھی جسے سن کر استاد نے چیک بھی کیا تھا اور دونوں کو پاس بھی کر دیا تھا۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ کی ہڈی بھی نہ ٹوٹی ہو اور آواز ٹوٹنے کی بھی آئی ہو۔

ممتاز صاحب نے اپنے کمانڈو دوست کو بتایا کہ جب میں ہسپتال پہنچا ڈاکٹر نے مجھے چیک کیا تو کہنے لگا کہ ممتاز صاحب مبارک ہو آپ کی ہڈی ناک میں ہوا ہونے کی وجہ سے ٹوٹنے سے بچ گئی ہے۔

جب آپ پر وار ہوا تھا اور ناک ٹوٹنے کی آواز آئی تھی تو وہ آواز ہڈی ٹوٹنے کی نہیں تھی بلکہ آپ کی ناک میں موجود ہوا کی آواز تھی۔ جس کی وجہ سے ناک پر جب چوٹ لگی تو ہوا بھی خارج ہوئی آواز بھی آئی۔ اور ناک بھی پچک گئی۔ جو ظاہری طور پر ایسا لگ رہا تھا کہ آپ کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے اگر میں بھی وہاں ہوتا تو میرا بھی پہلا مشاہدہ یہی ہوتا۔ آپ کو مبارک ہو آپ دونوں کمانڈو بروقت اپنی شادی رچا سکتے ہیں۔

شادی کی تیاریاں شروع:

اور پھر کمانڈو کورس سے واپسی پر ہم نے غازی ممتاز صاحب کی شادی کی تیاریاں زور و شور سے شروع کر دیں۔ کیونکہ یہ ہمارے گھرانے کی آخری شادی تھی۔

ہمارے رسم و رواج کے مطابق شادیاں بڑے دھوم دھام سے ہوا کرتی ہیں۔ یہی سوچ کر ہم سب گھر والوں نے ان کی شادی کی تیاریاں بڑی دھوم دھام سے شروع کر دی۔ مہندی پر دوستوں اور کزنوں کے اصرار پر پوٹھواری شعر و شاعری کا انعقاد کرنا ٹھہرا اور بارات بڑے دھوم دھام سے لے جانے کا پروگرام بنا۔ ولیمہ کا پروگرام بھی کسی بڑے ہوٹل میں کرنا ٹھہرا۔

شادی سادگی سے کی:

لیکن ہم گھر والوں سمیت سب رشتے داروں کے خواب چکنا چور ہو گئے جب غازی ممتاز صاحب نے شادی سے صرف ایک ہفتہ قبل پہلے یہ اعلان کر دیا کہ شادی نہ صرف بہت سادگی سے ہوگی بلکہ انتہائی سادی سے ہوگی اور مہندی پر کسی قسم کا کوئی ڈسکو یا پوٹھواری پروگرام نہیں ہوگا بلکہ میلاد شریف کی محفل ہوگی اور ولیمہ دو دیگوں سے زیادہ پر مشتمل نہیں ہونا چاہئے اور بارات بھی صرف زیادہ سے زیادہ 30 افراد پر مشتمل ہونی چاہئے اور لڑکی والوں سے بھی کہہ دیں گے وہ بھی ان تمام شرائط پر عمل کریں اور مجھے کسی قسم

کے جہیز کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔

اور نہ ہی زیور وغیرہ اور دیگر لوازمات پر رقم خرچ کی جائے گی اگر شادی 20 ہزار روپے میں ہو جائے تو بہت بہتر ہے۔ اگر مجبوری ہو تو مزید 10 ہزار خرچ کیا جائے زیادہ نہیں۔ اور پھر ان کی خواہش کے مطابق ہی شادی انجام پائی۔

علاقہ کی جامع مسجد کے خطیب و امام مولانا محمد اشرف صاحب اور عاشقان مصطفیٰ ﷺ نے مہندی والے دن بڑی شاندار محفل میلاد کا انعقاد کیا جس کی وڈیو موجود ہے۔

شادی کے بعد جب ایک دن میں نے غازی ممتاز صاحب سے پوچھا کہ ممتاز صاحب میں نے (دلپذیر اعوان) نے تو آپ کی شادی بڑی دھوم دھام سے کرنے کے لئے اچھے خاصے پیسے بچا کر رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے تو ایک بھی نہیں خرچ کرنے دیا۔

تو غازی ممتاز صاحب بولے:

"دلپذیر بھائی! یاد کریں آپ نے آج سے کئی سال پہلے 1992ء میں جب شادی کی تھی تو صرف 3000 روپے میں شادی کر لی تھی۔ اس وقت آپ نے بھی کوئی دھوم دھام نہ کیا تھا اور نہ ہی کسی قسم کی فضول رسومات کی تھی۔ اور نہ ہی مہندی وغیرہ اور بارات پر ڈھول باجے کا انتظام کیا تھا۔ آج اگر میں نے آپ کے عمل کو دہرا دیا ہے تو کیا یہ اچھا نہیں ہے؟"

یہ سن کر میں چپ چاپ ہو گیا۔ کیونکہ جب 1992ء میں میں نے شادی کی تھی تو میرے بھی خیالات غازی ممتاز صاحب کے تھے۔

ممتاز صاحب پہلے ہی خاموش طبع تھے لیکن شادی کے بعد مزید خاموش طبع ہوتے چلے گئے۔ پہلے ہی وقت پر گھر آجاتے تھے شادی کے بعد بروقت گھر آجاتے۔ ہماری آنے والی بھابھی نہایت خوش اخلاق نیک سیرت ہر وقت مسکراتے رہنا اور

بڑوں چھوٹوں کا بہت ادب واحترام کرنے والی ہیں۔ غازی ممتاز صاحب سے شادی کے بعد وہ بہت خوش وخرم نظر آتی تھیں۔ وہ بھی بہت کم گو واقع ہوئی تھیں۔ میں نے انہیں ٹی وی پر مدنی چینل کے علاوہ کبھی کوئی اور پروگرام دیکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ گھر کو صاف ستھرا رکھتی اور ہمارے والدین کی خوب محنت واحترام سے خدمت کرتیں۔ وہ بہت باہمت اور بہادر خاتون ہیں۔

غازی صاحب کے گھر بیٹے کی ولادت:

شادی کے تقریباً 2 سال بعد جب غازی ممتاز صاحب کے گھر 2010-10-29 کو محمد علی قادری کی ولادت ہوئی تو دونوں میاں بیوی کی خوشیاں دیدنی تھیں۔ غازی صاحب تمام رشتہ داروں تک مٹھائی پہنچائی اور اس کے علاوہ محلے کا بھی کوئی گھر نہ چھوڑا جہاں محمد علی کی پیدائش کی خوشی میں مٹھائی نہ پہنچائی ہو۔

گستاخ رسول کی وجہ سے غازی صاحب کا اداس رہنا:

جب گورنر سلمان تاثیر نے اپنی فیملی سمیت کوٹ لکھپت جیل میں جا کر ملعونہ آسیہ کی سزا معاف کرنے کا اعلان کیا تو یہ واقعہ تمام غلامان رسول کی طرح ممتاز حسین قادری کے لئے بھی کسی بہت بڑے سانحہ سے کم نہ تھا ان کا کہنا تھا کہ حکمران اگر پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اقدامات نہیں کر سکتے تو کم از کم غلامانِ رسول کو اذیت دینے کے لئے گستاخان رسول کو آشیر باد تو نہ دیں۔

تحفظ ناموس رسالت کے پرچم تلے کراچی سے شروع ہونے والا لاکھوں غلامان مصطفیٰ ﷺ کا شدید احتجاج جب لاہور سے پشاور پہنچا تو غازی صاحب قدرے کچھ مطمئن نظر آئے لیکن جب علماء کرام اور عاشقان رسول کو گرفتار کیا جانے لگا اور ان

پر تشدد کیا جانے لگا تو ایک بار پھر غازی صاحب شدید پریشان نظر آنے لگے۔ علماء کرام اور غلامان رسول کی گرفتاری اور تشدد کے واقعات نے غازی صاحب کو بہت مایوس اور افسردہ کر کے رکھ دیا۔

اس کے بعد ممتاز صاحب نے گھر بار والوں سے ملنا کچھ کم کر دیا اکثر شام کو دیر سے گھر آتے حالانکہ وہ ڈیوٹی کرنے کے بعد سیدھے گھر ہی چلے آتے تھے۔ جب میں نے ممتاز قادری صاحب کے دیر سے گھر آنے کی وجوہات پوچھی تو مسکرا کر ٹال دیتے۔

میرے بار بار اصرار پر ایک بار صرف اتنا بتایا کہ

"دلپذیر بھائی ایک بہت بڑا آدمی توہین رسالت کر رہا ہے۔ علماء حضرات فتوے دے رہے ہیں۔ غلامان مصطفیٰ بے چین اور سخت اذیت میں مبتلا ہیں۔ ریلیاں جلسے جلوس ہو رہے ہیں۔ میں سخت تکلیف میں مبتلا ہوں۔ مجھ سے کچھ کھایا پیا نہیں جا رہا۔ گھر بار اور دوستوں میں دل نہیں لگ رہا۔ محمد علی پر بھی توجہ نہیں دے پا رہا ہوں۔ اسے یرقان ہو گیا ہے۔ آپ اسے کل ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ مجھ میں ہمت نہیں کہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں۔"

میں نے محسوس کیا غازی ممتاز صاحب شدید اذیت سے اپنے دانت پیس رہے تھے اور غم وفکر اور پریشانی سے شدید نڈھال لگتے تھے۔

محمد علی آنے والے دنوں میں شدید بیمار ہو گیا۔ لیکن ممتاز صاحب اپنے اکلوتے بیٹے پر توجہ دینے کی بجائے کسی اور غم میں مبتلا ہو گئے تھے۔ لیکن مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ سلیمان تاثیر گستاخ کی وجہ سے پریشان ہیں۔

میں نے 10-15 دن مسلسل ڈاکٹر کو چیک کروائے اور دوائیاں دلوانے کے بعد محمد علی کو کچھ بہتر پایا تو ممتاز صاحب سے کہا کہ محمد علی تو کچھ بہتر ہو گیا ہے اس کا یرقان ختم

ہوگیا ہے۔لیکن تمہاری بیوی بیمار ہوگئی ہے۔مہربانی فرمائیں اس پر توجہ دیں۔لیکن ممتاز صاحب نے میری بات سنی ان سنی کر دی۔گھریلو معاملات سے غازی ممتاز صاحب کی مسلسل بے توجہی کی وجہ سے میں ان سے ناراض ہوگیا۔

2010-12-28ء سے 2010-12-30ء تک میں ان سے ناراض رہا۔ میں نے ان سے کوئی بات چیت نہیں کی اور نہ ہی ان کے کمرے میں گیا۔

2010-12-30ء کو صبح تقریباً 10 بجے غازی ممتاز صاحب نے اپنا موٹر سائیکل 125 ہونڈا نمبر 8404 پر جب گھر سے باہر نکلے تو انہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔میں یہ سوچ کر کہ چھوٹے ہیں۔پریشان ہیں۔اور پھر آج ناراضگی کو 3 دن ہونے والے ہیں چلو بات کر کے دیکھتے ہیں۔

میں نے سلام کیا جواب دیا۔میں نے کہا آپ سے ایک کام ہے بولے حکم؟ میں نے کہا میری دکان کا کچھ سامان لانا ہے لا دیں گے؟ بولے جی ہاں۔جب سامان لے آئے تو میں نے کہا:"ایک کام اور ہے کر آئیں گے؟" بولے:"جی ہاں"۔جب وہ کام بھی کر آئیں تو میں نے کہا یہ بجلی وغیرہ کے بل ہیں جمع کرا آئیں گے۔تھوڑی دیر سوچا پھر بولے دے کر آتا ہوں۔میں جان بوجھ کر تنگ کر رہا تھا لیکن اس اللہ کے ولی کے ماتھے پر سلوٹ بھی نہ آئی۔جب تیسری بار واپس آئے تو میں نے کہا آپ کے کپڑے بہت گندے ہوگئے ہیں۔اور آپ نے کہیں جانا بھی ہے تبدیل کرلیں۔بولے:

"نہیں! دلپذیر بھائی،ٹھیک ہیں۔میں ایک ضروری کام کے لئے جانا چاہتا ہوں اگر اجازت ہو تو؟"

بعد میں پتہ چلا کہ وہ مختلف پولیس آفیسر اور وکلاء حضرات سے یہ پوچھنے کے لئے گئے تھے کہ گورنر کے خلاف کوئی ایف آئی آر کیوں نہیں درج کرا رہا؟ میرے علم کے مطابق غازی صاحب چند علماء اور مفتیان کرام سے بھی رابطہ کیا تھا کہ گستاخ رسول کی سزا

کیا ہے۔

جب پتہ چلا کہ صدر پاکستان اور گورنر کے خلاف قانون کے مطابق کسی بھی کیس کی رپورٹ درج نہیں ہوتی تو سخت مایوس اور پریشان ہوگئے تھے۔بولے

"یہ کیسا قانون ہے کہ اگر حضرت عمر فاروق ؓ فرات کے کنارے مرنے والے کتے کی موت کو بھی اپنی کوتاہی گردانتے اور یہ حکمران اگر سرکار دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کریں تو ان کے خلاف کوئی رپورٹ درج نہیں کی جاتی۔"

اس دوران غازی صاحب نے اپنی جسمانی اور ظاہری حالت بہت خراب کرلی تھی۔لباس پر توجہ نہیں،کھانے پینے کا ہوش نہیں،رات بھر جاگتے رہتے،ایک ماہ کے بیٹے کی کوئی خبر نہیں،بیمار بیوی پر کوئی توجہ نہیں،ہر وقت افراتفری بے چینی کا شکار نظر آتے۔انتہائی بے چین اور مضطرب نظر آتے جیسے کوئی باؤلا ہوگیا ہو جیسے کچھ کھو گیا ہو، جیسے سب کچھ چھن گیا ہو، جیسے کوئی لٹ گیا ہو، میں بتا نہیں سکتا بیان نہیں کرسکتا کہ غازی ممتاز صاحب کی حالت دیکھ کر میں خود کس قدر پریشان ہوگیا کہ رات بھر میں بھی چین سے نہ سو سکتا تھا۔کیونکہ نہ کچھ بتاتے تھے۔اور نہ کچھ نظر آتا تھا کہ ماجرا کیا ہے؟

2010-12-31ء کو جب صبح تقریباً 10 بجے میری ان پر نظر پڑی تو میں حیران و پریشان ہوگیا۔میں نے بار بار اپنی آنکھیں ملی لیکن پھر بھی یقین نہ آیا کہ یہ غازی ممتاز صاحب ہی ہیں۔کیونکہ 2010-12-31ء کی صبح کو وہ بہت ہشاش بشاش نظر آرہے تھے۔سر کے بال کاٹے اور بنے ہوئے تھے۔داڑھی شریف کا خط بڑے خوبصورت انداز میں ہوا تھا۔صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔آنکھوں میں سرمہ ڈالا ہوا تھا۔سر پر نیا عمامہ سجایا ہوا تھا۔غرض کہ بہت ہی خوبصورت مسکراہٹ چہرے پر سجائے چاق و چوبند اور کمانڈو نظر آرہے تھے۔جی ہاں چاق و چوبند کمانڈو۔

جب میں نے روک کر وجہ پوچھی تو پتہ چلا کہ گھر کے ساتھ ملحقہ پلاٹ میں ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے آج شام ایک کانفرنس کا اہتمام ہے اور کانفرنس کے شرکاء کے حوالے سے اور پروگرام کے حوالے سے غازی ممتاز صاحب کو زیادہ ذمہ داریاں سونپی گئی تھیں۔ جسکی وجہ سے وہ بہت خوش اور مسرور نظر آرہے تھے۔

ہمارے علاقے بلکہ شہر راولپنڈی کے اکثر میلاد مبارک کے پروگراموں میں غازی ممتاز صاحب کو مدعو کیا جاتا تھا۔ کیونکہ بہت اچھے نعت خواں اور انتہائی ملنسار اور ذمہ دار سمجھے جاتے تھے۔

انعام پانے کی تیاریاں شروع:

31-12-2010ء شام 4 بجے کے قریب میں دروازے کے قریب کھڑا تھا کہ دور سے غازی ممتاز صاحب آتے نظر آئے وہ بہت تیز تیز چلتے آرہے تھے۔ میرے قریب پہنچے تو میں نے پوچھا کہ ممتاز صاحب سنائیں انتظامات ہو رہے ہیں؟ بولے:

"جی ہاں دلپذیر بھائی! میں دودھ لینے گیا ہوا تھا کیونکہ مقررین کے لئے دودھ تیار کر کے رکھنا ہے وہ تقریر کے دوران دودھ نوش فرمانا پسند کرتے ہیں اور یہ سعادت میں حاصل کرنا چاہتا ہوں یہ دودھ گھر والوں کو دینے جا رہا ہوں کہ بعد نماز عشاء تیار چاہئے۔"

یہ فرما کر غازی صاحب گھر کے اندر تشریف لے گئے اور میں دروازے پر کھڑا ان کے نصیبوں پر رشک کرنے لگا کہ علماء حضرات سے محبت، عقیدت اور خدمت یہ سب نصیب والوں کو ہی حاصل ہوتی ہے۔

نماز مغرب کے بعد ایک بار پھر غازی ممتاز صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں ایک بار پھر حیران رہ گیا ممتاز صاحب نے آج کے پروگرام کے حوالے سے جو

لباس زیب تن کیا تھا۔ اس سے پہلے اتنے خوبصورت لباس میں میں نے انہیں کبھی نہ دیکھا تھا۔ غازی ممتاز صاحب نے صاف ستھرے سفید نئے کپڑے پہن رکھے تھے۔ سر پر خوبصورت کالا عمامہ شریف تھا۔ اور اہم بات یہ کہ لباس کے اوپر کالے تلے والا گون پہن رکھا تھا جو اس سے پہلے انہوں نے کبھی نہ پہنا تھا۔ جو ان پر بہت زیادہ سج رہا تھا۔ میں ان کا رنگ و روپ دیکھ کر رشک کر رہا تھا۔ خاص طور پر زندگی میں اس سے پہلے ممتاز صاحب نے کبھی گون نہیں پہنا تھا۔ لمبے قد، چوڑے سینے کی وجہ سے سفید کپڑوں پر کالا کون۔ گولڈن تلے کے کام کے ساتھ اس پر خوب سج رہا تھا۔ اور سب سے عجب بات اس دن یعنی کہ 31-12-2010ء کو ان کے چہرہ کا رنگ و روپ تھا۔ چہرہ ملائم، دھلا دھلا سا، گرد و غبار سے پاک و شفاف، معصوم سا، ایسا روپ تھا کہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ بس جی یہ چاہتا تھا کہ جس طرح انسان بے اختیار کسی چھوٹے پیارے، معصوم بچے کو دیکھ کر چوم لیتا ہے ان کو دیکھ کر بھی جی چاہ رہا تھا کہ ان کی چہرے کی طرف دیکھتا ہی رہوں یا پھر چومتا ہی رہوں۔ اور پھر اس بات کی تصدیق انٹرنیٹ پر ان کی نعت رسول مقبول پڑھتے ہوئے دیکھ کر اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو انہوں نے اس شام یعنی کہ 31-12-2010ء کو ناموس رسالت کانفرنس کے پروگرام میں انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھی۔

جو لوگ میرے ان خیالات کو پرکھنا اور جانچنا چاہتے ہیں خدارا وہ انٹرنیٹ پر شباب اسلامی کے تحت ہونے والی ناموس رسالت کانفرنس کی ویڈیو میں ممتاز صاحب کو نعت رسول ﷺ پڑھتے ہوئے دیکھیں۔ کہ اس عاشق رسول کا چہرہ کیسا بھلا لگ رہا ہے۔

31-12-2010ء کو بعد از نماز عشاء جب پروگرام شروع ہوا تو سب سے پہلے نعت رسول مقبول ﷺ کے لئے غازی ممتاز صاحب کو ہی دعوت دی گئی۔ اور پھر جب وہ صادق عاشق رسول، سٹیج پر نمودار ہوا تو میں ایک بار پھر چکرا گیا۔ کیونکہ میں نے محسوس کیا کہ

نہ صرف چہرے کا رنگ و روپ بلکہ چال اور ڈھال اور اٹھنے بیٹھنے کے انداز میں بھی کچھ عجیب سماں تھا ایسے جیسے پھولوں پر کوئی تتلی اڑتی پھرتی ہو۔ میں حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ حسن کہاں سے اور کیوں کر آیا لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ اوپر آسمانوں پر ممتاز کی تقدیر میں کیا کچھ لکھا جا چکا ہے اور نہ صرف غازی ممتاز صاحب کی تقدیر میں بلکہ تمام عاشقان مصطفیٰ ﷺ کی تقدیر میں ممتاز لکھا جا رہا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ آسمانوں پر کئے گئے ایک ممتاز فیصلے کے آثار اور اثرات کا نزول ان پر ہو رہا تھا۔ جس سے ہم سب سمیت خود ممتاز صاحب بھی بے خبر تھے۔

میں یہاں ایک اہم واقعہ درج کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ سلیمان قتل کے کوئی 10 دن بعد میں اپنے گھر کے باہر کھڑا تھا کہ ایک باپردہ خاتون جن کی عمر تقریباً 50 سال کے قریب ہوگی میرے پاس آئی۔ اور مجھ سے بولی:

"بیٹا! آپ قادری کے کیا لگتے ہیں میں نے کہا جی ماں جی میں ان کا بھائی ہوں۔ خاتون بولی بیٹا میں آپ سے کوئی بات کرنا چاہتی ہوں۔ آپ میرے ساتھ میرے گھر تک جا سکتے ہیں؟"

میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ انہوں نے مجھ سے کہا:

بیٹا! میں نے تقریباً ایک ماہ پہلے خواب دیکھا کیا دیکھتی ہوں کہ میں حاجی چوک کے پاس کھڑی ہوں۔ (یہ چوک ہمارے گھر سے تقریباً 10 فرلانگ دور ہوگا) تو آسمان سے چار بڑی فوجی ٹائپ کی گاڑیاں اترتی ہیں اور مشرق و مغرب، شمال و جنوب کی سمت میں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ ان میں کچھ فوجی لوگ بیٹھے ہوتے ہیں۔ پھر کیا دیکھتی ہوں کہ ایک اور بڑی گاڑی جو بہت بڑی اور خوبصورت ہوتی ہے آسمان سے اترتی ہے اور ان چاروں گاڑیوں کے درمیان میں کھڑی ہو جاتی ہوں۔ میں پوچھتی ہوں کہ یہ کون لوگ ہیں جو آسمان سے آرہے ہیں تو مجھے ایک شخص بتاتا ہے کہ ماں جی آپ کو پتہ نہیں۔ یہ

درمیان والی گاڑی نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کی ہے اور باقی کی چار گاڑیاں خادموں کی ہیں۔ میں پوچھتی ہوں کہ پھر مجھے سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھنے دو۔ لیکن وہ آدمی مجھے روک دیتا ہے۔ اور کہتا ہے ماں جی! آپ کو پتہ نہیں نبی پاک ﷺ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں۔ میں پوچھتی ہوں بیٹا! بتاؤ تو وہ شخص کہتا ہے کہ" ماں جی! یہاں ایک بہت بڑا واقعہ ہونے والا ہے اس لئے نبی پاک ﷺ تشریف لائے ہیں۔ اور اس شخص کے ہاتھ کا اشارہ بیٹا آپ کے گھر کی طرف ہی ہوتا ہے۔"

گستاخ رسول کو واصل جہنم کر دیا:

04-01-2011ء کو جب شام 11:04 چار بج کر گیارہ منٹ پر ٹی وی پر خبر چلی کہ ممتاز قادری نامی عاشق رسول ﷺ نے گستاخ رسول سلمان تاثیر کو قتل کر دیا۔ تو میں سمجھ گئی کہ نبی پاک ﷺ نے جس بڑے واقعہ کا ذکر کیا تھا ہو نہ ہو یہی واقعہ تھا۔

دوسرا خواب:

اسی خاتون محترمہ نے جو کہ سلطان العارفین، سلطان حق باہو رحمۃ اللہ علیہ کے نسب سے تھیں۔ مجھے ایک اور خواب بھی سنایا کہ:

"بیٹا! میں آنکھوں سے معذور ہو چکی تھی۔ میری بینائی ختم ہو چکی تھی میں روز دعائیں کرتی، اے اللہ! اپنے حبیب کریم ﷺ کے صدقے مجھ پر رحم فرما اور مجھے اتنی بینائی عطا فرما کہ میں اکیلی اور بوڑھی عورت اپنے لئے کھانا وغیرہ بنا سکوں یا بازار سے ضروری چیزیں لا سکوں۔"

(نوٹ اس خاتون محترمہ کے خاوند فوت ہو چکے تھے اور ایک ہی بیٹا تھا جو اپنی اہلیہ کے ساتھ الگ ان سے تقریباً 50 کلو میٹر دور رہتا تھا۔)

بیٹا! ممتاز قادری کے واقعہ سے کچھ عرصہ پہلے میں ایک رات خواب میں دیکھتی ہوں کہ نبی پاک ﷺ تشریف لاتے ہیں اور مجھے فرماتے ہیں کہ" کیا مسئلہ ہے میں عرض کرتی ہوں یارسول اللہ ﷺ میری بینائی ختم ہوگئی ہے میں تلاوت قرآن کریم نہیں کرسکتی۔ نبی کریم ﷺ اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے ہیں برف کے دو ٹکڑے آتے ہیں اور نبی پاک ﷺ کے ہاتھوں میں گرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ برف کے یہ سفید ٹکڑے مجھے عنایت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہیں اپنی آنکھوں پر رکھو۔ میں اپنی آنکھوں پر رکھ لیتی ہوں صبح جب میری آنکھ کھلی تو میں فرحت وخوشی سے دیوانی ہوگئی کیونکہ مجھے بہت صاف نظر آرہا تھا۔ میں اس خوشی میں دیوانی ہورہی تھی کہ اچانک تقریباً 3 گھنٹوں کے بعد میری نظر پھر واپس چلی گئی۔

میں پریشانی کی حالت میں بازار نکل پڑی کے کچھ سودا صرف لے کر آؤں کہ میں ایک گاڑی سے ٹکرا جاتی ہوں۔ ڈرائیور جو کہ عورت ہوتی ہے مجھے غصے سے کہتی ہے مائی کیا اندھی ہو اتنی بڑی گاڑی تمہیں نظر نہیں آرہی۔ میں نے جواب دیا بیٹی میں تو واقعی اندھی ہوں یہ سن کر وہ لڑکی گاڑی سے نیچے اتر آتی ہے اور مجھے گھر تک چھوڑ جاتی ہے راستہ میں وہ بتاتی ہے کہ ماں جی میں آنکھوں کی ڈاکٹر ہوں بہت جلد آپ کا مفت آپریشن کروں گی۔

کچھ دنوں بعد وہ میرے گھر آتی ہے اور مجھے ایک آنکھوں کے بڑے ہسپتال لے جاتی ہے لیکن بڑے ڈاکٹر میرا معائنہ کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ مائی شوگر اور ہارٹ کی مریض ہے اگر آپریشن کیا تو مرجائے گی۔ وہ لیڈی ڈاکٹر مجھے ایک اور ہسپتال لے جاتی ہے وہاں کے ڈاکٹر بھی یہی کہتے ہیں۔ لیڈی ڈاکٹر بہت اصرار کرتی ہے لیکن آنکھوں کا بڑا ڈاکٹر آپریشن سے انکار کر دیتا ہے۔

جب مجھے پتا چلتا ہے کہ ڈاکٹر آپریشن سے انکاری ہیں تو میں اس لیڈی ڈاکٹر

سے کہتی ہوں کہ مجھے بڑے ڈاکٹر سے ملواؤ۔ میں خود بات کروں گی۔ میں بڑے ڈاکٹر کو اپنا رات کا خواب اور آنکھوں کی بینائی کے واپس لوٹ آنے کا ماجرا سناتی ہوں ڈاکٹر خواب کے متعلق حلفاً تین بار اقرار لیتا ہے میں اقرار کرتی ہوں۔

ڈاکٹر آپریشن پر راضی ہو جاتا ہے آپریشن کے بعد جب میری پٹی کھولی تو خدا گواہ ہے کہ میری بینائی ایک بار پھر لوٹ آتی ہے۔ آج بھی میں تلاوت قرآن کریم کرتے ہوئے اللہ رب العزت اور اس کے پیارے حبیب نبی کریم ﷺ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی ہوں۔"

خاتون کا تیسرا خواب جو بہت اہم ہے:

"بیٹا! 2011-01-04ء کے واقعہ سے کوئی 6 ماہ پہلے میں دیکھتی ہوں کہ آپ ﷺ میرے گھر تشریف لاتے ہیں اور آپ ﷺ فرماتے ہیں "فضہ چلو میرے ساتھ۔ میں سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ ایک کھلے میدان میں پہنچ جاتی ہوں آپ ﷺ فرماتے ہیں وہ سامنے جو اونچا پہاڑ ہے اس پر جو شخص کھڑا ہے وہ ہمیں بہت اذیت دیتا ہے گستاخی کرتا ہے۔ ہم اپنے دوست کو بلا رہے ہیں وہ اس گستاخ کو مار دے گا۔

اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ہیں۔ آپ ﷺ ان کے ہاتھ میں تلوار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آدھے گھنٹے کے اندر اندر اس پہاڑ کو کاٹ دو تا کہ یہ گستاخ نیچے گر کر مرجائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تلوار سے اس پہاڑ کو کاٹتے ہیں اور وہ گستاخ منہ کے بل گر کر مرجاتا ہے۔ میری آنکھ کھل جاتی ہے۔"

خاتون مزید فرماتی ہیں۔

"بیٹا! جب 2011-01-04ء کو ٹی وی پر میں نے قادری بیٹے کی تصویر دیکھی تو قادری بیٹے کی تصویر اور نبی پاک ﷺ کے دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شکل

میں کچھ فرق نہیں تھا۔ میں روز چھت پر چڑھ کر دائیں بائیں لگی ہوئی قادری بیٹے کی تصویریں دیکھتی ہوں لیکن آپ ﷺ کے دوست اور اس قادری بیٹے کی تصویر اور شکل میں ذرہ بھر بھی فرق نہیں۔"

یہ خواب سن کر میری ٹانگیں کانپنا شروع ہوگئیں۔ جسم سے جان نکلتی محسوس ہوئی اور میں اور میرا دوست شیخ عبدالستار جو کہ تقریباً 50 سال کے ہیں اور زندہ و جاوید حیات موجود ہیں۔ دھڑام سے زمین پر گر جاتے ہیں۔

خاتون نے یہ تینوں خواب ہمیں ایک ہی وقت میں سنائے ہیں۔ جب ہمارے حواس ٹھیک ہوتے ہیں تو ہم لڑکھڑاتے ہوئے ایک دوسرے کا سہارا لیتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے ہیں۔ اور پھر گھر پہنچ کو مجھے تو اگلے دن تک کوئی ہوش نہ رہا۔

کراچی کے بزرگ کا خواب:

2011-01-03 نماز عصر کے بعد بزرگ رو رو کر اللہ سے دعا کرتے ہیں یا اللہ ہمارے گناہوں، کوتاہیوں کو کمزوریوں کو معاف فرما۔ اے اللہ! گستاخان رسول کے خلاف ہماری دست غیب سے مدد فرما بزرگوں کا کہنا ہے کہ رات جب میں سویا تو دیکھتا ہوں کہ:

"پیران پیر حضور غوث الاعظم دستگیر اڑتے ہوئے آرہے ہیں اور ان کے کندھوں پر ایک بچہ سوار ہے جیسے جیسے پیران پیر قریب آتے جارہے ہیں بچہ بڑا ہوتا جارہا ہے۔ یہاں تک کہ غوث اعظم میرے قریب سے اڑتے ہوئے جب گزرتے تو میں نے کندھوں پر بیٹھے ہوئے نوجوان کو بغور دیکھا۔"

جب صبح میری آنکھ کھلی تو ایسے عجیب و غریب خواب کے متعلق سوچتا رہا لیکن

کچھ سمجھ میں نہ آیا 4 جنوری 2011ء نماز عصر کے وقت میں مصلیٰ پر بیٹھا اور اللہ تعالیٰ سے گستاخ رسول کے خلاف مدد کے لئے التجائیں کر رہا تھا کہ اچانک گھر میں شور بلند ہوا میں جب وجہ پوچھی تو بتایا گیا کہ ممتاز قادری نامی نوجوان نے گستاخ رسول کو قتل کر دیا میں ناقابل بیان حیرت و خوشی سے سرشار جب ٹی وی روم میں پہنچا تو ٹی وی پر نظر پڑتے ہی چکرا کر زمین پر گر گیا کیونکہ ٹی وی پر جسے قاتل کہا جا رہا تھا اسے تو میں نے رات غوث پاک کے کندھوں پر سوار دیکھا تھا۔ یہ خواب بزرگ نے اپنے ایک لاہور ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ جج کو سنایا اور انہوں نے اپنے دوست ایک حاضر سروس کرنل صاحب کو اور ان کرنل صاحب نے کراچی کے ہی اپنے ایک دوست محمد حنیف میمن صاحب کو سنایا اور وہی میمن صاحب مجھے (دلپذیر اعوان) کو ایک دن اڈیالہ جیل کے باہر پیشی پر ملے اور رو رو کر تمام واقعہ بیان کیا اور مجھ سے درخواست کی کہ میں غازی صاحب کے تمام اہل خانہ کی اپنے گھر دعوت کرنا چاہتا ہوں خدارا! میری دعوت قبول فرما لیں اور پھر میں نے اپنے والد صاحب کی رضامندی سے محمد حنیف میمن صاحب کی دعوت قبول کر لی حنیف میمن صاحب راولپنڈی شہر میں موجود ہیں اور اس تحریر کے وقت بھی وہ میرے پاس موجود ہیں۔ ان کے بیٹے کا نام راشد میمن ہے جو کہ سارے واقعے کے گواہ ہیں۔

سجاد بھائی اب مختصر کرتا ہوں اور صرف مؤرخہ 2011-01-04 کا ذکر کر کے بند کرتا ہوں۔ بہت سے واقعات اور معاملات ہیں لیکن معذرت چاہتا ہوں۔ بچوں کے امتحانات شروع ہو گئے ہیں۔ اور کئی دوسرے معاملات ہیں وکلاء اور علماء حضرات سے ملاقاتیں بھی کرنی ہوتی ہیں۔ اختصار پر معذرت خواہ ہوں۔

کھانا پینا چھوڑ دیا:

2011-01-04ء بوقت صبح 00:08 بجے میں اپنے گھر کے صدر دروازے پر کھڑا تھا کہ غازی صاحب گھر سے باہر نکلے۔ وہ بہت تیزی میں تھے۔ موٹر سائیکل باہر گلی میں کھڑا کیا اور پھر تیزی سے گھر کے اندر داخل ہو گئے۔ کمانڈو وردی پہنے ہوئے تھے۔ چہرہ سفید، رنگت سرخ ہو رہی تھی (گذشتہ 3 دن سے ان کے کھانے پینے کی روٹین بھی تقریباً ختم ہو گئی تھی) لیکن اس کے باوجود آج بھی کہ 2011-01-04ء کو وہ انتہائی چاق و چوبند نظر آ رہے تھے۔ چال میں کمانڈوز والی تیزی اور حرکت تھی۔ جسم کا ایک ایک اعضاء شدید مضطرب وحرکت کرتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ پاؤں بہت زور سے زمین پر رکھ کر چل رہے تھے۔ بازو کھلے اور حرکت کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ (جبکہ میرا خیال تھا کہ وہ 2010-12-31ء سے کچھ نہ کھانے پینے اور خاموش رہنے کی وجہ سے لاغر نظر آنا چاہئے تھا) ایسا لگ رہا تھا کہ ان کے اعضاء ان کی مرضی سے حرکت نہیں کر رہے۔ کوئی اور انہیں چلا رہا ہے کوئی اور انہیں اڑا رہا ہے۔ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر میں خاموش نہ رہ سکا۔ اور جب وہ واپس گھر سے باہر نکلے تو میں نے روک لیا۔ اور پوچھا کہ ممتاز صاحب خیریت ہے آج بہت جلدی میں ہیں؟ کیا کوئی VIP کال آ گئی ہے بولے ہاں، دلپذیر بھائی۔

VIP نہیں بلکہ VVIP کال ہے میں نے دفتر ذرا جلدی پہنچنا ہے۔

میں نے جب گھر واپس جا کر گھر والوں سے پوچھا تو پتہ چلا کہ آج رات انہوں نے مدنی چینل بھی نہیں دیکھا اور منہ پھیر کر لیٹے رہے پتہ نہیں روتے رہے یا جاگتے رہے۔ اور ناشتہ کئے بغیر نکل گئے۔ میں تیزی سے واپس نکلا لیکن مجھے دیر ہو چکی تھی۔ وہ ہوا میں اڑتے ہوئے موٹر سائیکل پر جا رہے تھے۔

میں بھی کچھ پریشان ہو کر اپنی ہارڈ ویئر کی دکان کھولنے اور اس کی صفائی

کرنے میں مصروف ہو گیا۔ جو کہ گھر سے ملحقہ ہی ہے 10 بجے تک تو میں صفائی ستھرائی میں مصروف رہا لیکن جب صفائی وغیرہ سے فارغ ہوا تو مجھے ایک بار پھر خیال آگیا اور ممتاز صاحب ناشتہ کے بغیر ڈیوٹی پر چلے گئے ہیں۔ اس پریشانی میں دکان جلدی بند کر کے گھر چلا گیا۔ اور 2 ماہ کے شہزادے کو نعت سنانے لگا اور پھر اس کے کان میں اذان دینے کے بعد اسے واپس اس کی ماں کے پاس چھوڑ کر سونے چلا گیا۔ (اذان اس لئے کہ مجھے گھر والوں نے بتایا کہ آج ممتاز صاحب نے بلکہ گذشتہ 3 یا 4 دنوں سے ممتاز صاحب نے محمد علی کے کان میں اذان نہیں دی۔ وجہ یہ تھی کہ ممتاز صاحب کی عادت تھی کہ ڈیوٹی پر جانے سے پہلے اور پھر واپسی پر وردی اتارنے سے پہلے بیٹے محمد علی کو ایک دو نعت رسول مقبول ﷺ سناتے اور پھر آخر میں محمد علی کے کان میں اذان دیتے اور پھر وردی اتارتے اور کھانا کھاتے اور آرام کرتے تھے۔ ہمیں کیا پتہ تھا کہ وہ ایک ایسے عظیم الشان مشن پر کام کر رہے تھے کہ جہاں کے لئے حکم ہے کہ (جب تک آپ ﷺ تمہیں اپنی جان و مال اور اولاد سے زیادہ عزیز نہ ہو تم مومن نہیں ہو سکتے۔)

تقریباً 30:04 بجے میں شور کی آواز سن کر اوپر والے پورشن سے نیچے آیا تو دیکھا ہمارے گھر میں کافی عورتیں اور مرد اکٹھے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں کہ مرد مجاہد نے اسلام کا پرچم بلند کر دیا۔ ناموس رسالت ﷺ پر اپنی جان قربان کر دی۔ اپنی جوانی لٹا دی۔

(یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہے لگا دو ڈر کیسا جیت گئے تو کیا کہنا گر ہار بھی تو بازی مات نہیں)۔

میں نے گستاخ رسول کو کیسے قتل کیا ہے:

ٹیلی ویژن پر ممتاز صاحب کی ہنستی مسکراتی تصویر نظر آ رہی تھی۔ اور وہ کہہ رہے

تھے کہ گستاخ رسول کی سزا موت ہے۔ اس وقت تک ہمیں یہ نہیں پتا تھا کہ ممتاز صاحب زندہ ہیں یا انہیں شہید کر دیا گیا ہے؟

کچھ لوگ ہمیں مبارک باد دے رہے تھے اور ہمارے کچھ عزیز و اقربہ ہمیں تسلیاں اور دلاسے دے رہے تھے۔ میں فوراً والد صاحب کے پاس گیا اور جب میں ان کا چہرہ مبارک تمتماتے ہوئے دیکھا تو میری جان میں جان آگئی کیونکہ مجھے ان کی بہت فکر تھی۔ کیونکہ ہم 11 بہن بھائی ہیں اور ممتاز صاحب سب سے چھوٹے بھی کہ ان کا 11 واں نمبر ہے اسی لئے وہ والد صاحب کی کفالت میں تھے۔ اور ان کے ساتھ ہی رہتے تھے۔ جب کہ ہم باقی بھائی الگ الگ رہتے ہیں۔

ہم ڈیڑھ کنال کی ایک حویلی میں رہتے ہیں۔ جس میں تین بڑے گھر ہیں۔ یعنی ایک میرے تایا ابو اور ان کے اولادیں، ایک میرے چچا اور ان کی اولادیں۔ اس حویلی میں کل ملا کر 72 افراد رہتے ہیں۔

ہم سب بہت پریشانی کے عالم میں تھے کہ میں نے اپنے ارد گرد ایک ٹھنڈی میٹھی ہوا کی لہر محسوس کی۔ اور پھر یوں لگنے لگا کہ جیسے یہ ہوا کی لہر دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں اور اوپر سے نیچے چل رہی ہو۔ اور پھر جب چند لمحوں کے بعد میں نے سر اٹھا کر اوپر آسمان کی طرف دیکھا تو میں کچھ پریشان ہو گیا، آسمان سرخ ہو رہا تھا۔ اور جب میں نے کچھ فاصلے اور غور سے دیکھا تو اس سرخ آسمان میں قوس قزح کے رنگ بھی بکھرے نظر آئے۔ میں پریشانی اور عجیب کیفیت کے عالم میں چھت پر چلا گیا اور پھر جب میں نے دیکھا کہ آسمان کی یہ رنگت صرف ہماری حویلی کے اوپر ہے جبکہ باقی کا آسمان جیسا کا ویسا ہی ہے تو ایک عجیب گومگوں کی کیفیت کا شکار ہو گیا۔

لیکن تقریباً 05:00 بجے شام میں نے محسوس کیا کہ جیسے آسمان پر ایک سایہ سا ہو گیا ہو کوئی رنگین سی چھتری تن گئی ہو۔ اور ہمیں ہر آفت سے محفوظ کر دیا گیا ہو۔

ایک بات جو نہ صرف میں نے بلکہ تمام بہن بھائیوں نے محسوس کی اور پھر اس کا اظہار بھی کیا کہ سب کو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی بہت سے مہربان سائے ہمارے دائیں بائیں حرکت کر رہے ہوں۔ ہماری حفاظت کر رہے ہوں ان سائیوں کا ہمارے آس پاس مسلسل حرکت کرنا ہمارے حوصلوں کو دو چند کر رہا تھا وہ سائے جب بھی ہمارے قریب ہو کر گزرتے ہم میں ایک بہت ہی خوشگوار مسحور کن خوشبو بھی آتی۔

جب میں نے اپنی اس تمام کیفیت اور حال و احوال کا ذکر اپنے بہنوئی اور دیگر بھائیوں اور بہنوں وغیرہ سے کیا تو سب کا یہی حال تھا جو میرا تھا یعنی کہ سب کے دل مضبوط ہو چکے تھے حوصلے بڑھ چکے تھے۔ پریشانی ختم ہو چکی تھی۔ اور ہمیں سب کو یہی محسوس ہو رہا تھا کہ ہم اپنی حویلی میں نہیں بلکہ کسی انتہائی مضبوط اور محفوظ قلعے کے مکین ہو۔ فوراً چائے بنائی گئی۔ کھانے پکائے گئے آہستہ آہستہ سب کے چہروں اور منہ پر شکر کے الفاظ آنا شرع ہو گئے۔ ایسی کیفیت اور حال و احوال جس سے پہلے زندگی میں کبھی محسوس نہ ہوا۔

00:06 بجے شام دروازے پر دستک ہوئی۔ جب باہر نکلا تو ایک SP اور دو پولیس آفیسر اور دو لیڈی آفیسر کے ساتھ دروازے پر کھڑے تھے۔ مجھ سے پہلے SP نے سلام کیا اور بولا جناب یہ ممتاز قادری صاحب کا گھر ہے میں نے عرض کیا جی ہاں۔ وہ بولے ہم اندر آسکتے ہیں؟ میں نے پوچھا کتنے لوگ بولا صرف تین پولیس آفیسر مرد اور دو لیڈی آفیسرز میں نے اجازت دے دی۔ (کسی کا کتا بھی مر جائے تو پولیس والے دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوتے ہیں لیکن یہ میرے اللہ اور پیارے آقا ﷺ کا خصوصی کرم تھا کہ پولیس اجازت لے کر اندر داخل ہوئی۔)

آدھے گھنٹے کی تلاش میں پولیس نے جو چیز اٹھائی واپس وہاں رکھ دی۔ اور پھر پولیس ہم 5 بہن بھائیوں (1) سفیر اعوان، (2) دلپذیر اعوان، (3) عابد اعوان،

(4) فضل رزاق اعوان، (5) محمد سجاد اعوان۔ اور والد محترم ملک محمد بشیر کو لے کر روانہ ہو گئی (خدا گواہ ہے کہ ہمارے پیش نظر یہ تھا کہ میدان کربلا میں جارہے ہیں یا پھر مکہ مدینہ دونوں جگہیں محترم تھیں۔ جہاں بھی لے جایا جاتا۔ ہمارے حوصلے آسمان کی بلندیوں کو چھو رہے تھے۔ ہمیں صرف دو دن مختلف جگہوں پر زیر حراست رکھا گیا۔ مختلف لوگوں نے مختلف قسم کے کئی سوالات کئے لیکن پولیس یا کسی ایجنسی نے جسمانی تشدد نہیں کیا ہم جلد سے جلد ممتاز بھائی کو دیکھنا چاہتے تھے اور پھر پولیس نے رہا کرنے سے پہلے رات تقریباً دو بجے غازی صاحب سے ملاقات کرائی ہم جب کمرے میں داخل ہوئے تو غازی صاحب کے دونوں ہاتھ رسیوں سے پیچھے بندھے ہوئے تھے اور دونوں ٹانگیں بھی بندھی ہوئی تھیں۔ ایک پولیس آفیسر کمرے میں رکھی واحد کرسی پر سر جھکائے بیٹھا تھا ہمیں دیکھتے ہی وہ کرسی سے اٹھا اور والد صاحب کے پاؤں پڑ گیا اور کہا مجھے معاف کر دیں میں مجبور ہوں، میں مجبور ہوں۔ ہم تو خود گھبرائے ہوئے تھے۔ ایک ایس پی پولیس افسر کا یہ ماجرا دیکھ کر حیران و پریشان رہ گیا اور جب ہم نے نظر اٹھا کر غازی صاحب کی طرف دیکھا تو غازی صاحب زیر لب مسکرا رہے تھے اور پھر غازی صاحب نے آہستہ سے میرے کان میں کہا دلپذیر بھائی یہ نظارہ تو کچھ بھی نہیں تھا غلامان رسول کے قدموں میں بادشاہوں کے تاج الٹے ہیں۔ جب پولیس والے اور دیگر اداروں کے اہلکار ہمیں واپسی کے لئے گاڑی میں بٹھا رہے تھے کئی اور اعلیٰ افسران نے بھی وہی عمل ہمارے ساتھ دہرایا جو ایک ایس پی آفیسر نے کیا تھا یعنی والد صاحب کے پاؤں پکڑ چکے تھے۔

PM30:09،2011-11-26۔

خودنوشت غازی شہید

ملک ممتاز حسین قادری

اسیر ناموس رسالت ﷺ غازی ممتاز حسین قاری کی یادداشتوں کے اقتباسات اڈیالہ جیل راولپنڈی سے۔

1:۔ جب میں 7 سال کا تھا تو دعوتِ اسلامی کے بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں کو سفید کپڑے پہنے اور سر پر سبز عمامے شریف سجائے دیکھتا تو مجھے یوں لگتا کہ یہ لوگ آسمان سے اترے کوئی نورانی مخلوق یا پھر فرشتے ہیں۔ جو اتنے ٹھنڈے ٹھنڈے میٹھے میٹھے لہجے میں بات کرتے ہیں کہ نہ وقت کا زیاں ہوتا ہے اور نہ ہی وقت کا گمان ہوتا ہے۔

2:۔ اور پھر جب 8 سال کی عمر میں میں نے بھی سفید کپڑے سلوا کر اور سر پر سبز عمامہ سجا کر محفلوں میں شرکت کرنا شروع کی تو میں اپنے آپ کو بھی اسی مخلوق کا ایک فرد تصور کرنے لگا اور پھر میرے دل و دماغ میں عشق مصطفیٰ ﷺ کے نغمے گونجنا شروع ہو گئے۔

3:۔ 10 سال کی عمر میں جو نعت رسول مقبول ﷺ اک بار سن لیتا وہ مجھے زبانی یاد ہو جاتی جب کہ سکول کا انگریزی سبق مجھے 10-10 دن یاد نہیں ہوتا تھا۔

4:۔ سبق یاد نہ ہونے کی صورت میں سکول میں اساتذہ کو انگریزی نظم کے بجائے نعت رسول مقبول ﷺ سنا دیتا تو ہر سزا سے بچ جاتا۔ ہوم ورک نہ کرنے کی صورت میں بھی اگر نعت رسول ﷺ سنا دیتا تو اساتذہ کی ہر سزا سے بچ جاتا تھا۔

5:۔ اساتذہ کی اس شفقت نے میری مزید حوصلہ افزائی فرمائی۔ اور میرے دل میں نعت گوئی کا مزید جذبہ اور شوق پیدا کیا۔

6:۔ 15 یا 16 سال کی عمر میں جب میرا دعوت اسلامی قبلہ پیر محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کے دست مبارک پر بیعت ہوا تو ماں باپ کا بہت ادب کرتا کوئی چھوٹا ہو یا بڑا ہمیشہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرتا۔

7:۔ فیضان مدینہ کراچی جانے کی بہت خواہش تھی لیکن مالی حالات نے سفر کی اجازت نہ دی۔ لیکن فیضان مدینہ جانے کی خواہش نے اڈیالہ جیل میں پہنچا کرانوار مدینہ سے سرفراز فرمادیا۔

8:۔ یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ دن بہت جلد آنے والا ہے۔ جب نیل کے ساحل سے اٹھنے والی دعوت اسلامی کی یہ صدائے حق کاشغر کے پہاڑوں، میدانوں کو چیرتی ہوئی کوہ قاف کے پہاڑوں اور روئے زمین میں بسنے ولاے ہر جن وانس کو اسلام کا شیدائی بنادے گی۔

9:۔ نعتیں پڑھنے سے سینہ پانی کی طرح نرم اور گہرا دل درخت کی طرح ہرا بھرا اور دماغ آسمان کی طرح وسیع اور شفاف ہو جاتا ہے۔

10:۔ عشق مصطفیٰ ﷺ، غم مصطفیٰ ﷺ، شوق مصطفیٰ ﷺ، درد مصطفیٰ ﷺ، چاہت مصطفیٰ ﷺ اصل میں معراج انسانیت ہے۔

11:۔ اگر میں دنیا کا سب سے پہلا یا سب سے بڑا عجائب گھر بناتا تو اس میں سب

سے پہلے قرآن مجید فرقان حمید کو سجاتا کیونکہ یہ عرش عظیم کے مالک کا روئے زمین والوں کے لئے عظیم اور حسین ترین تحفہ مبارکہ ہے۔ جیسے دل سے پیار ہے اس کا بیڑا پار ہے۔

12:۔ پیر و مرشد کی نظر کرم اور اثر انگریز دعاؤں کی بدولت جیل کی کوٹھری جس کا سائز 8x6 ہے اکثر اکثر ایک وسیع باغیچہ میں تبدیل ہو جاتی ہے دور دور تک پھول دار اور پھل دار درخت ہی درخت نظر آتے ہیں۔ آسمان بھی نظر آتا ہے۔ چشمے بھی نظر آتے ہیں اور پہاڑ بھی اور پرندے ھی سب کچھ نظر آتا ہے اور مل بھی جاتا ہے۔

13:۔ جیل کی دیواروں کو اکثر ٹوٹا ہوا شگاف زدہ دیکھتا ہوں اور جیل کی سلاخیں اکثر ہوا یا پانی کی لہروں کی طرح راستہ دیتی رہتی ہیں۔

14:۔ وہ تمام عاشقان مصطفیٰ ﷺ ستاروں کی طرح حرف با حرف نظر آتے ہیں جو ناموس رسالت ﷺ کی خاطر اور میری رہائی کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں۔

15:۔ یہاں مجھ گنہگار پر آقا ﷺ کے بے شمار کرم ہیں تھوڑا ہوش وحواش گنوا دیتا ہے قلم ہاتھ سے گر جاتا ہے اور ایک بار پھر جود و کرم کی بارش شروع ہو جاتی ہے۔

16:۔ میں بہت زیادہ خوش ہوں آپ سب بھی چلے آؤ سب اکٹھے مدینہ چلتے ہیں۔

17:۔ اگر تختہ دار پر لٹکا دیا جاؤں تو میری وصیت ہے کہ مجھے غسل دعوتِ اسلامی کے میٹھے میٹھے پیارے اسلامی بھائی دیں۔

18:۔ میرے جنازے کو میرے گھر والے اور اسلامی بھائی کندھا دینے میں پیش پیش ہوں۔

19:۔ میری قبر زمین کے برابر ہو اور میرے قد کے برابر ہو۔

20:۔ اگر ہو سکے تو جنت البقیع عرب شریف یا پھر جہاں والد گرامی اور زوجہ محترمہ کی خواہش ہو دفن کیا جائے۔

21:۔ بیٹے محمد علی قادری عطاری کو حافظ قرآن اور پھر باعمل عالم بنایا جائے۔ دینی تعلیم کے لئے دعوت اسلامی کے مرکز مدرسۃ المدینہ اور جامعۃ المدینہ کراچی میں داخل کروایا جائے۔

22:۔ نماز جنازہ قبلہ پیر و مرشد محمد الیاس عطار قادری دامت برکاتہم العالیہ یا پھر قبلہ پیر حسین الدین شاہ صاحب پڑھائیں۔

23:۔ اپنے آپ کو اکثر جیل سے باہر اپنے اہل خانہ اور اسلامی بھائیوں کی محفل میں شریک دیکھتا ہوں۔

24:۔ جیل انتظامیہ کا رویہ میرے ساتھ اچھا ہے کسی سے کوئی شکایت نہیں۔ اللہ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

25:۔ روزنامہ اوصاف اور روزنامہ نوائے وقت کے مالکان اور تمام کارکنان سے دل بہت مطمئن اور خوش ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید اسلام کا شیدائی اور پاکستان کا خیر خواہ اور حقیقی پاسدار بنائے۔ آمین ثم آمین۔

26:۔ تمام بچوں، بوڑھوں، مردوں، عورتوں سے التماس ہے کہ مدنی چینل دیکھتے رہیں اس میں اصلاح اور برکت کے بہت سے پروگرام ہیں۔ جن سے آپ کی دنیا و آخرت بہتر ہو جائے گی۔ (دلپذیر اعوان)

27:۔ ہمیشہ باوضو رہیں۔

ملک ممتاز حسین قادری کا مولانا خادم حسین کے نام خط

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلی الک واصحابک یا حبیب اللہ

از طرف غازی ملک ممتاز حسین قادری اڈیالہ جیل راولپنڈی 28-1-2016

عرشِ اولیٰ سے بھی اعلیٰ میرے نبی کا روضہ
ہے ہر جگہ سے بھی اعلیٰ میرے نبی کا روضہ

جناب محترم قبلہ حضرت استاذِ گرامی القدر علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی صاحب

السلام علیکم۔ اللہ کریم آپ کو سلامت رکھے اور اللہ کریم آپ کو ہمیشہ اپنی حفاظت میں فرمائے۔ آمین

یہ جو مارچ آپ کی محنتوں اور کاوشوں سے یارسول اللہ ﷺ مارچ کامیاب ہوا۔ اس کی مبارک باد آپ قبول فرمائیں۔ اور جو ان ظالم حکمرانوں نے آپ کو جیل میں رکھا اور آپ نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اللہ کریم آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ کے لئے استقامت اور جرأت نصیب فرمائے۔

صبح و شام اللہ عزوجل اور اللہ کریم کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری یہی دعا ہے اللہ آپ کو کامیابیاں نصیب فرمائے اور میں ہمیشہ آپ کو کامیاب اور کامران دیکھتا رہوں۔

تمام علماء مقام اور اسیرانِ عظام کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ علامہ خادم الحسین رضوی صاحب اور ڈاکٹر آصف جلالی صاحب کے ساتھ ہر قسم کا تعاون جانی، مالی، جسمانی اور روحانی فرمانے میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور اللہ اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ میری طرف سے آپ کو بہت بہت استقامت اور جرأت دکھانے پر مبارک باد۔

آپ اپنے آپ کو اکیلا نہ سمجھیں میری ہر سانس، ہر قدم آپ کے ساتھ ہے۔ اللہ کریم اس جہاد عظیم میں تحفظ ناموس رسالت میں آپ کو فتح کا تاج پہنائے۔ آمین

آپ کے تمام گھر والوں اور بچوں اور اہل خانہ کو مجھ گنہگار کا سلام عقیدت۔

والسلام

اسیرانِ اڈیالہ جیل

غازی ملک ممتاز حسین قادری
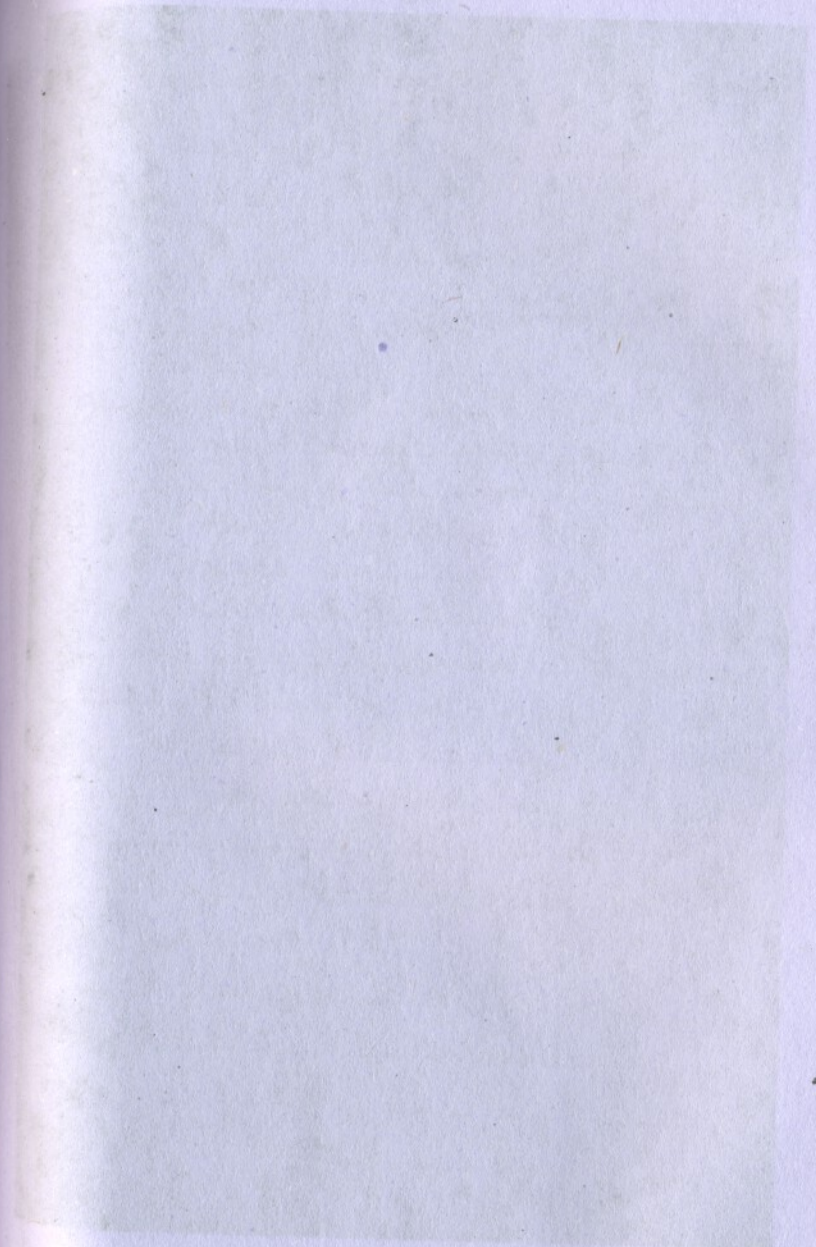
گرفتاری کے بعد کاٹی گئی ایف آئی آر

غازی صاحب کی گرفتاری کے بعد آپ پر کاٹی گئی ایف آئی آر

ادھر تھانہ کوہسار میں سلمان تاثیر کے بیٹے شہریار تاثیر کی مدعیت میں مقدمہ کی ایف آئی آر درج ہوئی۔ جس کا نمبر 6 ہے۔

FIR کا متن:

ابتدائی اطلاع رپورٹ نسبت جرم قابل دست اندازی پولیس رپورٹ شدہ زیر دفعہ 154 مجموعہ ضابطہ فوجداری

تھانہ کوہسار ضلع اسلام آباد و مورخہ 4/1/2011 ساڑھے چار بجے

استغاثہ مرتبہ و مرسلہ حاکم خان

کوہسار مارکیٹ پارکنگ سیکٹر F-6/3 بفاصلہ 2 کلومیٹر بجانب شمال مشرق از تھانہ حسب آمد استغاثہ مقدمہ درج رجسٹرڈ ہوا۔

بخدمت جناب ایس ایچ او صاحب تھانہ کوہسار اسلام آباد میں شہریار علی تاثیر ولد سلمان تاثیر ہوں مجھے اطلاع موصول ہوئی کہ مورخہ 4 جنوری 2011 تقریباً 4:15 بجے سہ پہر میرے والد تاثیر گورنر صاحب جب ایک ریسٹورنٹ واقع کوہسار مارکیٹ اسلام آباد سے کھانا کھا کر باہر نکل کر جا رہے تھے تو ان کے ایک سرکاری محافظ ملک ممتاز قادری ایلیٹ فورس نے ان پر اپنے سرکاری اسلحہ سے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی جس کے
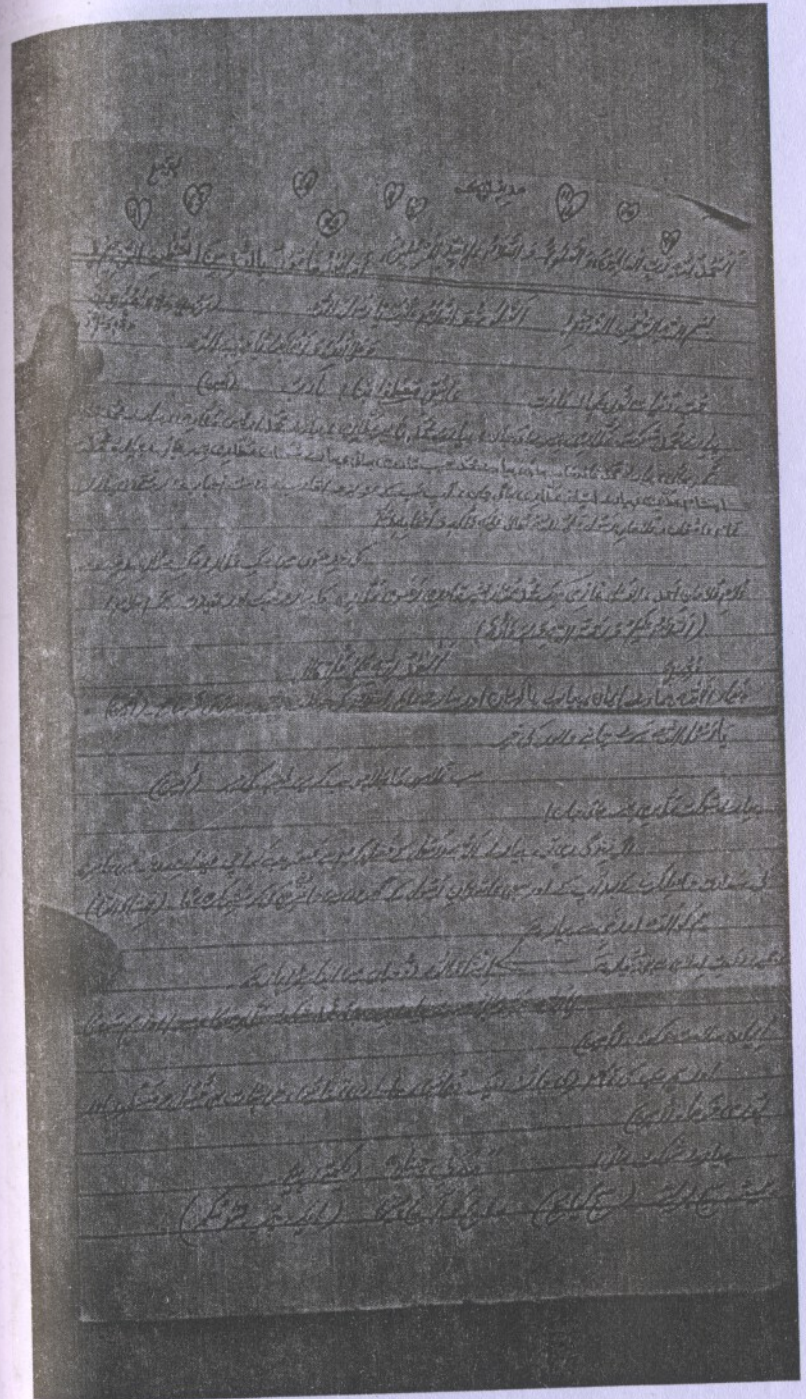
نتیجے میں وہ شدید مضروب ہو گئے ان کو عملہ پولیس اور ملازمین نے پولی کلینک اسلام آباد پہنچایا جہاں پر ڈاکٹروں نے ان کی وفات کی تصدیق کر دی۔ وجہ عناد یہ ہے کہ میرے والد کا اہم قومی امور پر مخصوص نقطہ نظر تھا جس کی وجہ سے مختلف مذہبی اور سیاسی گروہ ان کے خلاف شدید مخاصمانہ پروپیگنڈہ کر رہے تھے اور ان کو قتل کی دھمکیاں بھی دی جا رہی تھیں میرے والد کو ملزم مذکور بالا نے سیاسی اور مذہبی گروہوں کے ایماء انگیخت معاونت وسازش سے ۔۔۔۔۔۔ پر قتل کر دیا ہے دعویدار ہوں کارروائی کی جائے۔

درخواست گذار شہریار علی، تاثیر ولد سلمان تاثیر 4/1/2011 کارروائی پولیس سائل نے تحریری درخواست برموقع اس وقت پیش کی جب میں بمع محمد ارشد ASI۔ قمر زمان SI۔ صفدر شاہین ASI۔ تنویر احمد ASI اور دیگر ملازمان اطلاع وقوعہ پا کر برموقع پہنچے نعش ازاں مقتول سلیمان تاثیر کا فرد صورت حال مرتب کر کے تکمیل کارروائی کی ضابطہ زیر حفاظت زیر نگرانی محمد ارشد SI۔ محمد زمان SI برائے پوسٹ مارٹم پولی کلینک ہسپتال بھجوائی جا رہی ہے تحریر مضمون درخواست و حالات واقعات سے سر دست صورت جرم 302/109 ت پ۔ 7ATA پائی جا کر میری درخواست بشکل استغاثہ بغرض اندراج کر کے نمبر مقدمہ سے آگاہی بخشی جاوے۔ میں موقع پر مصروف تفتیش ہوں۔ دستخط بحروف انگریزی حاکم خان انسپکٹر SHO تھانہ کوہسار اسلام آباد از موقع کوہسار مارکیٹ سیکٹر 6/3 بوقت 5/10 بجے شام مورخہ 4/01/2011 از تھانہ۔ حسب آمد استغاثہ رپورٹ ابتدائی ۔۔۔ مجرم مذکورہ مرتب ہوئی۔ بعد تکمیل ریکارڈ نقل FIR جا بجا مجاز افسران کو بذریعہ سپیشل رپورٹ مرسل ہوں گی اصل استغاثہ مع نقل FIR بدست آرندہ کنسٹیبل عقب فرسند SHO صاحب بمراد تفتیش ارسال ہے۔

افتخار علی (ASI) محرر تھانہ کوہسار

بابِ سوم

اس اندھے دستور کو صبح بے نور کو میں نہیں مانتا

- ☆ گرفتاری کے بعد کاٹی گئی ایف آئی آر
- ☆ بیانِ حلفی
- ☆ یمن کے سب سے بڑے دارالافتاء کا فتویٰ

بیان کے دوران مفتی محمد حنیف قریشی قادری صاحب عشقِ رسول (ﷺ) میں آپے سے باہر ہوگئے اور اُن کا عمامہ گر گیا، بال بکھر گئے اور مائیک گر گیا اور اجتماع پر رقت آمیز مناظر چھا گئے اور سب رونے لگ گئے۔ میں بھی جذبات اور عشقِ رسول (ﷺ) میں رونے لگا۔ غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے عشقِ رسول (ﷺ) کے واقعات بیان کئے تو عشقِ رسول (ﷺ) کو سن کر اور شدتِ جذبات سے میرا دل بھی رو پڑا۔ میں نے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو واجب القتل جانتے ہوئے عشقِ رسول (ﷺ) کے جذبات کو دل میں بیدار ہوتے ہوئے محسوس کر لیا۔ اسی وقت ارادہ کیا کہ سلمان تاثیر کو ضرور گستاخی شانِ رسول (ﷺ) کی وجہ سے قتل کروں گا، کیونکہ اس نے ناموسِ رسالت کے قانون کو "کالا قانون" کہا تھا اور گستاخِ رسول ﷺ آسیہ بی بی کی حمایت و معاونت کر رہا تھا۔ گورنر سلمان تاثیر کے ساتھ میں اس سے قبل تقریباً 5،4 مرتبہ ESCORT ڈیوٹی کر چکا ہوں۔

2011-01-01 اور 2011-01-02 کو میری ڈیوٹی DHQ راولپنڈی پر لگی تھی۔ 2011-01-03 کو CPO آفس راولپنڈی پر ڈیوٹی کی۔ 2011-01-04 کو صبح آفس (ایلیٹ) پہنچا اور چٹھ یعنی ڈیوٹی آرڈر دیکھے تو میری ڈیوٹی 6th Road پر لگی ہوئی تھی جبکہ میرے کچھ ساتھیوں کی ڈیوٹی گورنر پنجاب کے ساتھ اسلام آباد میں لگی ہوئی تھی۔ میرے دل میں فوراً خیال آیا کہ آج موقع مل سکتا ہے۔ میں نے اسی وقت محرر سے بات کی کہ مجھے گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے ساتھ Escort Duty کے ساتھ بھیج دو تا کہ اسلام آباد گھوم پھر آؤں۔ محرر عمر فاروق نے میری بات مان لی، چونکہ جن ملازمین کی گورنر پنجاب کے ساتھ ڈیوٹی لگی تھی، ان میں دو لیٹ ہو گئے تھے۔ ویسے بھی میں پہلے گورنر کے ساتھ ڈیوٹی کرتا رہا تھا اور دیگر VIP ڈیوٹی جیسے CM پنجاب کے ساتھ ڈیوٹی کرنے جاتا رہتا تھا، ڈیوٹی میں نام آنے کے

4-01-2011 اسلام آباد۔

زیر دفع 164 قلمبند کیا جاتا ہے۔

دستخط و نشانِ انگوٹھا ممتاز قادری صاحب — دستخط و مہر جج صاحب

10-01-2011 بیان ازاں ملک محمد ممتاز قادری ولد ملک محمد بشیر قوم اعوان کانسٹیبل نمبر 6990 مقدمہ نمبر 06 مورخہ 04-01-2011 بجرم 302/109 ت پ ATA-7 تھانہ کوہسار اسلام آباد سکنہ مکان نمبر BV-501 مسلم ٹاؤن، راولپنڈی۔

بعد میں نے ایلیٹ کی کوٹ سے SMG حاصل کی بمع دو عدد میگزین جس میں ہر ایک میں 30 گولیاں تھیں۔ جب باقی لوگ اسلحہ لینے میں مصروف تھے اور گاڑی ڈیزل کے لئے گئی ہوئی تھی تو موقع دیکھ کر چیمبر لوڈ کر لیا۔ پھر راستے میں اسلام آباد آتے ہوئے میں نے ایک چٹ لکھ کر اپنے پرس میں ڈالی جس پر "گستاخِ رسول ﷺ کی سزا موت ہے۔ اے کاش اللہ اور رسول (ﷺ) مجھے اس مقصد کے لئے قبول کر لیں، آمین" تحریر کیا۔ پونے 10 بجے صبح ہم گورنر کے گھر F-6/3 میں پہنچے اور پہلے سے موجود شفٹ کو بدلی کیا۔ پھر تقریباً آدھے پونے گھنٹے کے بعد گورنر اپنی گاڑی میں بیٹھ کر مختلف جگہوں پر گئے جن میں قمر زمان کائرہ سے بھی ملے۔ اس دوران بھی خیال آیا کہ اس کو مار دوں۔ ویسے مجھے کچھ کنفرم نہیں تھا کہ کس سے ملنے گیا ہے؟ مگر میں اس وقت اس لئے نہیں مار سکا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ گورنر کس گاڑی میں کس جگہ موجود ہے اور گاڑیاں بلٹ پروف بھی ہوتی ہیں۔ لہٰذا موقع کا انتظار کرنا بہتر سمجھا۔ اس دوران گن کو میں نے سیفٹی لاک پر رکھا، تاکہ کوئی حادثاتی فائر نہ ہو۔

دوپہر کو تقریباً 3:30 بجے واپس گورنر کے گھر F-6/3 پہنچنے کے بعد ہم اپنی Escort گاڑی میں ہوا بھروانے کے لئے قریبی پٹرول پمپ پر پہنچ گئے۔ واپسی پر ندیم آصف ASI نے گاڑی کو کوہسار مارکیٹ آنے کا پیغام دیا اور ہم کوہسار مارکیٹ آ گئے۔

کوہسار مارکیٹ پہنچ کر گورنر کے نکلنے کا انتظار کرنے لگے۔ جب گورنر اپنے دوست کے ساتھ نکلا تو تقریباً 4 بجے چکے تھے۔ میں نے دل میں سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ موقع دیا ہے۔ سب ایلیٹ کے لڑکے گاڑیوں میں بیٹھ کر الرٹ ہو گئے۔ میں آہستہ آہستہ گورنر کے اپریٹر ندیم آصف جو کہ گورنر کے کافی قریب الرٹ کھڑا تھا، کی طرف بڑھا اور دل میں سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ مجھے دیکھ لے اور کہے کہ تم گاڑی میں

بیانِ حلفی

میں مؤرخہ 1985-01-01 کو راولپنڈی (صادق آباد) میں پیدا ہوا۔ میں میٹرک پاس ہوں اور پولیس میں (پنجاب کانسٹیبلری روات) 2002ء میں بھرتی ہوا۔ اس کے بعد مختلف جگہوں پر ڈیوٹی کی۔ 2005ء میں کچھ دنوں کے لئے سپیشل برانچ میں رہا، اس کے بعد 2007-8ء میں ایلیٹ سکول لاہور میں کورس کیا۔ اس کے بعد مختلف جگہوں پر سیکورٹی ڈیوٹی بشمول VIP سیکورٹی سرانجام دی۔

2010-12-31 کو تحفظِ ناموسِ رسالت اور شانِ اہل بیت کانفرنس کے عنوان کے تحت میرے گھر کے پاس مسلم ٹاؤن میں اجتماع ہوا۔ اس اجتماع کا پس منظر ملک میں جاری قانون ناموسِ رسالت میں مجوزہ ترمیم اور بعض افراد جن میں بالخصوص صدر آصف علی زرداری اور گورنر پنجاب سلمان تاثیر کی طرف سے مجوزہ ترمیم و بیانات وطرزِ عمل تھا۔ میرا تعلق ویسے بھی دعوتِ اسلامی نامی تنظیم سے ہے جو کہ تبلیغ قرآن و سنت کی عالمگیر غیر سیاسی تنظیم تحریک ہے جس کے سربراہ مولانا الیاس عطار قادری صاحب ہیں۔

2010-12-31 کو ہونے والے جلسے میں انتہائی پُر اثر اور جذباتی تقاریر عشقِ رسول (ﷺ) پر کی گئیں۔ بالخصوص سید امتیاز حسین شاہ کاظمی اور علامہ محمد حنیف قریشی قادری کی تقریر جذبات...... عشقِ رسول (ﷺ) میں ڈوب کر انتہا تھی۔

تحریر ہوا۔ لکھنے کے بعد بیان کنندہ کو پڑھ کر سنایا گیا جس نے سن کر درست تسلیم کیا اور اپنے دستخط اور نشان انگوٹھا ثبت کر دیا۔ بیان کنندہ کی شناخت حاکم خان انسپکٹر SHO تھانہ کوہسار نے کی ہے۔ جملہ کارروائی 13 صفحات پر مشتمل ہے، جو میری دستخطی ہے اور مہر عدالت ثبت ہے۔

بیان کی تصدیق اور نقل ایک عدد تفتیشی حاکم خان کے حوالے کی گئی۔ اصل ہذا بخدمت جناب ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج اسلام آباد مرسل ہوئی۔

دستخط و مہر جج صاحب

بسم الله الرحمن الرحيم

يا سماحة الشيخ المحترم السلام عليكم ورحمة الله وبركاته ما رأيكم سيدي الكريم في المسألة التالية جزاكم الله خيراً

أولا: إن سلمان تأثير الحاكم السابق لولاية بنجاب الباكستانية كان ممن ينتسب إلى الإسلام، ولقد صرح أن بما يسمى قانون تعظيم وتوقير الرسالة في باكستان من القوانين الوضعية علماً أن بموجب القانون المذكور كل من شتم النبي • أو عابه أو قذفه أو استخف به يحكم بالإعدام، وهو لم يتوقف على هذا الحد بل استهزأ قائلاً إنه القانون الأسود[١]

ثم قال حول المرأة المسيحية المحرمة المدعوة آسية التي حكم عليها بالإعدام بمقتضى القانون المذكور: أنه حكم تعسفي ولم تكن كهذه العقوبة الجائرة والظالمة في باكستان محمد علي الجناح كما لا يمكن أن يكون ذلك القانون فيه[٢] وقد صرح قبل ذلك إساءة لكبار علماء البلد: ليس من مهمة رجال الدين أن يتدخلوا في أمرٍ لا علاقة لهم كهذا، وعلينا الرجوع إلى قانون ١٩٧٢ م الذي اتفق عليه جميع المواطنين لنحمي أسس الديموقراطية، وبالتالي سيلغى قانون تعظيم النبي • قريباً وإنني صامد بموقفي دون أي تردد[٣]

وأعاد موقفه ثانياً عندما سألته إحدى الصحافيات من قناة سماء المحلية: أليس قانون (Blasphemy Law) تعظيم النبي • قد أقرته مجلس الشعب؟ أجاب قائلاً: عندنا مجلس الشعب الجديد الآن الذي عدلت القوانين بما فيها تعديل رقمه ١٨ ما كان يتناسب في

---

(١) انظر: الجريدة اليومية الباكستانية نوائي وقت، ٢٣ تشرين الثاني ٢٠١١ م، الصفحة الأولى.

(٢) انظر: (Asia Bibi Press Conference,http://www.salmaantaseer.com/main.aspx)

(٣) انظر: الجريدة اليومية الباكستانية جناح ١٩ أيلول ٢٠٠٩ م، يوم السبت.

باقی گارڈز کے ساتھ بیٹھ جاؤ اور ڈیوٹی کرو، ادھر کیا کر رہے ہو؟ یہ بھی خدشہ تھا کہ کہیں میری گاڑی میں موجود ڈرائیور اور لڑکے مجھے آتے دیکھ کر واپس آنے کے لئے آواز نہ دے دیں، مگر پھر دل میں سوچا کہ اللہ تعالیٰ مدد کرے گا۔ لہٰذا میں بالکل قریب پہنچ گیا تو ندیم آصف نے مجھے دیکھا تھا مگر اس وقت سب کا دھیان گورنر کی طرف تھا اور گورنر بالکل قریب آچکا تھا۔ میں نے بھی ساتھ چلنا شروع کر دیا۔ مزید یہ کہ جب گورنر سڑک پر آیا تو میرا اور اس کا فاصلہ زیادہ سے زیادہ 4، 5 فٹ تھا اور میں بالکل اس کی پشت پر تھا۔ خیال آیا کہ اس کے سامنے سے جا کر ماردوں، پھر سوچا کہ تمام گارڈز مجھ پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ مرنے کا تو خوف نہ تھا مگر خدشہ تھا کہ نشانہ ٹھیک نہ لگے اور کہیں وہ بچ نہ جائے۔ لہٰذا فوراً فیصلہ کیا کہ اس کو پیچھے سے ہی ماروں گا، کیونکہ SMG پہلے سے ہی بریسٹ پر تھی۔ لہٰذا میں نے ٹریگر دبا دیا اور پورا بریسٹ تین سے چار سیکنڈ میں گورنر پر فائر کر دیا۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا اور ندیم آصف ASI نے مجھ پر اپنا ریوالور/ پسٹل تان لیا اور باقی گارڈز بھی میرے اِرد گرد کھڑے ہو گئے۔ میں نے اپنی گن ہوا میں کھڑی کر دی اور اپر یٹر ندیم آصف ASI سے کہا کہ رائفل لے لو اور میں بھاگ نہیں رہا، فائر مت کرو۔ میری تو تم لوگوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اتنے میں باقی ایلیٹ کے جوانوں نے مجھے زمین پر لٹا دیا اور ایک نے میرے پیٹ پر پاؤں رکھ دیا اور باقیوں نے میرے تسمے نکال کر ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور اُلٹا باندھ کر لٹا دیا اور بعد میں مجھے اسلام آباد پولیس کے حوالے کر دیا۔ میں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ اسلام آباد پولیس نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا ہے اور کوئی بے عزتی یا تشدد نہ کیا ہے۔ میں نے جو کچھ بھی کیا، اپنے جذبے کے تحت کیا اور اس بارے میں نہ تو کوئی ہمراز بنایا اور نہ ہی کوئی اور شامل ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک (ﷺ) میری قربانی کو قبول فرمائیں۔ مجھے کوئی افسوس نہ ہے بلکہ میں بہت خوش ہوں کہ اب گستاخانِ رسول پاک (ﷺ) کافی عرصہ اپنے مذموم عزائم سے باز رہیں گے۔

میری نظر میں سلمان تاثیر گستاخِ رسول تھا اور واجب القتل تھا۔ میری معمول کی ڈیوٹی میں، میں نے ایسے لوگوں کے ساتھ بھی ڈیوٹی کی ہے جس پر توہین رسالت کے الزامات و مقدمات تھے مگر میں نے یہ سوچا کہ کیا پتا کہ یہ الزام غلط ہو اور ان میں سے کچھ کو روزہ کی حالت میں دیکھا اور اپنے آپ کو روزدار کہتے ہوئے پایا۔ اس لئے کبھی بھی ان کو قتل کرنا درست نہ سمجھا۔ ویسے بھی جب تک کسی اہم شخصیت جو کہ گستاخ ہو، کو اگر نہ مارا جائے گا تو مسئلہ کا حل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے سلمان تاثیر کو قتل کر کے میں نے اپنا فرض پورا کیا ہے۔ زندگی اور موت تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور موت تو ایک دن ویسے بھی آنی ہے تو پھر ناموسِ رسالت پر جان قربان ہو جائے تو کیا کہنا۔ سن کر پڑھ کر درست تسلیم کیا۔

دستخط ونشانِ انگوٹھا ممتاز قادری صاحب

دستخط و مہر جج صاحب

سرٹیفکیٹ: 10-01-2011 تصدیق کی جاتی ہے کہ بیان بالا ملک محمد ممتاز قادری بمقدمہ نمبر 11/06 مؤرخہ 04-01-2011 بجرم 109/302 ت پ 7-ATA تھانہ کوہسار اسلام آباد بغیر کسی دباؤ/خوف اور لالچ/دھمکی کے زیر دفع 164 بطور ملزم قلمبند کر دیا ہے۔ بیان لکھنے سے قبل بیان کنندہ کو باور کر دیا گیا ہے کہ از روئے قانون کے وہ بیان دینے کا پابند نہ ہے اور بیان کسی بھی عدالت میں بطور ثبوت/شہادت استعمال ہو سکتا ہے۔ مختلف استفسارات سے اطمینان کیا گیا ہے کہ مذکورہ نے بیان بلا جبر واکراہ اپنی آزاد مرضی سے دیا ہے۔ بیان علیحدگی میں تحریر کیا گیا ہے۔ تحریر کرنے سے قبل سوچنے کا مناسب وقت دیا گیا ہے۔ جس طرح بیان کنندہ نے بیان قلمبند کروایا، لفظ بہ لفظ

عصر التشريع وليس العصر الراهن، وليس من المعيب أن يعيد النظر بقانون المذكور أيضاً[٤]

القول بأن قانون تعظيم النبي ﷺ قانون أسود، وبذل كل الجهود بإلغائه، ثم الطعن والشتم معلناً في مؤتمرات صحفية وندوات مفتوحة أليس هذا انتقاد واستخفاف بحضرة النبي ﷺ؟ وإنما الغرض عن كل هذا هو مسايرة التيارات الغربية وإنقاذ المجرمين وتشجيعهم على الفعل لجعل التلاعب بتوقير النبي ﷺ وتنقيص عظمته.

تعاطف سلمان تأثير بالمرأة الآثمة الكافرة التي أقرت ذنبها أمام رئيس هيئة التحقيق المخصص للقضية ما لم ينكره أفراد المجتمع المسيحي أيضاً، حتى أصدرت المحكمة حكم الإعدام بعد كل التدقيقات القانونية في ذلك الباب، وهو أرسل الدعوة إلى الصحفيين ليغطوا ما يعلنه اليوم إعلاناً هاماً جداً في التأريخ فزار تلك المرأة مع عائلته في السجن حيث عقد مؤتمراً صحفياً بداخلها وأكد أنه يساعدها بكل الطرق المتاحة ولن يتركها وحيدة ثم صرح بأنه قانون أسود، أليس كل ذلك استخفاف بالنبي ﷺ؟ وبالتالي أليس مثله مباح الدم؟

أقرت المحكمة الشرعية الباكستانية ذلك بأنه قانون الهي وبمثابة الحدود الشرعية ما لا يمكن التجاوز عنه بأي حال، وهو ما يتفق بالنصوص القرآنية والحديث النبوية، فما حكم تعبير الحدود الشرعية بالقانون الأسود والجائر والظالم والتعسفي وثم محاولة الإلغاء؟ أليس كل ذلك إنكار ضروريات الدين؟ فما الحكم لمن يصر على الكفر الصريح؟

إضافة إلى ذلك كان ضد قانون تكفير القاديانية هو ما أصدره مجلس الشعب الباكستاني قراراً باعتبار القاديانية أقلية غير مسلمة، حيث صرحت ابنته شهر بانو تأثير في ندوة THE BUCK STOPS HERE لقناة N.D TV الهندية أن والدي كان يخالف

---

(٤) انظر: Youtube: Salman Taseer on Blasphemy Law.

قانون تكفير القاديانية[٥] فيظهر أنه كان يعتبرهم مسلمين وكان يحاول إلغاء هذا القانون أيضاً، ويتجلى عن ذلك أنه كان ينكر عقيدة ختم النبوة والرسالة.

حتى ولده آتش تأثير أزاح ستار عن وجه والده في كتاب ألّفه على شخصيته وحياته الخاصة قائلاً: والدي كان يشرب الخمر كل ليلة ولم يصم يوماً واحداً في حياته كما لم يصل صلاة أيضاً، وكان يأكل الخنــزير، وأضاف مزيداً أن والدي أخبرني قائلاً: لم يعط لي في السجن إلا أن أقرأ القرآن يوماً ما، فبدأت القراءة من النهاية إلى البداية عدداً من المرات، فعرفت أن ليس فيه شيء ما يفيدني[٦]. أليس ذلك القول تنقيص واستخفاف بقرآن الكريم؟ بل هو إنكار صريح لكتاب الله تعالى.

ثانياً: ممتاز حسين القادري كان يعرفه شخصياً ثم اطلع على فتاوى علماء البلد أن سلمان تأثير مباح الدم؛ لأنه ألحق الأذى للنبي ﷺ بطرق عديدة وكان واثقاً أنه لا يمكن حل القضية بطرق المحاكمات؛ لأنه يستثنى بمقتضى القانون الباكستاني ما دام على المنصب لكونه حاكماً للولاية بنجاب ورئيس مجلس الشعب المحلي للولاية نفسها، وكما هو صاحب النفوذ في الأوساط السياسية وغيرها، فلما أدرك هذه الأمور وغيرها ما كانت عائقة لجره إلى القضاء فلم يستطع الصبر على الغيرة الإيمانية فقتله.

ممتاز حسين القادري قتل شخصاً زنديقاً وملحداً وشاتماً للرسول ﷺ خلافاً للقانون الوضعي المحلي فما حكم الشرع في ذلك؟

فهل يستحق عقوبة القصاص أو الدية أو التعزير شرعاً؟

المستفتي: محمد محبوب الرسول القادري

---

(٥) انظر: Jang News Jan 2011.

(٦) انظر: Stranger to History by Aatish Taseer Page No:21-22.

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين سيدنا محمد المبعوث رحمة للعالمين وعلى آله وصحبه وتابعيهم إلى يوم الدين. أما بعد فقد استلمنا بمجلس الإفتاء بتريم السؤال الموجه من المستفتي محمد محبوب الرسول القادري من مدينة لاهور باكستان، وقد تأملنا ذلك السؤال بحضور أعضاء مجلس الإفتاء بتريم في جلستهم المنعقدة بتاريخ ١٣ ربيع الثاني ١٤٣٣هـ وبعد النقاش والبحث في كل ما ورد بذلك السؤال ظهر لنا أنه إذا صح وثبت ما جاء في السؤال من أقوال سلمان تأثير فيعتبر بذلك مرتداً عن الإسلام وتجري عليه أحكام من ارتد من المسلمين من وجوب استتابة أولاً فإن تاب وإلا قتل كفراً ثم إنه لا يغسل ولا يصلى عليه ولا يكفن ولا يدفن في مقابر المسلمين ويفرق بينه وبين زوجاته وحكم ببينونة من لم يدخل بها منهن، والمدخول بها تبين عند انقضاء عدتها إن لم يجمعهما إسلام في العدة ولا يرث ولا يورث ويحجر عليه في جميع أمواله حتى يعود للإسلام، فالردة أفحش أنواع الكفر، قال تعالى: (ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فأولئك حبطت أعمالهم في الدنيا والآخرة وأولئك أصحاب النار هم فيها خالدون) البقرة آية ٢١٦، وقد سئل العلامة محمد بن سالم بن حفيظ عن شخص استخف بالرسول صلى الله عليه وسلم فأجاب بجواب مطول كما في فتاويه ومما قال فيه واستدل به من المنقول لصحة جوابه بارتداد من استخف برسول الله صلى الله عليه وسلم فقال نفع الله به: وهذا الرجل أي من قال: مرحبا بالمسخرة لمن قام تعظيماً لرسول الله صلى الله عليه وسلم عند القيام في المولد الذي يقرأ من سيرة الرسول صلى الله عليه وسلم قال نفع الله به: لا يخلو هذا الرجل من أحد أمرين أولهما: أن يقول هذا القول مريداً الاستخفاف برسول الله صلى الله عليه وسلم وأفضل خلق الله وخاتم رسله وأنبيائه سيدنا محمد صلى الله عليه وسلم، وثانيهما: أن يريد الاستخفاف بهؤلاء القوم الذين قاموا تعظيماً لرسول الله صلى الله عليه وسلم، فإن أراد الأول فلا شك في مروقه عن الدين الإسلامي والعياذ بالله من ذلك، وذلك لأن الاستخفاف برسول الله صلى الله عليه وسلم بل وبأي نبي من الأنبياء صلوات الله وسلامه عليهم أجمعين كفر بإجماع المسلمين، ففي كتاب الشفاء للقاضي عياض ما لفظه: من أضاف إلى نبينا صلى الله عليه وسلم تعمد الكذب فيما بلغه وأخبر به أو شك في صدقه أو سبه أو قال إنه لم يبلغ أو استخف به أو بأحد من الأنبياء أو أزرى عليهم أو آذاهم أو قتل نبياً أو حاربه فهو كافر بإجماع. انتهى (ج٢ ص٦٠٨ الطبعة الثانية دار الفيحاء)، ومثله في غير واحد من كتب الأئمة الأعلام ككتاب الإعلام في قواطع الإسلام للعلامة ابن حجر الهيتمي وكتاب سلم التوفيق للحبيب عبد الله بن حسين بن طاهر وشرحه للعلامة محمد سعيد بابصيل وغيرها، وعبارة التحفة لابن حجر الهيتمي عقب قول المتن من أول كتاب الردة: هي قطع الإسلام بنية أو قول كفر أو فعل سواء قاله استهزاء صورته كأن يقول له قص أظافرك فإنه سنة فقال: لا أفعله وإن كان سنة، ثم قال عقب قول المتن: أو كذب رسولاً أو نبياً أو نقصه بأي منقص كأن صغر اسمه مريداً تحقيره. انتهى ج٩ ص٨١، ٨٧، ونحوه في النهاية للرملي، وإن أراد

(يتبع)

هذا القائل الأمر الثاني وهو الاستخفاف بالذين قاموا تعظيما للرسول صلى الله عليه وآله وسلم
فإن قصد الاستخفاف بهم لقيامهم لتعظيم المصطفى محمد صلى الله عليه وسلم فذلك لا يبعد أن يكون
كالأول لأن تعظيم المصطفى محمد صلى الله عليه وسلم مما جاءت به السنة ومما أمر به الحق سبحانه
وتعالى في غيرما آية من الكتاب العزيز والاستخفاف بالسنة كفر والعياذ بالله تعالى كما صرحت
به عبارة التحفة المارة، وفي المغني للخطيب الشربيني في باب الردة: أو استخف بسنة كما لو قيل
له كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا أكل لعق أصابعه الثلاثة فقال ليس هذا بأدب أو قيل له
قلم أظافرك فإنه سنة فقال: لا أفعل وإن كان سنة. وقصد الاستهزاء بذلك اهـ ج٤/٩٤
وإن قصد الاستخفاف بهم لأمر آخر فهو حرام شديد التحريم ويستحق فاعله التعزير
الشديد الرادع لأمثاله عن العود في مثل هذه المعصية، قال العلامة ابن حجر في كتابه الإعلام
ولم يتعرض الشيخان ولا غيرهما فيما رأيت للراجح في المسألة الأولى أعني قوله كان أي النبي
صلى الله عليه وسلم طويل الأظفار، والذي يظهر أنه إن قال ذلك احتقاراً له صلى الله عليه وسلم
أو استهزاء به أو على جهة النقص إليه كفر وإلا فلا ويعزر التعزير الشديد، انتهى
وقال في موضع آخر: لو قال جواباً لمن قال وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أكل لحس
أصابعه: «هذا غير أدب» كفر، وقد يوجه بأن هذا إنكاراً لسنة لعق الأصابع ورغبة
عنها فيأتي فيه ما مر فيمن قيل له قص أظافرك فقال لا أفعل رغبة عن السنة،
ثم قال: أو قيل له كان النبي يحب القرع أو الخل فقال: لم أرهما، أو: لا أرى بينهما شيئاً
فلا كفر إن أراد الإخبار عن طبعه أو أطلق، بخلاف ما لو أراد بعدم محبته لهما لكونه
صلى الله عليه وسلم يحب ذلك لأن إرادة ذلك فيها استهزاء به صلى الله عليه وسلم واحتقار له
صلى الله عليه وسلم. انتهى (ص) وفي إسعاد الرفيق شرح سلم التوفيق لبابصيل نقلاً عن
الإعلام ما صورته: قال في الشفاء: من سب نبينا صلى الله عليه وسلم ويلحق به في جميع ما ذكر
غيره من الأنبياء المتفق على نبوتهم أو عابه أو ألحق به نقصاً في نفسه أو نسبه أو دينه
أو خصلة من خصاله أو عرض به أو شبهه بشيء على طريق السب أو التصغير لشأنه أو
لعنه أو دعا عليه أو تمنى له مضرة أو نسب إليه ما لا يليق بمنصبه على طريق الذم
أو عيره بشيء مما جرى عليه من البلاء والمحنة كان كافراً بالإجماع كما حكاه جماعة، وحكاية
ابن حزم الخلاف فيه لا معول عليها سواء صدر منه جميع ذلك أو بعضه فيقتل ولا تقبل
توبته عند أكثر العلماء وعليه جماعة من أصحابنا، بل ادعى فيه الشيخ أبو بكر الفارسي
الإجماع. انتهى. وفيه أيضاً مع المتن: وحاصل أكثر تلك العبارات التي ذكرها ذانك
الإمامان (يعني بهما القاضي عياض في الشفاء وابن حجر في الإعلام) يرجع إلى أن كل عقد
أي اعتقاد أو فعل أو قول موصوف كل واحد منها بكونه يدل على استهانة ممن صدر منه
أو استخفاف بالله سبحانه وتعالى أو بشيء من كتبه أو بأحد من أنبيائه أو ملائكته
المجمع عليهم أو بشيء من شعائره أو معالم دينه أو أحكامه أو وعده أو وعيده
كفر - خبر إن - أي إن قصد قائل ذلك الاستخفاف أو الاستهزاء بذلك أو معصية

(يتبع...)

محرمة شديدة التحريم إن لم يقصد ذلك. انتهى ما نقلناه من فتاوى العلامة محمد
ابن سالم بن حفيظ المخطوطة. ومن هذه الأدلة المذكورة يعلم الجواب عن الشق الأول
في السؤال المذكور عن سلمان تأثير.
أما الجواب عن الشق الثاني في السؤال عن ممتاز حسين القادري بعد أن اطلع على
فتاوى علماء البلد أن سلمان تأثير مباح الدم فقتله... إلى آخر ما جاء في السؤال من حيثيات
حائلة لتنفيذ الحكم بالإعدام لسلمان تأثير فجوابه: ننقل ما ذكره علماء الشافعية
وغيرهم من المذاهب الأخرى:
قال العلامة الشيخ ابن حجر الهيتمي في تحفته ج٩/ص١١٦: ولا يتولاه أي حد الردة إلا الإمام
أو نائبه، فإن افتات عليه أحد عزر. انتهى.
وقال علماء الأحناف كما في الهداية شرح بداية المبتدي: وإذا ارتد المسلم عن الإسلام
والعياذ بالله عرض عليه الإسلام فإن كانت له شبهة كشفت عنه لأنه عساه اعترته
شبهة فتزاح وفيه دفع الشر بأحسن الأمرين إلا أن العرض على ما قالوا غير واجب
لأن الدعوة بلغته، قال: ويحبس ثلاثة أيام فإن أسلم وإلا قتل، وفي الجامع الصغير:
المرتد يعرض عليه الإسلام حراً كان أو عبداً فإن أبى قتل. انتهى ج٤/ ٢٣٠، ٢٣١
ثم قال: فإن قتله قاتل قبل عرض الإسلام عليه كره ولا شيء على القاتل، ومعنى الكراهية
ههنا ترك المستحب، وانتفاء الضمان لأن الكفر مبيح للقتل، والعرض بعد بلوغ الدعوة
غير واجب. اهـ ج٤/ ص٢٣٢، وقال في الاختيار لتعليل المختار ج٤/ ص٨٩، ٩٠:
فإن قتله قاتل قبل العرض لا شيء عليه لأنه مستحق للقتل بالكفر فلا ضمان عليه،
ويكره له ذلك لما فيه من ترك العرض المستحب ولما فيه من الافتيات على الإمام. انتهى.
وقال في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق ج٣/ ص٢٨٤: قال في الهداية: فإن
قتله قاتل قبل عرض الإسلام عليه قال الكمال أو قطع عضواً منه كره ذلك ولا شيء على القاتل
لأن الكفر مبيح، وكل جناية على المرتد هدر. اهـ وفي شرح الطحاوي: إذا فعل ذلك أي القتل أو
القطع بغير إذن الإمام أدب. اهـ قال قاضي خان: وردة الرجل تبطل عصمة نفسه حتى لو قتله
القاتل بغير أمر القاضي عمداً أو خطأ أو بغير أمر السلطان أو أتلف عضواً من أعضائه لا شيء عليه. انتهى
وقال علماء الحنابلة نقلاً عن متن الإقناع: ولا يقتله إلا الإمام أو نائبه حراً كان المرتد أو عبداً
... ثم قال: فإن قتله غيره بلا إذنه أساء وعزر ولم يضمن سواء قتله قبل الاستتابة
أو بعدها. انتهى قال في شرحه كشاف القناع: (وإن قتله) أي المرتد (غيره) أي غير
الإمام أو نائبه (بلا إذنه أساء وعزر) لافتياته على الإمام أو نائبه (ولم يضمن) القاتل
المرتد لأنه محل غير معصوم (سواء قتله قبل الاستتابة أو بعدها) لأنه مهدر الدم
في الجملة وردته مبيحة لدمه وهي موجودة قبل الاستتابة كما هي موجودة بعدها اهـ
انتهى ج١٤/ ص٢٤٦ هذا ما ظهر لأعضاء مجلس الإفتاء بتريم وأمكنهم نقله من كلام
العلماء وكما ذكر في الجواب حسب توكيلهم أسفل بتاريخ ٢٠ ربيع الثاني ١٤٣٣هـ الموافق ١٣/٣/٢٠١٢م

١- علي المشهور بن محمد بن سالم بن حفيظ [توقيع]
٢- محمد علي الخطيب [توقيع]
٣- محمد بن علي بن فرج باعوضان [توقيع]

[ختم: مجلس الإفتاء بتريم]

یمن کے سب سے بڑے دار الافتاء کا سلمان تاثیر کے کفر اور ممتاز قادری کی بریت میں

فتویٰ

اردو ترجمہ محمد مہربان باروی، دمشق، شام
mehrbanbarvi@yahoo.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء والمرسلین ، سیدنا محمد المبعوث رحمۃ للعالمین، علی آلہ وصحبہ و تابعیھم الی یوم الدین۔

اما بعد

استفتاء کے شق اوّل کا جواب:

ہمیں شہر تریم حضرموت، یمن کے دار الافتاء میں محمد محبوب الرسول القادری کا پاکستان کے شہر لاہور سے استفتاء موصول ہوا، اور ہمارے دار الافتاء کی مجلس کا اجلاس بمورخہ 13 ربیع الثانی 1433ھ کو منعقد ہوا جس میں استفتاء میں وارد ہونے والے تمام

پہلوؤں کا بخوب غور و فکر اور بحث و مباحثہ سے جائزہ لیا گیا، اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ اس سوال میں جیسا کہ کہا گیا ہے اگر واقعی ہی ایسا ہے تو سلمان تاثیر ان اقوال کی رو سے مرتد اسلام ہے، اور اس پہ تمام مرتدین کے احکام نافذ کی جائیں گے جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:

سب سے پہلے توبہ کی ترغیب دی جائے گی جو کہ واجب ہے اور اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو فبہا ورنہ کفراً قتل کر دیا جائے گا، اور پھر نہ ہی اس کو غسل دیا جائے گا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی اور نہ ہی اسے کفن دیا جائے گا اور نہ ہی اسے مسلمانوں کے مقبرہ میں مدفون کیا جائے گا، اس کی تمام زوجات کے درمیان تفریق کر دی جائے گی اور ان میں سے جو غیر مدخولہ ہیں ان پہ فوری طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی اور اس کے مسلمان نہ ہونے کی صورت میں اس کی تمام مدخولہ زوجات پہ عدت گزرنے کے بعد طلاق بائنہ واقع ہو گی۔

اور نہ ہی وہ کسی کے ترکہ کا وارث بن سکتا ہے اور نہ ہی اس کے ترکہ کا کوئی وارث بنے گا، اس کی تمام مال و جائیداد پہ اس کا تعلق ختم ہو جائے گا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائے، کیونکہ ارتداد کفر کی سب سے بدترین قسم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

"اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں، انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔" (البقرہ:۲/۲۱۸)

حضرت علامہ محمد بن سالم بن حفیظ رحمۃ اللہ علیہ سے جب اس شخص کے بارے میں

پوچھا گیا جس نے آپ ﷺ کی توہین کی کہ اس شخص کو کہا: (او مسخرے خوش آمدید) جو آپ ﷺ کے میلاد مصطفی میں تعظیماً کھڑا ہوا جہاں حضور ﷺ کی سیرت کا تذکرہ ہوتا ہے تو آپ نے ایک مفصل جواب دیا اور متعدد دلائل سے اپنے موقف کی تائید کی جیسا کہ آپ کے فتاویٰ میں ہے، اور آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس کا بھلا کرے۔

اس شخص کے مذکورہ قول کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں:

اولاً یہ کہ اس نے یہ قول حقارت کی نظر سے آپ کی بارگاہ میں کہا جو کہ تمام مخلوقات سے افضل اور خاتم الانبیاء والرسل ہیں صلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

ثانیاً اس نے اپنے مذکورہ قول سے ان حضرات کو اپنے طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جو آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تعظیماً کھڑے ہوئے تھے۔

پہلی صورت:

پہلی صورت میں اس کا دین اسلامی سے خارج ہونے میں کوئی شک نہیں، والعیاذ باللہ من ذلک

کیونکہ حضور ﷺ کی یا کسی بھی نبی مرسل صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کی توہین کفر ہے بالاجماع۔

قاضی عیاض کی کتاب الشفاء میں ہے جس کے لفظ کچھ یوں ہیں:

من اضاف الی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم تعمد الکذب فیما بلغہ و اخبر بہ، او شک فی صدقہ، او سبہ، او قال انہ لم یبلغ، او استخف بہ، او باحد من الانبیاء او ازری علیہم، او اذاھم او قتل نبیاً

او حاربہ فھو کافر باجماع۔ انتھی

"جس شخص نے حضور ﷺ کی تبلیغ یا خبر کو جھٹلایا، یا اس میں شک و شبہ کیا، یا برا بھلا کہا، یا یہ کہا کہ آپ نے دین کے پیغام میں کوتاہی کی، یا آپ سمیت کسی بھی نبی کو حقیر جانا، یا عیب نکالا، یا کسی بھی طریقہ سے تکلیف دی، یا ان سے جنگ وقتال کیا یا ان میں سے کسی کو قتل کیا وہ بالاجماع کافر ہے۔" (کتاب الشفاء ۲/۶۰۸، طبع ۲، دار الفیحاء)

اور یوں ہی ہمارے آئمہ کی بہت سی دیگر کتب میں وارد ہوا ہے جیسا کہ حضرت علامہ ابن حجر الہیتمی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الاعلام فی قواطع الاسلام اور حضرت علامہ الحبیب عبد اللہ بن حسین بن طاہر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سلم التوفیق اور اس کی شرح میں ہے جو کہ حضرت علامہ محمد سعید بابصیل رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، و دیگر بہت سی کتب میں ہے۔

علامہ ابن حجر الہیتمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب التحفہ میں کتاب الردۃ کے شروع میں ماتن کی عبارت کے بعد فرماتے ہیں:

ھی قطع الاسلام بنیۃ، او قول کفر، او فعل، سواء قالہ استھزاء، صورتھا کان یقول لہ قص اظافرک فانہ سنۃ فقال لا افعلہ وان کان سنۃ

"مرتد ہونے کی بہت سی صورتیں ہیں قطع اسلام کی نیت کرنا، کفریہ اقوال وافعال کا سرزد ہونا اگرچہ وہ ہنسی مذاق میں کیوں نہ ہو، مثال کے طور پر اگر اسے کہا گیا بھائی ناخن تراش لو سنت ہے، اس نے جواباً کہا میں نہیں تراشوں گا سنت ہے تو کیا ہوا۔"

اور پھر ماتن کے قول کے بعد فرمایا:

وَکَذَّبَ رسولاً او نبیاً او نقصہ بای منقص کان

صغر اسمہ مریداً تحقیرہ انتھی

"کسی رسول یا نبی کو جھٹلانا یا ان میں کسی قسم کی کمی نکالنا جیسا کہ نام کی تصغیر نکالنا ہے حقارت کی نیت سے۔" (ج۹/ص۸۱۔۸۷)

اور ایسے ہی علامہ رملی نے نہایہ میں فرمایا ہے۔

دوسری صورت:

اور اگر اس شخص کی نیت: (او مسخرے خوش آمدید) سے آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں تعظیماً کھڑے ہونے والے حضرات پہ طعن و تشنیع کرنا تھا تو اس کی دو وجہیں ہو سکتی ہیں:

پہلی یہ کہ وہ تعظیماً مصطفی ﷺ کی بارگاہ میں کھڑے ہوئے اس لیے وہ انہیں نشانہ بنا رہا ہے تو یہ قسم اول ہی کی ایک صورت ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی تعظیم کرنا سنت ہے، اور سنت رسول دراصل کتاب اللہ کی طرح وحی ہی ہے، لہٰذا سنت کو حقیر جاننا کفر ہے، والعیاذ باللہ، جیسا کہ علامہ ابن الہیتمی کی کتاب التحفہ سے صراحت گزری۔

اور حضرت علامہ الخطیب الشربینی کی کتاب المغنی میں باب الردۃ میں ہے:

او استخف بسنۃ کما لو قیل لہ کان النبی و اذا اکل لعق اصابعہ الثلاثۃ، فقال لیس ھذا بادب او قیل لہ قلم اظفارک فانہ سنۃ فقال لا افعل و ان کان سنۃ و قصد الاستھزاء بذلک ـــ انتھی

(جلد ۵/ص ۴۲۹)

ترجمہ: "مرتد ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس نے سنت رسول ﷺ کو حقیر جانا، مثال کے طور پر اگر اسے کہا گیا کہ آپ ﷺ

جب کھانا تناول فرمالیتے تو اپنی تین انگلیاں مبارک چاٹ لیا کرتے تھے، تو اس نے جواباً کہا یہ تو غیر مہذب فعل ہے، یا جب اسے کہا گیا بھائی ناخن تراش لو سنت ہے، اس نے سنت کو حقیر جانتے ہوئے جواب دیا، میں نہیں تراشوں گا سنت ہے تو کیا ہوا۔"

اور اگر اس کی شخص کی: (او مسخرے خوش آمدید) سے مراد خود ان حضرات کو حقیر جاننا تھا کسی اور وجہ سے تو ایسا کہنا بہت سخت حرام ہے اور ایسا شخص شدید تعزیر کا مستحق ہے تاکہ اس جیسے دیگر لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور اس جیسے ناپاک اقوال کی ہمت نہ کریں۔

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الاعلام میں فرماتے ہیں:

و لم یتعرض الشیخان و لا غیرھما فیما رایت للراجع فی المسالۃ الاولی اعنی قولہ کان، ای النبی ﷺ طویل الاظفار، والذی یظھر انہ ان قال ذلک احتقاراً لہ و استھزاء بہ او علی جھۃ النقص الیہ کفر، والا فلا، و یعزر التعزیر الشدید -- انتھی۔

ترجمہ: "شیخان نے پہلے مسئلہ میں ترجیح ذکر نہیں کی جہاں تک میری معلومات ہے، میری مراد اس شخص کا قول: (کہ آپ ﷺ لمبے ناخنوں والے تھے) اور مجھے یہ لگتا ہے کہ اگر اس نے حقارت یا طعن و تشنیع کے ارادہ سے کہا تو کافر ہے ورنہ نہیں مگر اسے سخت تعزیر دی جائے گی۔"

ایک اور جگہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لو قال جواباً لمن قال كان رسول الله ﷺ اذا اكل لحسن اصابعه هذا غير ادب كفرٌ و قد يوجه بان هذا انكارًا لسنة لعق الاصابع و رغبة عنها فيأتي فيه ما مر فيمن قيل له قص اظافرك فقال لا افعل رغبة عن السنة۔

ترجمہ: "اگر کسی شخص کے سامنے کہا گیا کہ جب آپ ﷺ کھانا تناول فرما لیتے تو اپنی انگلیاں مبارک چاٹ لیا کرتے تھے تو اس نے جواباً کہا کہ یہ غیر مہذب فعل ہے تو ایسا کہنا کفر ہے، تو اس کے مذکورہ قول کو سنت سے روگردانی پہ محمول کیا جائے گا جیسا کہ کسی کو کہا گیا: بھائی اپنے ناخن تراش لو، اس نے جواباً کہا کہ یہ غیر مہذب فعل ہے تو ایسا کہنا کفر ہے، تو اس کے مذکورہ قول کو سنت سے روگردانی پہ محمول کیا جائے گا جیسا کہ کسی کو کہا گیا: بھائی اپنے ناخن تراش لو اس نے سنت سے اعراض کرتے ہوئے جواباً کہا میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔"

اور پھر علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:

او قيل له: كان النبي ﷺ يحب القرع او الخل فقال لم ارهما او لا ار بينهما شيئًا، فلا كفرٌ ان اراد الاخبار عن طبعه او اطلق بخلاف ما لو اراد بعدم محبته لهما لكونه يحب ذلك لان ارادة ذلك فيها استهزاء به و احتقار له انتهى

ترجمہ: "یا کسی شخص کو یہ کہا گیا کہ آپ ﷺ کدو یا سرکہ پسند فرماتے

تھے، تو اس نے جواباً کہا: مجھے تو کچھ ایسا نہیں لگتا، یا کہا: کہ مجھے تو ان میں کچھ خاص نظر نہیں آیا تو اگر اس نے اپنی طبیعت کی کیفیت بتائی یا ویسے مطلقاً کہا تو کفر نہیں ہوگا اور اگر اس کی مراد یہ تھی کہ میں ان دونوں کو اس لیے پسند نہیں کرتا کیونکہ حضور ﷺ انہیں پسند فرمایا کرتے تھے تو ارادہ استہزاء وطعن کی وجہ سے کافر ٹھہرا۔"

اور علامہ بابصیل رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب إسعاد الرفیق شرح سلم التوفیق میں کتاب الاعلام سے نقل کر کے فرماتے ہیں:

قال في الشفاء: من سب نبينا و يلحق به في جميع ما ذكر غيره من الانبياء المتفق على نبوتهم، او عابده، او الحق به نقصًا في نفسه او نسبه او دينه او خصلة من خصاله، او عرّض به او شبهه بشيء على طريق السب، او التصغير لشانه او لغنه، او دعا عليه، او تمنى له مضرة، او نسب اليه ما لا يليق منصبه على طريق الذم، او غيره بشيء مما جرى عليه من البلاء والمحنة، كان كافرًا بالاجماع كما حكاه جماعة، و حكاية ابن حزم الخلاف فيه لا معول عليها، ساء صدر منه جميع ذلك او بعضه فيقتل و لا تقبل توبته عن اكثر العلماء و عليه جماعة من اصحابنا، بل ادعى فيه الشيخ ابوبكر الفارسي الاجماع، انتهى۔

ترجمہ: "شفاء میں ہے: جس نے ہمارے نبی یا دیگر انبیاء میں سے کسی بھی نبی جن کی نبوت پہ اتفاق پایا جاتا ہے صلوات اللہ علیہم

اجمعین کو برا بھلا کہا، یا آپ ﷺ کی ذات اقدس یا نسب پاک یا دین یا عادات مبارکہ میں عیب و نقص نکالا، یا اشارۃ نکتہ چینی کی، یا کسی ناموزوں چیز سے تشبیہ دی بطور طعن و تشنیع، یا آپ کی شان میں کمی کا اظہار کیا، یا لعن و طعن کیا، یا بد دعا دی، یا آپ کے لیے تکلیف دہ چیز کی خواہش کی، یا آپ کی طرف بطور ذم کچھ ایسا منسوب کیا جو آپ کی شان اقدس کے لائق نہیں، یا جو آپ پہ تکلیف و مصائب و امتحان آئے ان کا عار دلایا تو بالاجماع کافر ہوا جیسا کہ کثیر علماء سے منقول ہے، اور جو ابن حزم سے اس کے خلاف منقول ہوا اس کچھ اعتبار نہیں اور اگرچہ مذکورہ تمام افعال کا کسی سے صدور ہوا یا بعض کا، اور ایسے شخص کی جمہور علماء کے نزدیک توبہ بھی قبول نہیں اور یہی ہمارے علماء کا مفتیٰ بہ موقف ہے، بلکہ الشیخ ابوبکر الفارسی رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس پہ اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔"

اور اسی کتاب اِسعاد الرفیق میں متن سلم التوفیق سے نقل ہے:

وحاصل اکثر العبارات التی ذکرھا ذانک الامام (یعنی بھما القاضی عیاض فی الشفاء و ابن حجر فی الاعلام) یرجع الی ان کل عقد ای اعتقاد، او فعل او قول موصوف کل واحد منھا بکونہ یدل علی استھانۃ ممن صدر منہ، او استخفاف باللہ سبحانہ و تعالی او بشیء من کتبہ، او باحد من الانبیاء او ملائکتہ المجمع علیھم او بشیء من شعائرہ او معالم دینہ، او احکامہ، او وعدہ او وعیدہ کفر،

خبر ان - ای ان قصد قائل ذلک الا الاستخفاف او الاستھزاء بذلک، او معصیۃ محرمۃ شدیدۃ التحریم ان لم یقصد ذالک۔

ترجمہ: "ہم نے جو عبارت قاضی عیاض کی الشفاء سے اور ابن حجر کی اعلام سے نقل کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر عقیدہ و قول و فعل جو حقارت کی نیت سے صادر ہو اللہ تعالیٰ یا اس کی کتب یا اس کے کسی نبی یا فرشتہ جو متفق علیہم ہیں، یا اس کے شعائر یا اس کے دین کی نشانیوں یا اس کے احکام وعد و وعید سے تو یہ کفر ہے اور اگر اس کا ارادہ حقارت کا نہیں تھا تو شدید حرام اور سخت گناہ ہے۔"

ہم نے علامہ محمد ابن سالم بن حفیظ رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ سے عبارت نقل کی جو یہاں پہ اختتام کو پہنچی، جس سے استفتاء کے شق اول کا جواب واضح ہوا جو سلمان تاثیر کے متعلق تھا۔

استفتاء کے شق ثانی کا جواب:

جہاں تک استفتاء کے دوسری شق کا تعلق ہے جو ممتاز قادری کے متعلق ہے کہ جب اسے مقامی علماء کے فتاویٰ سے آگاہی ہوئی کہ سلمان تاثیر مباح الدم ہے اور اسے پاکستان کے قانون کی رو سے پھانسی دلوانے میں بہت سی رکاوٹیں درپیش تھی جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے تو اسے قتل کر دیا تو اس کے جواب میں ہم وہ عبارات نقل کرتے ہیں جو شافعی اور بہت سے دیگر علماء نے دوسرے مذاہب سے نقل کی ہیں جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

علامہ ابن حجر الہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب التحفہ میں فرمایا ہے:

و لا یتولاہ ای حد الردۃ الا الامام او نائبہ فان افتات علیہ احد عزر۔ انتھی

(جلد ۹/ص ۱۱۶)

ترجمہ: "حد جاری کرنے کا حق صرف وقت کے امام یا اس کے نائب کو ہے اور اگر کوئی اور اس کام کو بغیر اجازت سر انجام دیتا ہے تو اسے تعزیر دی جائے گی۔"

مذہب حنفی کے علماء نے فرمایا جیسا کہ الھدایہ شرح بدایہ المبتدی میں ہے:

و اذا ارتد المسلم عن الاسلام والعیاذ باللہ عرض علیہ الاسلام، فان کانت لہ شبھۃ کشفت عنہ، لانہ عساہ اعترتہ شبھۃ فتزاح، و فیہ دفع شرہ باحسن الامرین الا ان العرض علی ما قالوا غیر واجب، لان الدعوۃ بلغتہ، قال و یُحبس ثلاثۃ ایام فان اسلم و الا قتل و فی الجامع الصغیر المرتد یعرض علیہ السلام حرًا کان او عبدًا فان ابی قتل، انتھی۔ (جلد ۴ ص ۳۳۰۔۳۳۱)

ترجمہ: "اگر کوئی شخص اسلام سے مرتد ہوتا ہے والعیاذ باللہ تو اس پہ اسلام پیش کیا جائے ہوسکتا ہے اسے کوئی شبہ لاحق ہو اور اس سے اس کے شکوک و شبہات دور ہو جائیں کیونکہ قتل کی مصیبت سے یہ زیادہ بہتر ہے، مگر ہمارے علماء نے فرمایا ہے کہ اس پر پھر سے اسلام پیش کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ تبلیغ اسلام اسے پہلے پہنچ چکی ہے اور ماتن نے فرمایا ہے کہ: اسے تین دن تک جیل میں بند کر

دیا جائے اگر وہ اسلام لائے تو فبہا ورنہ اسے قتل کر دیا جائے، اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الجامع الصغیر میں ہے: مرتد پہ اسلام پیش کیا جائے گا وہ آزاد ہو یا غلام اگر وہ مسلمان ہونے سے انکار کرتا ہے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔"

اور پھر صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

فان قتلہ قاتل قبل عرض الاسلام علیہ کرہ و لا شیء علی القاتل و معنی الکراہیۃ ھھنا ترک المستحب و انتفاء الضمان لان الکفر مبیح للقتل والعرض بعد بلوغ الدعوۃ غیر واجب۔ انتھی

(جل ۴، صفحہ ۳۳۲)

ترجمہ: "اگر اس مرتد کو اسلام پیش کرنے سے قبل کوئی اور قتل کر دیتا ہے تو اس کا یہ فعل مکروہ ہے اور یہاں کراہت سے مراد مستحب کا ترک کرنا مگر اس پہ کسی قسم کا تاوان نہیں ہے، کیونکہ کفر خون معاف ہونے کا سبب ہے اور جب ایک دفعہ تبلیغ اسلام پہنچ چکی پھر سے اسلام پیش کرنا واجب نہیں ہے۔"

الاختیار لتعلیل المختار میں ہے:

قتلہ قاتل قبل العرض لا شیء علیہ، لانہ مستحق للقتل بالکفر فلا ضمان علیہ، و یکرہ لہ ذلک لما فیہ من ترک العرض المستحب، و لما فیہ من الافتیات علی الاما۔ (جلد ۴ ص ۸۹۔۹۰)

ترجمہ: "اسلام پیش کرنے سے قبل کوئی اور اسے قتل کر دیتا ہے تو

اس قاتل پہ کچھ نہیں، کیونکہ مرتد کفر کی وجہ سے قتل کا ہی مستحق تھا، لہٰذا اس پہ کسی قسم کا تاوان نہیں مگر اس کا یہ فعل مکروہ ہے کیونکہ اس پہ اسلام پیش کرنا مستحب تھا جسے ترک کر دیا گیا نیز اسے امام وقت کی اجازت کے بغیر یہ فعل انجام دیا گیا۔"

حاشیہ الشلبی علی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے:

قال فی الهداية: فان قتله قاتل قبل عرض الاسلام عليه قال الكمال: او قطع عضوًا منه كره ذلك و لا شیء على القاتل؛ لان الكفر مبيح، و كل جناية على المرتد هدر، انتهى- و فی الشرح الطحاوی اذا فعل ذلك ای القتل او القطع بغير اذن الامام أُدِّب انتهى- قال قاضی خان وردة الرجل تبطل عصمة نفسه حتى لو قتله القاتل بغير امر القاضی عمدًا او خطأً او بغير امر السلطان او اتلف عضوًا من اعضائه لا شیء عليه- انتهى

ترجمہ: "جب علامہ مرغینانی نے کتاب الہدایہ میں فرمایا: اسلام پیش کرنے سے قبل کوئی اور اسے قتل کر دیتا ہے تو۔۔۔اس پہ امام ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یا کسی نے مرتد کا کوئی عضو کاٹ ڈالا تو اس کا یہ فعل مکروہ ہے مگر اس پہ کسی قسم کا تاوان نہیں ہے کیونکہ کفر خود ہی خون معاف ہونے کا سبب ہے اور ہر قابل سزا جرم مرتد پہ کیا جانے والا معاف ہے اور شرح الطحاوی میں ہے: اگر کسی نے مرتد کو قتل کر دیا یا اس کا کوئی عضو بغیر امام وقت کی اجازت کے

کاٹ ڈالا تو اس پہ تعزیر ہے۔ امام قاضی خان فرماتے ہیں: آدمی کے مرتد ہونے سے اس کا خون معاف ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی قاضی یا حاکم وقت کی اجازت کے بغیر جان بوجھ کر غلطی سے قتل یا اس کا کوئی عضو کاٹ دیتا ہے تو اس پہ کسی قسم کا تاوان نہیں۔"

اور اب ہم حنبلی مذہب کے علماء کا موقف کتاب متن الاقناع سے نقل کرتے ہیں:

و لا يقتله الا الامام او نائبه حرًا كان المرتد او عبدًا فان قتله غيره بلا اذنه اساء و عزر و لم يضمن سواء قتله قبل الاستتابة او بعد ها- انتهى

ترجمہ: "مرتد کو امام وقت یا اس کا نائب ہی قتل کر سکتا ہے وہ آزاد ہو یا غلام اور پھر فرماتے ہیں اگر اسے کوئی اور توبہ کی ترغیب سے قبل یا بعد بلا اجازت قتل کر دیتا ہے تو اسے تعزیر دی جائے گی مگر اس پہ کسی قسم کا تاوان وغیرہ نہیں۔"

حنبلی فقیہ منصور بن یونس البہوتی اپنی کتاب شرح کشاف القناع میں فرماتے ہیں:

وا ان قتله ای المرتدَ غيره ای غير الامام و نائبه بلا اذنه اساء و عزر، لا فتياته على الامام او نائبه، و لم يضمن القاتل المرتد؛ لانه محل غير معصوم سواء قتله قبل الاستتابة او بعد ها؛ لانه مهدر الدم فی الجملة، وردته مبيحة لدمه، و هی موجودة قبل

الاستتابة كما هي موجودة بعدها۔ انتهى

ترجمہ: "اگر کوئی اور شخص امام وقت یا اس کے نائب کی اجازت کے بغیر قتل کر دیتا ہے تو ایسا کرنا غلط ہے لہٰذا اسے تعزیر دی جائے گی امام وقت یا اس کے نائب کی اجازت کے بغیر سر انجام دینے کی وجہ سے، مگر اس قاتل پہ کسی قسم کا تاوان نہیں ہے کیونکہ وہ کفر کی وجہ سے مبیح الدم ہو چکا تھا لہٰذا اس کا خون رائیگاں جائے گا کیونکہ ارتداد خون معاف ہونے کا سبب ہے، اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ اسے ترغیب توبہ سے قبل یا بعد میں قتل کیا گیا۔"

آج 20 ربیع الثانی 1433ھ بموافق 13 مارچ 2012ء کو شہر تریم حضرموت یمن کے دار الافتاء کے تمام اعضاء مفتیان کرام جس متفقہ فیصلہ پہ پہنچے مرقوم ہوا، اور ایسا ہی ہمارے علماء کرام سے منقل ہے۔

ہم تمام مفتیان کرام اس فتویٰ پہ دستخط کرتے ہیں۔

(۱) حضرت علامہ مفتی علی المشہور بن محمد سالم بن حفیظ

(۲) حضرت علامہ مفتی محمد علی الخطیب

(۳) حضرت علامہ مفتی محمد بن علی بن فرج باعوضان

مجلس الافتاء الجمهورية اليمنية کا اسٹیمپ

باب چہارم

انٹرویوز

- ☆ وکلاء غازی ممتاز شہید کے انٹرویو
- ☆ جسٹس (ر) میاں نذیر اختر کا انٹرویو
- ☆ غازی کی کہانی چچا کی زبانی
- ☆ ملک ممتاز قادری کے بھائی ملک دلپذیر اعوان کا انٹرویو

وکلاء غازی ممتاز شہید کے انٹرویو

ملک وحید انجم ایڈووکیٹ

(صدر راولپنڈی ڈسٹرکٹ بار، وکیل غازی ممتاز قادری)

سوال جمعرات کو انسداد دہشت گردی کی خصوصی عدالت نمبر ایک کے جج نے گورنر پنجاب کے قتل کے الزام میں گرفتار ایلیٹ فورس کے کمانڈو ممتاز قادری کو پانچ روزہ جسمانی ریمانڈ پر بھیجنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہا جا رہا ہے کہ آپ نے اور آپ کی بار نے عدالت کو اسلام آباد منتقل نہیں ہونے دیا؟

جواب پہلی بات تو یہ ہے اس ملک کا ایک آئین اور قانون ہے۔ وکلاء کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ قانون کے مطابق، عدالتوں کی معاونت کریں۔ ٹیررازم ایکٹ 1997 دہشت گردی کے انسداد کا قانون ہے۔ اس کی پرویژن 15 کی ذیلی شق 2 کے تحت صوبائی و وفاقی حکومتوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی مقدمے کو کسی عام جگہ سے کسی دوسری جگہ منتقل کریں۔ یہاں پر لفظ مقدمہ (ٹرائل) استعمال کیا گیا ہے اور ریمانڈ یا ضمانت کی درخوست کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا کوئی بھی ایسا حکم نامہ جو مقدمے سے ہٹ کر ہوگا وہ غیر قانونی ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے عدالت کو یہ درخواست دی ہے کہ جناب عالی، چیف کمشنر اسلام آباد نے

عدالت کی منتقلی کا جو حکم نامہ جاری کیا ہے وہ غیر قانونی ہے۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ یہ حکم نامہ بنیادی قانون کی خلاف ورزی ہے۔ اس پر عدالت نے ہماری درخواست کو منظور کرلیا اور پولیس کو حکم دیا کہ اسی عدالت میں ممتاز قادری کو پیش کیا جائے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ ہم نے عدالت کو روکا، یہ صرف پروپیگنڈہ ہے۔ ہم نے عدالت کا کوئی گھیراؤ نہیں کیا۔ اس معاملے کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ اس میں سب کو دلچسپی ہے لہٰذا گھیراؤ کی بات بالکل جھوٹ ہے۔

سوال قتل کے اس مقدمے کو ایک سازش قرار دیا جارہا ہے اور سیاسی رنگ دینے کی کوشش کی جارہی ہے؟

جواب مخالفین اسے سیاسی رنگ دینے کی کوشش اس لیے کر رہے ہیں کہ لوگوں کو گمراہ کرسکیں۔ وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سلمان تاثیر کو ناموسِ رسالت کے قانون کو برا بھلا کہنے اور توہین رسالت ﷺ کی وجہ سے قتل نہیں کیا گیا ہے۔ ہر حکومت کے اپنے مقاصد ہوتے ہیں اور وہ ان مقاصد کو پورا کرانا چاہتی ہے لہٰذا ہم ان کو اس مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ اصل مسئلہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا ہے۔

سوال عدالت میں پانچ سو وکلا کا وکالت نامہ پیش کیا گیا ہے۔ کیا عدالت ان تمام وکلا کو بحث کا موقع دینے کی پابند ہے یا پھر چند ایک کو موقع دے گی؟

جواب ہر ملزم کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے مقدمے کے لیے جتنے وکیل چاہے کر سکتا ہے، لیکن بحث صرف ایک وکیل کرسکتا ہے یا پھر عدالت جس وکیل سے بات کرنا چاہے، تو اسے اجازت دے۔

سوال کیا ملک ممتاز قادری نے شکایت کی ہے کہ اُن پر دورانِ حراست تشدد کیا گیا

ہے۔ پولیس ریمانڈ کے دوران مجرم سے کیسا سلوک کرنے کی پابند ہے؟

جواب انہیں سونے نہیں دیا گیا۔ الیکٹرک شاک لگائے گئے۔ کھانا نہیں کھانے دیا گیا جبکہ ریمانڈ صرف پوچھ گچھ کے لیے ہوتا ہے۔ یہ انتہائی ظلم ہے کہ پولیس اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کر کے تشدد شروع کر دیتی ہے۔ سونے نہیں دیتی، کھانا کھانے نہیں دیتی، مار پیٹ کرتی ہے۔ بجلی کے شاک لگانے کی سزا کے بارے میں تو میں نے پہلی مرتبہ سنا ہے۔ گوانتانامو بے میں قیدیوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے کہ انہیں بجلی کے جھٹکے دیئے جاتے ہیں، وہی سلوک پاکستان کی جیل میں ممتاز قادری کے ساتھ ہو رہا ہے۔ پولیس بالکل بھی ایسا نہیں کرسکتی اور یہ تعزیرات پاکستان کے تحت سنگین جرم ہے۔

سوال ممتاز قادری کے مقدمے کو ضلعی عدالت سے لے کر آپ کہاں تک لے جاسکتے ہیں؟

جواب میں الحمدللہ سپریم کورٹ آف پاکستان کا وکیل ہوں اور میری مہارت قتل کے مقدمات میں ہے۔ میں ان ملزمان کی وکالت کرتا ہوں جن پر ایسے الزامات ہوتے ہیں۔ انتہائی ہائی پروفائل قتل کے کیسز بھی میں نے لڑے ہیں۔ بے نظیر قتل کیس میں، میں سعود عزیز کا وکیل ہوں۔ اسی طرح جو ایرانی مرڈر کیس ہوا تھا، اس میں، میں ملزمان کا وکیل تھا۔ یہ بھی ہائی پروفائل مرڈر کیس تھا۔ ان شاء اللہ میں سپریم کورٹ تک جاؤں گا۔

سوال ممتاز قادری نے عدالت میں یہ بیان دیا ہے کہ مجھے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے لیکن کیا انہوں نے وکلا کے وکالت نامے پر دستخط کیے ہیں؟

جواب الحمدللہ! انہوں نے نہ صرف وکالت نامے پر دستخط کیے ہیں بلکہ ہائیکورٹ کے لیے بھی انہوں نے وکالت نامے پر دستخط کر دیئے ہیں اور مجھے وکیل مقرر کیا

ہے۔ جب عدالت میں، میں نے یہ درخواست کی کہ مجھے وقت دیا جائے کہ مجھے اپنے مؤکل سے بات کرنی ہے تو پھر مجھے جج صاحب نے 20 منٹ دیئے اور میں نے تنہائی میں ان سے بات کی۔

سوال انہوں نے اپنی گفتگو میں آپ کو کیا بتایا؟

جواب جو باتیں میں میڈیا کو بتا سکتا تھا، بتا دیں۔ باقی باتیں ایک وکیل کے پاس، اس کے مؤکل کی امانت ہیں۔ ممتاز قادری مجھے پہلے سے جانتے ہیں۔ میں اسی شہر میں رہتا ہوں۔ وہ پولیس میں رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ میں کس درجے کا وکیل ہوں۔ انہیں مجھ پر اعتماد ہے۔ انہوں نے اس پر بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ جب میں نے انہیں یہ بتایا کہ بار ایسوسی ایشن نے مجھے ان کے مقدمے کے دفاع کے لیے نامزد کیا ہے۔

سوال قید میں کیا بیت رہی ہے؟

جواب عاشق رسول ﷺ کے لیے یہ تشدد، کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہوتا۔ جنہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے رسول ﷺ سے محبت ہو، ان کے لیے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ انتہائی بلند حوصلے والے شخص ہیں۔ وہ ہر وقت درود پاک کا ورد کرتے رہتے ہیں۔ عدالت میں بھی وہ درود پاک کا ورد کر رہے تھے۔ ان کے چہرے پر ایک خاص قسم کا نور تھا۔ آپ میری بات پر یقین کریں کہ جب ممتاز قادری عدالت میں آنے لگے تو ایک خاص قسم کی خوشبو عدالت میں پھیل گئی۔ یہ خوشبو نہ صرف میں نے محسوس کی بلکہ میرے ساتھ جو دوسرے وکلاء تھے انہوں نے بھی اسے محسوس کیا ہے۔

ایک بہت اہم بات یہ کہ حضرت قائداعظم نے غازی علم الدین شہید کی وکالت کی تھی اور انہوں نے بھی ایک ہندو کو توہین رسالت پر قتل کیا تھا۔ لہٰذا اگر کوئی یہ

کہے کہ اپنے مسلمان بھائی کا یا کسی بھی ملزم کا دفاع کرنا غلط ہے تو اس سے پہلے انہیں قائداعظم کے بارے میں بھی لوگوں کو بتانا پڑے گا کہ انہوں نے بھی غلط کیا تھا۔ ہمارے پاس اس ملک کے بانی کی نظیر موجود ہے۔ جس کی ہم تقلید کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ ہم کامیاب ہوں گے۔

سوال آپ نے ملک ممتاز قادری کا وکیل بننے کا فیصلہ کیوں کیا؟

جواب میں نے یہ شرف حاصل کیا ہے کہ میں ملک ممتاز قادری کا وکیل بنوں۔ میں خود عاشق رسول ہوں۔ میری ۔۔۔۔۔۔اور میرے ساتھی وکلا کی خواہش تھی کہ راولپنڈی بار ممتاز قادری کا مقدمہ لڑے۔ بطور صدر راولپنڈی بار ایسوسی ایشن یہ میرا اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے جو میں انجام دینے جا رہا ہوں، مجھے اس پر فخر ہے۔

جاوید سلیم شورش ایڈووکیٹ

(تحفظ ناموس رسالت لائرز فورم)

سوال ممتاز قادری نے یہ اعتراف کر لیا ہے کہ انہوں نے گورنر پنجاب کو قتل کیا ہے، جبکہ آپ نے ان کا مقدمہ لڑنے کا فیصلہ کیا ہے تو کس حد تک امکان ہے کہ ممتاز قادری کو پھانسی کی سزا نہیں ہوگی؟

جواب ملک ممتاز حسین قادری کے حوالے سے جو تفصیلات اخبارات میں آئی ہیں، ان کا ایسا کوئی بیان ابھی تک عدالت میں نہیں ہے جس کی بنیاد پر سزا کا تعین کیا جاسکے۔ اگر عدالت سے باہر کوئی شخص اعتراف جرم کرتا ہے تو اسے اقبال جرم تصور نہیں کیا جاتا، تاوقتیکہ وہ کسی مجسٹریٹ کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کرے اور باقاعدہ بیان ریکارڈ کروائے تو پھر یہ تصور کیا جائے گا کہ اس نے

اقبال جرم کیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو واقعہ پیش آیا ہے اگر ہم اس کے محرکات کا جائزہ لیں تو سلمان تاثیر گورنر پنجاب کے ایک ذمہ دار عہدے پر فائز تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہیں اس طرح کے بیانات نہیں دینے چاہیے تھے، کیونکہ ذمہ دار شخصیت کی گفتگو سے بھی ذمہ داری عیاں ہونی چاہیئے۔ 295۔سی کے قانون کے تحت نبی اکرم ﷺ کی توہین کرنے والے کی سزا "سزائے موت" ہے اور اس قانون کو پارلیمنٹ نے باقاعدہ منظور کیا ہے۔ یہ قانون اس وقت ملک میں نافذ العمل ہے۔

اگر کوئی اس قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے اور توہین رسالت کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ خود گورنر ہو یا صدر مملکت یا کوئی عام آدمی، وہ اس سزا کا متوجب ہوگا۔گورنر صاحب نے اس پر بیانات دیئے جو اخبارات اور ٹی وی پر آئے۔ انہوں نے اسے کالا قانون قرار دیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہ ایک ظالمانہ قانون ہے۔ ان کا یہ عمل پاکستان پینل کوڈ کی دفعہ 295۔سی کی خلاف ورزی ہے، جرم کا ارتکاب ہے۔ ان کے خلاف ان بیانات پر قانونی کارروائی ہونی چاہیے تھی، جو نہیں کی گئی۔ اس کے نتیجے میں ممتاز حسین قادری نے اسے اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے اور انہیں توہین رسالت کا مرتکب اور گستاخِ رسول سمجھتے ہوئے یہ اقدام کیا۔ اس پر ان کو وہی سزا نہیں دی جا سکتی جو 302 کے تحت عام حالات میں دی جاتی ہے۔ اگر قتل اضطراری حالت میں فوری اشتعال کی کیفیت میں یا مذہبی جوش و جذبے کے تحت ہو تو ایسی کیفیت میں سزا کی تخفیف ہوتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ قادری صاحب کو 302 کے تحت سزا نہیں سنائی جا سکتی۔

سوال ممتاز قادری کو کتنی سزا مل سکتی ہے؟

جواب یہ فیصلہ تو جج کو کرنا ہے۔ ہم بحیثیت ایڈووکیٹ کسی شخص کو اگر اس نے جرم کیا بھی ہو تو قانون کے اندر جو رعایت اس کے لیے ہے، جو تحفظات اسے حاصل ہیں ان کے تحت ہم اس کا دفاع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دیگر عام مقدمات کی طرح جو قانونی تحفظات اسے حاصل ہیں ان کے تحت ہم ممتاز قادری کا دفاع کریں گے لیکن اصل فیصلہ ان ججوں کو کرنا ہے جو اس مقدمے کی سماعت کریں گے۔ وکیل کا کام تو مقدمہ لڑنا ہوتا ہے۔ ہم ان شاء اللہ بھرپور طریقے سے ان کا مقدمہ لڑیں گے۔

سوال جمعرات کو انہیں دہشت گردی کی عدالت میں لے جایا گیا، جبکہ وکلا کا دعویٰ ہے کہ یہ واقعہ دہشت گردی نہیں ہے؟

جواب ہمارا یہ دعویٰ اس لیے ہے کہ 1780 ایکٹ جو دہشت گردی سے متعلق ہے، اس کے مطابق اگر کوئی شخص بم دھماکہ کرتا ہے اور اجتماعی طور پر ایسا عمل کرتا ہے جس سے بڑے علاقے میں خوف پھیلے تو وہ دہشت گردی ہے۔ لیکن ممتاز قادری کے عمل میں زیادہ سے زیادہ 302 کی دفعہ کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ دہشت گردی کے معاملات اس واقعے میں نہیں پائے جاتے کہ ان پر اس ایکٹ کا اطلاق ہو۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ جب بھی متعلقہ عدالت میں ممتاز قادری کو پیش کیا گیا تو جج کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اس معاملے کو دہشت گردی نہ قرار دے۔

سوال اسلام آباد بار نے ممتاز قادری کا مقدمہ لڑنے کا فیصلہ کیسے کیا؟

جواب اسلام آباد کے تحفظ ناموس رسالت لائرز ونگ نے بدھ کو ایک قرار داد منظور کی جس پر 200 وکلاء کے دستخط تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ملک ممتاز حسین قادری نے

ایک نیک مقصد کے لیے قربانی دی ہے۔ اس وجہ سے ہم اسے مفت قانونی مدد فراہم کریں گے۔ بحیثیت مسلمان ہم پر بھی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس کے تحفظ کے لیے جو کچھ کر سکتے ہیں وہ خدمات پیش کریں۔ دوسری جانب یہ بات بھی ریکارڈ پر ہے کہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر ملعونہ عاصیہ سے ملنے کے لیے گئے اور انہوں نے یہ بیان دیا کہ توہین رسالت کا جو قانون ہے وہ "کالا قانون" ہے اور ظالمانہ قانون کو تبدیل کرانے کے لیے میں پوری کوشش کروں گا۔ اس پر ان کے خلاف اسلام آباد میں باقاعدہ قرارداد منظور ہوئی جس میں سلمان تاثیر کے بیان کی مذمت کی گئی اور اسلام آباد بار میں سلمان تاثیر، عاصمہ جہانگیر اور شیری رحمن کے داخلے پر پابندی لگا دی گئی، جواب تک جاری ہے۔ ان کے بیانات کو بار نے بھی توہین رسالت قرار دیا تھا کیونکہ یہ ہمارے بھی ایمان کے بنیادی تقاضے میں شامل ہے۔

سید واجد گیلانی

(صدر اسلام آباد بار)

سوال آپ کے بار کے وکلا نے یہ فیصلہ کیوں کیا کہ وہ ممتاز قادری کا مقدمہ مفت لڑیں گے؟

جواب کل جب گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے ملک ممتاز قادری اسلام آباد کی عدالت میں آئے تو وکلاء نے کا مقدمہ لڑنے کا فیصلہ کیا۔ یہ قتل بھی گورنر پنجاب کے اس بیان پر ہوا جو انہوں نے توہین رسالت کی سزا پانے والی عاصیہ کے سامنے دیا۔ جس حساس عہدے پر وہ بیٹھے تھے انہیں اس نزاکت کا خیال رکھنا چاہیے تھا۔ سلمان تاثیر کا علم اس معاملے میں اگر کم تھا تو ان کو چاہیے

تھا کہ وہ اس بارے میں علماء سے پوچھتے کہ مجھے کیا بیان دینا چاہیے، مشاورت اسی لیے ہوتی ہے۔ انہیں اس بات کا خیال رکھنا چاہیے تھا کہ اس مسئلے پر لوگوں کے جذبات مجروح ہوں گے۔ گورنر پنجاب نے ایسا متنازعہ بیان دیا اور پھر اس پر ڈٹے رہے۔ گورنر پنجاب کے بیانات سے پھیلنے والے اشتعال کے سبب ہی ان کے گارڈ نے انہیں قتل کر دیا۔ ملک ممتاز قادری کو یہ قانونی حق حاصل ہے کہ وہ اپنا وکیل مقرر کریں۔ وکلا اپنی مفت خدمات خود بھی انہیں دے سکتے ہیں، وہ ماضی میں بھی ایسا کرتے رہے ہیں اور بطور مسلمان ہم یہ اپنا فریضہ سمجھتے ہیں۔

سوال کیا ممتاز قادری پر دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمہ چلانا درست ہوگا؟

جواب 780-A کی دفعہ وہاں لگتی ہے جہاں خوف و ہراس پھیل جائے۔ اگر کوئی عام قتل ہوتا تو اس پر 780-A کا اطلاق نہیں ہوتا۔ 780-A ملک ممتاز قادری پر اس دلیل کے تحت لگایا گیا ہے کہ اس نے گورنر پنجاب کو قتل کیا ہے جس سے پورے ملک میں دہشت پھیل گئی ہے۔ لیکن ایف آئی آر کے مطابق 780-A کا اس معاملے پر اطلاق نہیں ہوتا، یہ میرا نکتہ نظر ہے۔ بصورت دیگر عدالت اس ضمن میں بہتر فیصلہ کرے گی کہ دہشت گردی کی شق لگائی جائے یا نہیں۔ ہمیں یہ معاملہ عدالت پر چھوڑ دینا چاہیے۔

(ماہنامہ "العاقب" لاہور جنوری 2011ء)

جسٹس (ر) میاں نذیر اختر کا انٹرویو

جسٹس (ر) میاں نذیر اختر ایک عشرے سے زیادہ تک لاہور ہائی کورٹ کے جج رہے ہیں۔ اس سے پہلے پچیس سال تک وکالت سے وابستہ رہنے کے ساتھ ساتھ سولہ سال تک قانون کے استاد کے طور پر یونیورسٹی لاء کالج میں پڑھاتے رہے۔ ملک کے بڑے نامور وکلا اور جج حضرات ان کے شاگرد رہ چکے ہیں۔ جسٹس ریٹائرڈ میاں نذیر اختر دو سال پنجاب بیت المال کے امین رہنے کے علاوہ تین سال تک اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہے ہیں۔ ممتاز قادری کیس میں پہلے دن سے بطور وکیل منسلک ہیں۔
ممتاز قادری کیس کے حوالے سے ان سے کی گئی گفتگو نذرِ قارئین ہے۔

سوال جسٹس صاحب، ممتاز قادری کیس کے حوالے سے عمومی تاثر یہ بنا ہے کہ یہ قانون کی بالادستی کا معاملہ ہے۔ اعلیٰ عدالت میں ایک عشرے سے زیادہ عرصہ تک رہنے اور طویل مدت قانون کی تعلیم دینے کے باوجود آپ بھی اس کیس میں پیش ہوئے، جبکہ سابق چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ خواجہ محمد شریف نے بھی وکیل صفائی بننا قبول کر لیا، کیوں؟

جواب میری رائے اس تاثر کے خلاف ہے جو میڈیا کے ذریعے بنایا گیا ہے۔ میری رائے میں اگر ملک میں واقعی قانون کی بالادستی ہوتی، تو ممتاز قادری آج جیل میں ہوتا نہ اسے عدالتوں سے سزا ملتی۔ بلکہ وہ بری ہو چکا ہوتا۔ قانون کی

حکمرانی کی بات کرنے والوں کو یہ سمجھ نہیں ہے کہ پاکستانی قانون میں اسلامی قانون بدرجہ اولیٰ شامل ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس بات کو درست طور پر سمجھا ہی نہیں گیا۔ عدالت میں جب ہم سے یہ سوال کیا گیا تو میں نے عرض کیا تھا کہ تمام جرائم کی بنیاد قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا ہوتا ہے۔ ہر جرم کی بنیاد یہی چیز بنتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہر طرح کے جرائم میں ملوث ملزمان کو کم سے کم سزا دینے کی کوشش کی جاتی ہے یا انہیں بری کر دیا جاتا ہے۔ کسی کیس میں اس انداز فکر کی بنیاد پر فیصلہ کم ہی ہوتا ہے کہ یہ قانون کی بالادستی کا معاملہ ہے۔ عدالتوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جہاں سے بھی ملزم کو ریلیف مل سکتا ہو، اسے دیا جاجائے۔ لیکن اس خاص مقدمے میں یہ معاملہ بالکل الٹ نظر آیا۔ اگر بطور ایک قانون دان میری رائے آپ جاننا چاہیں تو میں تو یہ کہوں گا کہ پاکستان کے قوانین کے مطابق سلمان تاثیر کو قتل کرنے کا قانونی اور شرعی جواز موجود تھا۔

سوال وہ کیسے؟

جواب قتل کے حوالے سے موجود واقعہ کو اسلامی قانون قصاص و دیت کی صورت میں ڈھالا گیا ہے۔ یہ دفعہ تعزیرات پاکستان کے باب سولہ میں موجود ہے۔ اس میں دفعہ 338 ایف۔ ت پ، میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اس باب کے تحت تمام مقدمات میں قانون کے اطلاق اور اس کی تعبیر کے حوالے سے عدالتیں لازمی طور پر اسلامی قانون سے رہنمائی حاصل کریں گی یعنی قرآن و سنت کے احکامات کے مطابق پاکستانی عدالتیں فیصلے کریں گی۔

سوال برصغیر کی تاریخ میں ایسے کیس کی ایک مثال غازی علم دین کی بھی تو ہے۔ آپ ان دونوں مقدمات میں کیا مماثلت اور فرق دیکھتے ہیں؟

جواب غازی علم دین شہید کے حوالے سے کیس کا فیصلہ برطانوی قانون کے تحت غیر مسلم ججوں نے دیا تھا۔ جبکہ ممتاز قادری کیس کا فیصلہ پاکستان میں رائج اسلامی قانون کے تحت مسلمان ججوں نے کرنا تھا۔ توقع تھی کہ ہمارے محترم جج صاحبان ملک میں نافذ العمل اسلامی قوانین اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں فیصلہ کریں گے۔ کیونکہ اسلام میں شاتم رسول کو ختم کر دینا جائز ہے۔ میں نے عدالت کے سامنے اس مفہوم کی کم وبیش پندرہ احادیث پیش کیں۔ ان میں سے پہلی یہ تھی کہ "جو کوئی تعزیر میں حد کی مثل سزا دے وہ ظالموں میں سے ہے۔" جج صاحبان نے جب یہ حدیث سنی تو مجھے کہا: "آپ ہمیں ظالم قرار دے رہے ہیں؟" میں نے کہا کہ یہ حدیث مبارکہ کے الفاظ ہیں۔ میں ان میں تبدیلی نہیں کر سکتا ہوں۔ لیکن بعدازاں جب عدالت نے فیصلہ لکھا تو اس حدیث یا کسی دوسری پیش کردہ حدیث کا فیصلے میں ذکر تک نہیں کیا۔

سوال یعنی احادیث کو اس مقدمے میں دو مرتبہ نظر انداز کیا گیا؟

جواب جی ہاں، عملی طور پر ایسا ہی کیا گیا۔ جب قرآن وسنت کے حوالے عدالت کے سامنے پیش کیے گئے تو کہا گیا کہ یہ معاملہ وفاقی شرعی عدالت یا اسلامی نظریاتی کونسل کا ہے۔ یہ بات فیصلے کے پیرا نمبر دو میں لکھی گئی ہے۔ میری رائے میں یہ نکتہ نظر قانوناً درست نہیں ہے۔ کیونکہ وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل میں وہ معاملات لے جاتے ہیں، جن میں سے کسی موجودہ قانون کو اس بنا پر چیلنج کیا گیا ہو کہ وہ اسلامی تعلیمات سے متصادم ہے۔ جن قوانین کو پہلے سے اسلامی سانچے میں ڈھالا جا چکا ہے، ان کے اطلاق اور تعبیر وتشریح کا حق ملک کی ہر متعلقہ عدالت کو حاصل ہے۔ یہ حق ٹرائل کورٹ سے لے کر سپریم کورٹ تک ہر عدالت کا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر یہی کیس سپریم کورٹ کے

کسی دوسرے بنچ کے سامنے لایا گیا تو اس سے مختلف اور درست فیصلہ سامنے آسکتا ہے۔

سوال پاکستان میں قتل کے مقدمات ہر روز زیر سماعت ہوتے ہیں۔ آپ کے خیال میں قتل کے مقدمات میں عام طور پر جو عدالتی اپروچ بروئے کار ہوتی ہے، کیا وہ اس مقدمے میں نہیں تھی؟

جواب ایک قانونی اور عدالتی اصلاح ہے "فیورٹ چائلڈ"۔ میں اس کا ترجمہ طفل پسندیدہ کے طور پر کرتا ہوں۔ اس کی روح یہ ہے کہ جرم سے نفرت تو جائز ہے، جرم کرنے والے سے نفرت مناسب نہیں۔ اسی وجہ سے کسی بھی مقدمے کو ملزم سے نفرت، تعصب یا بغض کی بنیاد پر آگے نہیں بڑھایا جاتا۔ اگر کہیں ایسا کیا جائے تو اس پر شور ہوتا ہے۔ تنقید کی جاتی ہے کہ یہ عدالتی طریقے سے ہٹی ہوئی حرکت ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ عدالت میں ملزم کو یہ تسلی دی جاتی ہے کہ اس کے ساتھ زیادتی نہیں ہونے دی جائے گی۔ اس سارے عمل کو مبنی بر انصاف اور انسان دوستی پر محمول کیا جاتا ہے۔ یہ بھی عام عدالتی روایت ہے کہ جب کسی مقدمے میں موجود حقیقت کے دو مفاہیم نکلتے ہوں تو جو تعبیر یا مفہوم ملزم کے حق میں جاتا ہو، اسی کو اختیار کیا جاتا ہے۔ لیکن ممتاز قادری کے مقدمے میں پاکستان کی 65 سالہ عدالتی تاریخ اور روایت کے برعکس انداز اختیار کیا گیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عدالت کو ہر وہ بات زیادہ اپیل کرتی تھی، جو استغاثے کے حق میں جاتی ہو۔ قانونی اور عدالتی مشاہدے یا تجربے میں اس طرح کی مثال اس سے پہلے کبھی نہیں آئی۔ عدالت نے اس کیس میں استغاثہ کو اپنے "فیورٹ چائلڈ" کے طور پر رکھا۔ اگر میرے اس نکتہ نظر پر کسی کو شبہ ہو تو وہ عدالتی فیصلے اور اس کیس کی پروسیڈنگ کے ریکارڈ پر نظر ڈال لے۔ ممتاز

قادری کے خلاف سامنے آنے والا فیصلہ صاف طور پر "پروپراسیکیوشن" فیصلہ ہے۔اس طرح کے فیصلے کی پہلے شاید کوئی نظیر نہیں ہو۔

سوال اس مقدمے میں گواہوں کی تعداد کیا رہی اور انہیں پیش کرنے کا معاملہ کیسا رہا؟

جواب ایک مسلمہ ضرورت ہوتی ہے کہ استغاثہ اپنے مقدمے کو ہر قسم کے شک و شبے سے بالاتر ثابت کرے۔استغاثہ کا فرض ہوتا ہے کہ وہ گواہوں خصوصاً عینی شاہدین کو پیش کرے۔لیکن اس مقدمے میں عجیب بات ہوئی کہ ایک طرف ایلیٹ فورس کے انتیس گواہوں کو پیش نہیں کیا گیا اور دوسری طرف سلمان تاثیر کے دوست وقاص شیخ، جو ان کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے ہوٹل گئے تھے اور آخری وقت تک ساتھ رہے، کو بھی بطور گواہ پیش نہیں کیا گیا۔اس کے باوجود فیصلہ ممتاز قادری کے خلاف آ گیا ہے۔واضح رہے کہ وقاص شیخ کو استغاثہ کی طرف سے پیش کئے گئے ابتدائی نقشے میں سلمان تاثیر کو گولی لگتے وقت صرف پانچ فٹ کے فاصلے پر پوائنٹ نمبر تین پر دکھایا گیا تھا۔

(روزنامہ اُمت کراچی)

غازی کی کہانی چچا کی زبانی

6 مارچ بروز اتوار کی صبح شدید بارش میں بھیگتے ہوئے جب میں غازی ممتاز شہید کے گھر پہنچا تو وہاں گھر کے سامنے ہی پراپرٹی آفس میں ممتاز شہید کے والد گرامی آنے والے دیگر مہمانوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔لوگ مسلسل اس واقعے کے ضمن میں حکومت کے خلاف شدید غم وغصے اور نفرت کا اظہار کر رہے تھے اور اس بات کا اظہار کر رہے تھے کہ جس طرح افغانستان میں طالبان نے تحریک کا آغاز کر کے حکومت وقت کے مظالم کا خاتمہ کرتے ہوئے اسلامی نظام کا نفاذ کیا تھا، پاکستان کے اندر بھی اسی طرح ہونا چاہیے اور مسلمانوں کو بیدار ہونا چاہیے۔

اس دوران غازی ممتاز قادری کے والد صاحب فرمانے لگے۔

"غازی شہید نے آخری پیغام جو دیا تھا عام مسلمانوں اور علمائے کرام کے لیے وہ یہ تھا کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

آپ لوگ میری فکر نہ کریں، مجھے اگر کچھ ہوا تو میرے بعد ان شاء اللہ دوسرے بہت سارے غازی ممتاز پیدا ہو جائیں گے۔"

اسی اثناء میں دیگر مہمانوں کی آمد کے باعث میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا اور غازی شہید کے والد سے اجازت چاہی انہوں نے انتہائی شفقت اور محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رخصت کیا۔

باہر نکل کر غازی شہید کے چچا سے ملاقات ہوئی اور اُن سے غازی شہید کے بارے میں گفتگو کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ گفتگو ہدیہ ناظرین ہے۔

سوال غازی صاحب کی تعلیم کے بارے میں بتائیں؟

جواب عصری تعلیم میٹرک تک حاصل کی اور دینی تعلیم باقاعدہ کسی مدرسہ سے حاصل نہ کرنے کے باوجود بھی دینی معاملات میں کافی گہری نظر رکھتے تھے۔

سوال غازی صاحب کی عمر کیا تھی؟

جواب تقریباً اٹھائیس سال کے قریب تھے۔

سوال غازی صاحب کے بھائیوں اور بہنوں کے بارے میں بتائیں؟

جواب غازی صاحب کے علاوہ اُن کے پانچ بھائی اور چار بہنیں ہیں۔ غازی صاحب سب سے چھوٹے اور لاڈلے تھے۔ شادی بھی غازی صاحب کی سب سے آخر میں ہوئی ہے۔

سوال غازی صاحب کے سسرال کے بارے میں بتائیں؟

جواب غازی صاحب کا سرال اٹھال، بہارہ کہو کے علاقے سے تعلق رکھتا ہے۔ اُن کے سسر کا نام راجہ نفسی ہے اور غازی صاحب کے مزار کے قریب ہی ان کا گھر واقع ہے۔

سوال غازی صاحب کی شادی سے متعلق کچھ بتائیں؟

جواب میری غازی صاحب کے ساتھ چونکہ کافی بے تکلفی اور دوستانہ تعلق تھا، اس لیے ایک مرتبہ غازی صاحب نے مجھ سے کہا کہ اب میری عمر شادی والی ہوگئی ہے لیکن ابھی تک آپ لوگوں نے کوئی توجہ نہیں دی۔ کل خدانخواستہ کوئی مجھے اغوا کر کے لے گیا تو آپ لوگ کہیں گے کہ ممتاز کسی لڑکی کے ساتھ چلا گیا ہے۔ اس بات سے غازی صاحب کی زندہ دلی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

پھر انہوں نے کہا کہ شادی کے لیے میری تین شرطیں ہیں۔

☆ میری مہندی کے موقع پر محفل نعت ہوگی۔

☆ شادی کے دوران گانے بجانے کا کوئی سلسلہ نہیں ہوگا۔

☆ بارات کے دوران درود وسلام کا ورد کرتے ہوئے بارات چلے گی۔

میں نے کہا کہ بیٹا یہ سب کیسے ہوسکتا ہے؟ کیونکہ ہمارے خاندان میں تو عام دنیاداری والا رواج ہے۔ لیکن انہوں نے کہا کہ اگر میری خوشی عزیز ہے تو آپ کو یہ سب کرنا ہوگا۔ میں نے کہا کہ بیٹا میں تمہارے والد سے بات کروں گا۔ چنانچہ پھر غازی صاحب کی شادی اسی طرح ہوئی، جو دین کی سمجھ رکھنے والے لوگ تھے انہوں نے تو خوشی کا اظہار کیا، لیکن دوسرے لوگوں نے مختلف باتیں بنائیں۔

سوال غازی صاحب کے مزاج کے بارے میں کچھ بتائیں؟

جواب غازی صاحب نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھتے تھے اور اسی وجہ سے انہوں نے بہت کچھ حاصل کیا تھا۔

☆ وہ محافل نعت میں شرکت کرتے اور وہاں نعتیں پڑھتے تھے۔

☆ سنت نبوی، عمامہ کا اہتمام کرتے تھے جس پہ لوگ انہیں طعنے دیتے تھے لیکن وہ کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

☆ جھوٹ سے انہیں شدید نفرت تھی، چنانچہ جب وکلاء نے یہ کہا کہ آپ بس یہ بیان دے دیں کہ میں نے یہ عمل جذبات میں کیا ہے تو ہم آپ کو بچا لیں گے۔ تو انہوں نے کہا کہ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ میں اس وقت غیر حاضر دماغ تھا اور میں نے بلا سوچے سمجھے یہ عمل کیا ہے حالانکہ میں نے تو سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ گستاخ کو جہنم پہنچانا میری ذمہ داری تھی اور میں نے اپنی ذمہ داری کو پورا

کیا ہے۔

☆ وہ زندہ دل آدمی تھے اور لوگوں کو خوش رکھتے تھے، اُن کا "موٹو" یہ تھا کہ "کسی کا دل نہ دُکھے"۔

☆ اکثر اُن کی جیب میں ٹافیاں وغیرہ پڑی رہتی تھیں جو وہ بچوں کو خوش کرنے کے لئے انہیں دیتے رہتے تھے۔ بچوں کو گود میں اٹھاتے اور انہیں نعتیں سناتے۔ وہ رہتے بھی مشترکہ خاندان نظام میں تھے۔

الغرض وہ ایک متوسط زندگی گزارنے والے بہت بڑے انسان تھے۔

سوال غازی صاحب کی اولاد کے بارے میں بتائیں؟

جواب اُن کا ایک پانچ سالہ بیٹا ہے "محمد علی رضا" اور وہ آج کل دینی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

سوال آپ کے خیال میں واقعہ کی وجوہات کیا ہیں؟

جواب وہ عاشق صادق تھے اسی لیے اللہ پاک نے انہیں چنا ہے اور اللہ پاک نے اُن کے مقدر میں یہ سعادت لکھ دی تھی۔ چنانچہ بڑے بڑے مشائخ آتے ہیں آ کر ہمارے دروازے کو چومتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غازی ہم سے آگے نکل گیا۔

سوال کچھ اپنے بارے میں بتائیں؟

جواب میرا نام حاجی ضمیر احمد ہے اور میں عرصہ چھبیس سال تک سعودی عرب میں مقیم رہا ہوں۔

(غازی ممتاز حسین قادری شہید۔ احمد۔ ادارہ المقصود)

ملک ممتاز قادری کے بھائی

ملک دلپذیر اعوان

کی ایمان افروز گفتگو

سوال آپ سلمان تاثیر کے قتل کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟ کیونکہ اس وقت مختلف قیاس آرائیاں کی جا رہی ہیں۔ کچھ لوگ اس قتل کو مذہبی رنگ دے رہے ہیں جب کہ کچھ اسے سیاسی قتل قرار دے رہے ہیں۔ کیا آپ اس حقیقت سے پردہ اٹھانا چاہیں گے؟

جواب حقیقت یہ ہے کہ میرے بھائی کا نہ کسی سیاسی جماعت سے تعلق تھا اور نہ ہی کسی مذہبی جماعت سے لہٰذا یہ قتل نہ تو سیاسی ہے اور نہ کسی جماعت یا پارٹی کا۔ بلکہ یہ قتل ممتاز قادری کا انفرادی فعل، ایمانی عمل اور عاشقانہ رویہ ہے۔ اس کے پیچھے کسی جماعت یا تنظیم کا ہاتھ نہیں ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کام کے لئے اللہ نے میرے بھائی کا انتخاب کیا ہے۔ ہم چھ بھائی اور ہماری چار بہنیں ہیں اور اللہ معاف کرے ہم باقی سب دنیا دار زیادہ ہیں اور دین دار کم۔ جبکہ ملک ممتاز

قادری سرکاری ملازم ہونے کے باوجود دین دار زیادہ تھا۔

سوال کیا ممتاز قادری کا کسی بزرگ سے اصلاحی تعلق بھی رہا ہے؟

جواب کسی بزرگ سے باضابطہ تعلق تو نہیں تھا البتہ بزرگانِ دین کے ساتھ عقیدت و محبت ہم سب بہن بھائیوں سے زیادہ رکھتا تھا۔ میلاد شریف کا اہتمام باقاعدہ کرتا اور بزرگوں کے مزارات پر حاضری دیتا تھا۔

سوال آپ کو اپنے بھائی کے اس فعل پر کوئی ندامت یا پریشانی؟

جواب ہرگز نہیں۔ ہمیں تو اس بات پر فخر ہے کہ ہمارے بھائی نے یہ کارنامہ انجام دے کر حضور ﷺ کا سچا عاشق ہونے کا ثبوت دیا۔

سوال حکومت یا کسی پارٹی کے کارکنان کی طرف سے کیا آپ کو کوئی دھمکی وغیرہ ملی ہے؟

جواب پی پی پی کی طرف سے ہمیں کسی قسم کی کوئی دھمکی موصول نہیں ہوئی اور نہ ہی ہمیں اس طرح کی امید ہے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ پیپلز پارٹی والے بھی مسلمان ہیں البتہ حکومتی سطح پر شروع میں ہمیں گرفتار کیا گیا تھا پوچھ گچھ کے بعد ہمیں چھوڑ دیا گیا۔ ہمارے ایک بھائی تاحال گرفتار ہے۔ اس کا نام ملک نصیر ہے۔ یہ بھی ایلیٹ فورس کا ملازم ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ پوچھ گچھ کے بعد اسے بھی رہا کر دیا جائے گا۔

سوال کیا کسی مذہبی یا سیاسی جماعت نے باضابطہ آپ کی حمایت کا اعلان کیا ہے اور آپ کے ساتھ تعاون کا یقین دلایا ہے؟

جواب جی ہاں جماعت اہل سنت نے باقاعدہ ہماری ہر طرح حمایت کا اعلان کیا ہے اور سب سے پہلے انہوں نے آ کر ہماری حوصلہ افزائی کی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے گھرانے کا خرچہ، کیس کا خرچہ اور ممتاز قادری کے بچے کی تعلیم

وتربیت کا خرچہ کا ذمہ اُٹھایا ہے۔ اس کے علاوہ بے شمار لوگ دینی و سیاسی جماعتوں کے ہماری حمایت کر رہے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس مسئلے میں جو بھی ہمارے ساتھ تعاون کرے گا اس کی اپنی آخرت سنورے گی۔

سوال مظفر گڑھ کے سابق تحصیل ناظم (ملک عباد ڈوگر) نے ملک ممتاز قادری کے لئے جس انعام کا اعلان کیا ہے کیا ان کی طرف سے آپ کو کوئی پیغام ملا ہے؟

جواب ہم سے کسی نے کوئی رابطہ نہیں کیا۔ نہ ہی ہمیں اس طرح کا کوئی لالچ ہے کیونکہ ہمارے بھائی نے یہ کام اس لئے نہیں کیا کہ اسے بعد میں دنیا کمانے کا ذریعہ بنائیں گے؟

سوال آپ عدالت سے کس قسم کے فیصلے کی توقع رکھتے ہیں؟ آپ کے خیال میں عدالت آپ کے بھائی کو بری کر دے گی یا اسے سزا سنائی جائے گی؟

جواب ہمیں اُمید ہے کہ عدالت اس مسئلے پر ہمارے بھائی کے ساتھ انصاف کرے گی۔ عدالت سے بڑھ کر ہمیں اللہ کی ذات پر بھروسہ ہے کہ وہ ہماری ضرور مدد کرے گا۔

سوال آپ اپنے مسلمان بھائیوں کو کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب ہمارا پیغام اپنے کلمہ گو بھائیوں کے لئے یہ ہے کہ ہم بھوکے رہ سکتے ہیں۔ پیاس برداشت کر سکتے ہیں۔ گیس، بجلی اور دوسری بنیادی انسانی ضروریات کے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں لیکن ایمان اور عشق رسول ﷺ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ ایمان اور عشق رسول ﷺ ہی ایک مسلمان کا اصل سرمایہ ہے۔ تمام مسلمان اپنے دل میں ایسا ہی جذبہ پیدا کریں تاکہ یہ سرمایہ ہمیں ہر چیز سے زیادہ عزیز ہو جائے۔ (ضرب مومن ۲۱ تا ۲۷ جنوری ۲۰۱۱ء)

باب پنجم

میڈیا کا کردار

☆ جانشین غازی علم الدین شہید۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نوید مسعود ہاشمی

☆ ممتاز قادری کا جنازہ اور "آزاد میڈیا" کی بے رخی۔۔۔۔۔۔۔۔مصدق گھمن

☆ لیاقت باغ راولپنڈی قومی تاریخ کا امین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد ریاض اختر

☆ آزاد میڈیا غلام؟۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔نوید مسعود ہاشمی

☆ ملک ممتاز حسین قادری شہید اور نواز حکومت۔۔۔۔۔۔۔۔۔میر افسر امان

☆ ایک اور غازی شہید ہوگیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔محمد ناصر اقبال خان

☆ وہ اکیلا تختہ دار تک گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سید مبشر الماس

☆ غازی علم الدین کا ہمسفر غازی ملک ممتاز حسین قادری۔۔۔میاں اشرف عاصمی

میڈیا کا کردار

محمد عمیر محمود صدیقی

پاکستان میں لادینیت، الحاد، غیر یقینی، قنوطیت اور بے حیائی کو فروغ دینے میں میڈیا نے بہت بڑا کردار ادا کیا ہے۔ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ میڈیا جدید طرز جنگ میں ہتھیار کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اور ہماری بدقسمتی سے اس وقت یہ ہتھیار دشمنان اسلام و پاکستان بڑی قوت سے قوم کو کنفیوز کرنے، ان کی باہمی ہم آہنگی کو ختم کرنے، جھوٹ اور (Dis Information) پھیلانے میں اور حق باطل، ظلمت و نور، ایمان و کفر کا فرق مٹانے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ تاہم بعض اہل دل جو خوف خدا رکھتے ہیں اگرچہ وہ قلیل ہیں مگر وہ بلاخوف وخطر حق بیان کرتے رہتے ہیں۔۔ اللہ تعالی ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

پاکستانی میڈیا اور 50 لاکھ ڈالر:

دشمنان اسلام ار پاکستان میڈیا کی قوت و اہمیت کو بخوبی سمجھتے ہیں۔ اس لئے وہ پاکستانی میڈیا کو بھرپور طریقے سے ہماری نظریاتی تخریب کاری اور نظریہ پاکستان کو ختم کرنے کے لئے استعمال کر رہے یں۔ پاکستان کے مقبول وقیع اخبار روزنامہ نوائے

وقت نے لکھا ہے:

"امریکہ نے انتہا پسندی روکنے کے لئے پاکستان میں پہلا یونٹ تشکیل دے دیا:"

"واشنگٹن پوسٹ (آئی این پی) امریکی اخبار واشنگٹن پوسٹ نے انکشاف کیا ہے کہ امریکہ نے پاکستان میں اپنی نوعیت کا پہلا یونٹ تشکیل دے دیا جو ملک میں پر تشدد رجحان رکھنے والے انتہا پسندوں کو روکنے کا کام کرنے گا۔ اتوار کو اخبار کی رپورٹ کے مطابق یہ یونٹ پاکستان میں موجود امریکی سفارتخانے میں قائم کیا گیا ہے اور دنیا میں کسی اور ملک میں اس نوعیت کا یہ پہلا یونٹ ہے۔ اخبار کے مطابق امریکہ نے اس یونٹ کے لئے پاکستان کا انتخاب اس لئے کیا ہے کیونکہ وہ اسے انتہا پسندوں کے وسیع نیٹ ورک کا گڑھ سمجھتا ہے۔ تین افراد پر مشتمل یہ یونٹ امریکی سفارتخانے کے عوامی رابطہ سیکشن کے تحت جولائی میں تشکیل دیا گیا تھا تاہم اب اس نے عملی طور پر اپنا کام شروع کیا ہے۔ یہ یونٹ مقامی شراکت داروں جن میں معتدل مزاج مذہبی رہنما بھی شامل ہیں، کے ساتھ مل کر انتہا پسندانہ پیغامات اور پروپیگنڈا کے توڑنے کا کام کرتا ہے۔ اس مقصد کے لئے ٹی وی شوز، ڈاکومینٹریز، ریڈیو پروگرامز اور پوسٹرز کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مذہبی علماء اور عوام کے ساتھ امریکی حکام کے درمیان رابطے کا پروگرام بھی چلایا جارہا ہے۔ اخبار کے مطابق سفارتخانے کا کہنا ہے کہ پاکستان میں انتہا پسندی کے خلاف کافی جرائتمندانہ آوازیں موجود ہیں۔ ہمارا کام بس

ان کو ڈھونڈ کر ان کے پیغام کو پھیلانا ہے۔ امریکی حکام کے مطابق ابتدائی طور پر اس یونٹ کے لئے 50 لاکھ ڈالر مختص کئے گئے ہیں انہوں نے فنڈنگ سے چلنے والے پروگراموں کی تفصیلات بتانے سے انکار کر دیا کیونکہ انہیں خدشہ ہے کہ امریکی مداخلت ثابت ہونے سے ان کے شراکت داروں کا کام متاثر ہوسکتا ہے۔ اخبار کے بقول پاکستان میں کسی مذہبی رہنما کی جانب سے امریکی معاونت حاصل کرنے کا انکشاف دیگر کو اس منصوبے سے دور ہٹا سکتا ہے۔ اخبار کے مطابق حکام کو ایک مشکل یہ بھی ہے کہ معتدل عالم عام افراد کے قتل کو تو برا کہتے ہیں مگر وہ افغانستان میں امریکی فوج سے لڑنے والے افراد کی حمایت کرتے ہیں یا بھارت کے مخالف ہیں۔"

دو اہم راز:

امریکہ کے نامور صنعت کار Henry Ford نے اپنی کتاب The Intenational jew میں یہودیوں کی خفیہ دستاویز پروٹوکولز کا حوالہ دیتے ہوئے 1920ء میں ان دو رازوں کو بیان کیا جن کی بنیاد پر کسی قوم کی مجموعی رائے کو اپنی گرفت میں کر کے ان کی باہمی ہم آہنگی کو اس طرح ختم کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے دشمن کے سامنے سر عبدیت خم کر دیتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے۔

Fifth Prothool:

1st Secret:

To obtain Control over public opinion, it is first necessary to confuse it by the expression from various sides of so many conflicting opinions.......

2nd Secret:

The second secret consists in so increasing and intensifying the shortcomings of the people in their habits, passions and mode of living that no one will be able to collect himself in the chaos, and consequently, people will lose all their mutual understanding. This measure will serve us also in breeding disagreement in alll parties, in disintegrating all those collective forces which are still unwilling to submit to us and in discouraging all personal initiative which can in any way interfere with our undertaking.

"عمومی رائے پر تسلط قائم کرنے کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ عوامی رائے کو الجھا دیا جائے اس طور پر کہ مختلف سمتوں سے متضاد آراء کا اظہار کیا جائے۔ یہ پہلا راز ہے۔ دوسرا راز اس بات میں مضمر ہے کہ لوگوں کی عادات، جذبات اور طرز حیات میں خامیوں اور نقصانات میں اس قدر اضافہ کیا جائے اور شدید تر بنایا جائے کہ کوئی بھی اس انتشار اور افراتفری میں خود کو اکٹھا نہ کر سکے اور نتیجۃً لوگ اپنی باہمی ہم آہنگی کھو دیں گے۔ یہ اقدام تمام گروہوں میں افتراق کو پروان چڑھانے میں بھی مدد دے گا اور ان مجتمع قوتوں کو بکھیرنے میں مدد دے گا جو ابھی تک ہمارے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لئے راضی نہیں اور یہ تدبیر ان تمام ذاتی اقدامات کی حوصلہ شکنی بھی کرے گی جو کسی بھی طریق پر ہماری مہمات میں مداخلت کر سکتا ہے۔"

مذکورہ بالا دونوں حوالہ جات کو بغور پڑھنے کے بعد اب ہماری درج ذیل

باتوں کو سمجھنا قارئین کے لئے انتہائی آسان ہوگا۔

غیر یقینی اور تشویش:

پاکستانی میڈیا کے تمام ٹاک شوز کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قوم کو ہمیشہ بغیر نتیجہ بیان کیئے متضاد آراء کے درمیان غلطاں و پیچاں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ تاکہ وہ منتشر الخیال ہو کر غیر یقینیت کے صحرا میں بھٹکتے رہیں۔ جبکہ بحیثیت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے میڈیا کو چاہیے تھا کہ قوم پر حق و باطل، سچ اور جھوٹ کا فرق واضح کرتا تاکہ وہ اپنے شعبہ جات میں ملک و قوم کی ترقی کے لئے درست سمت کا تعین کرتے مگر تا حال ایں خیال است و محال است و جنوں۔

جھوٹ کی تشہیر، کتمان حق اور حق و باطل کی آمیزش:

میڈیا کے کردار پر دوسرا بدنما داغ جھوٹ کی تشہیر ہے جس کے ذریعے سیاہ کو سفید، سفید کو سیاہ، حق کو باطل، باطل کو حق، ظلمت کو نور اور نور کو ظلمت بتایا جاتا ہے۔ یہ کام اس قدر اخلاص اور پیشہ وارانہ مہارت سے کیا جاتا ہے کہ حق کو حق اور باطل کو باطل جاننا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے۔

وَاِذَا جَآءَھُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِہٖ ○ وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ ○

اور جب ان کے پاس کوئی خبر امن یا خوف کی آتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں۔ اور اگرچہ وہ (بجائے شہرت دینے کے) اسے رسول ﷺ اور اپنے میں سے صاحبان امر کی طرف لوٹا دیتے تو

ضرور ان میں سے وہ لوگ جو (کسی) بات کا نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں اس (خبر کی حقیقت) کو جان لیتے۔" (سورہ النسا، آیت:84)

ایک اور مقام پر اللہ فرماتا ہے۔

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ

"اور حق کی آمیزش باطل کے ساتھ نہ کرو اور نہ ہی حق کو جان بوجھ کر چھپاؤ۔" (سورہ البقرہ، آیت:42)

میڈیا کا ایک جرم کتمان حق بھی ہے۔ جرائم پیشہ افراد پاکستان بننے سے تا حال نامعلوم ہی ہیں جو شاید تا قیامت مجہول ہی رہیں گے۔ مسلمان دنیا کے احوال بتانے کے بجائے مغربی دنیا اور مشرکانہ تہذیب وتمدن سے قوم کو روشناس کروانا، دشمنان اسلام کی بربیت کو چھپا کر قوم کو اصل مسائل سے ہٹا کر غیر ضروری موضوعات میں الجھائے رکھنا یقیناً قومی جرم ہے۔

دوسروں کا مذاق اڑانا:

اسلامی معاشرے میں اخوت اور بھائی چارے کو قائم رکھنے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ایسے کاموں سے منع فرمایا ہے جو اہل ایمان کی باہمی محبت کو ختم کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ جیسے غیبت کرنا، چغلی کرنا وغیرہ۔ اسی طرح اسلامی معاشرت میں ایک دوسرے کا مذاق اڑانے اور تحقیر کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَى أَنْ

يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ ○ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ○ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ○ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

"اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان (تمسخر کرنے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں ہی دوسری عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ممکن ہے کہ وہی عورتیں ان (مذاق اڑانے والی عورتوں) سے بہتر ہوں۔ اور نہ آپس میں طعنہ زنی اور الزام تراشی کیا کرو اور نہ ایک دوسرے کے برے نام رکھا کرو، کسی کے ایمان (لانے) کے بعد اسے فاسق و بدکردار کہنا بہت ہی برا نام ہے اور جس نے توبہ نہیں کی سو وہی لوگ ظالم ہیں۔" (سورۃ الحجرات، آیت:11)

یہ بات انتہائی افسوس ناک ہے کہ قرآن حکیم کے حکم ے برخلاف ہمارے مختلف ٹی وی چینلز پر اہل ایمان مردوں اور عورتوں کی تحقیر پر بہت سے پروگرام نشر کئے جاتے ہیں جن میں اسلامی تعلیمات کے ساتھ بھی ہزل کیا جانے لگا ہے۔ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ میڈیا میں اسلامی احکامات کو "کالا"، پرانا، ناقابل عمل اور نعوذ باللہ "فساد کی بنیاد" قرار دینے پر کبھی بھی توہین عدالت کی طرح "توہین اسلام" کا نوٹس نہیں دیا جاتا۔

جرائم کی تشہیر:

قرآن کا حکم ہے کہ مجرم کا جرم جب شرعی تقاضوں کے مطابق ثابت ہو جائے تو اسے سب کے سامنے سزا دی جائے تاکہ دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں۔

اللہ رب العزت فرماتا ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۝ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۝ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

"بدکار عورت اور بدکار مرد (اگر غیر شادی شدہ ہوں) تو ان دونوں میں سے ہر ایک کو (شرائط حد کے ساتھ جرم زنا کے ثابت ہوجانے پر) سو (سو) کوڑے مارو اور تمہیں ان دونوں پر اللہ کے دین (کے حکم کے اجراء) میں ذرا ترس نہیں آنا چاہیئے۔ اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہیے کہ ان دونوں کی سزا (کے موقع) پر مسلمانوں کی (ایک اچھی خاصی) جماعت موجود ہو۔" (سورۃ النور، آیت:2)

جبکہ ہمارے میڈیا میں جرائم کی داستان سے متعلق متدد پروگرام دکھائے جاتے ہیں جس میں گناہوں کے طریقے وں کو از سر نو ڈرامائی انداز سے فلمایا جاتا ہے۔ جس کا بہت برا اثر بچوں اور نو جوان لڑکوں اور لڑکیوں پر پڑتا ہے۔ اس طرح وہ زنا، ڈیٹنگ، قتل، چوری، اغوا، ڈاکہ زنی، بے حیائی کے نئے طریقے سیکھتے ہیں۔ ان پروگرامز میں مجرم کو سزا ملتے ہوئے بھی نہیں دکھایا جاتا جس سے اصلاح کا پہلو بھی مکمل معدوم ہو جاتا ہے۔ بعض پروگرامز کی بے اعتدالی اور تشہیر گناہ اس حد تک زیادہ ہو چکا ہے کہ ستر کے بجائے وہ زنا کرنے والے مرد و عورتیں اور ہم جنس پرستوں کی جاسوسی کر کے ان کی فلمیں بناتے ہیں پھر ان کے انٹرویوز نشر کرتے یں جس کی وجہ سے لاعلمی میں وہ اپنے گناہوں کا اقرار کر کے خود پر گواہ قائم کرلیتے ہیں۔ ان پروگرامز اور رپورٹس میں اپنے

چینل کی ریٹنگ بڑھانے اور اشتہارات کی وصولی کے لئے ایسی معصوم لڑکیوں کے انٹرویوز دکھائے جاتے ہیں جن کو کسی حیوان نما انسان نے جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا ہو۔ جس کی وجہ سے اس لڑکی اور اس کے والدین کو مزید بے عزت کیا جاتا ہے۔ بعض گھٹیا لوگ ان لاچار لڑکیوں کے عصمت دری کے دوران تار تار کئے جانے والے لباس کو بھی؟ ٹی وی اسکرین پر دکھاتے شرم محسوس نہیں کرتے۔

قنوطیت:

ہمارے میڈیا کا ایک اور سنگین جرم قوم میں مایوسی اور قنوطیت پیدا کرنا ہے کیونہ وہ قوم جو مایوس ہو چکی ہو دشمن کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت سے محروم ہو جاتی ہے۔ مصائب و آلام اور لازوال کے اس وقت میں ان کو چاہیے تھا کہ قرآن حکیم کے اس اصول کے تحت عوام و خواص کی ذہن سازی کرتے:

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ

"اور تم ہمت نہ ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب آؤ گے اگر تم (کامل) ایمان رکھتے ہو۔"

(سورۃ آل عمران، آیت:139)

یعنی ان میں اہل ایمان کی صفات پیدا کرنے کی کوشش کرتے جو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں علو اور کامیابی کا سبب ہے مگر وہ اس کے بجائے قوم کو مایوسی کے اندھیروں میں داخل کر کے مغربی الحاد اور مشرکانہ تہذیب میں نجات کا راستہ دکھا رہے ہیں۔

اشاعت فحاشی:

ہمارے آزاد اور آوارہ میڈیا نے اظہار رائے کے ساتھ ساتھ "اظہار جسم" کی بھی بر پور اجازت لے رکھی ہے۔ مسلم معاشرے میں ملکی وغیر ملکی بے حیائی، عریانیت اور فحاشی کے مناظر پر مبنی فلموں، ڈراموں اور اشتہارات کو خوب عام کیا جا رہا ہے۔ ایسے وقت میں جب زنا سستا اور آسان ہو اور نکاح مہنگا اور مشکل ترین ہو، دن رات میڈیا پر مشتہر ہونے والے جنسی خواہشات کو مشتعل کرنے ولاے مناظر نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کو جنسی بے راہ روی میں اِبتلا کر رہے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۝ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

"بے شک جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ (ایسے لوگوں کے عزائم کو) جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

(سورۃ النور، آیت:19)

ہمارے معاشرے میں بڑھتی ہوئی جنسی بے اعتدالی اور تشدد کے پھیلاؤ میں میڈیا کا کردار بہت حد تکمعاون ہے۔ اس پر مزید مستزاد یہ کہ ہمارے ہاں مسئلہ کو مزید خراب کرنے کے لئے فحاشی کی تعریف پر بحث کر کے ذہنی تشویش میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ زنا اور ہم جنس پرستی کی قانونی اجازت کی حمایت میں پروگراز کئے جاتے ہیں اور ایسے افراد جو چند ٹکوں کے عوض ان غلاظتوں کو سند جواز فراہم کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں ان کی آراء پیش کی جاتی ہیں تاکہ وہ نوجوان جو فحاشی کی رو میں بہتے چلے جا رہے ہیں ان کے

ذہنوں سے شعور گناہ اور احساس زیاں بھی جاتا رہے اور ان کی توبہ کا دروازہ بھی بند ہو جائے۔

تہذیب وثقافت:

کسی معاشرے کی تہذیب وثقافت پر اس کے عقائد، مذہب اور تعلیمات اثر انداز ہوتی ہیں۔ جیسے لباس میں اسلام نے کسی خاص طرز کو مشروع نہیں کیا بلکہ چند اصول وضع کر دیئے جن کو ملحوظ رکھتے ہوئے دنیا کا کوئی بھی لباس زیب تن کیا جا سکتا ہے۔ جیسے مرد عورتوں کا اور عورت مردوں کا لباس نہ پہنے، ستر ڈھکا ہوا ہو، لباس اتنا چست نہ ہو کہ اعظاء ظاہر ہوتے ہوں، لباس اتنا باریک نہ ہو کہ عورتیں برہنہ نظر آئیں یا مردوں کا ستر ظاہر ہو، عورتیں حجاب کریں اور اپنی زینت کو نامحرم کے سامنے ظاہر نہ کریں۔ غیر مسلموں کے مذہبی شعار کو نہ اپنایا جائے۔

اسلامی تعلیمات کا یہی حسن ہے جو اس کو عالمگیر، آفاقی اور ابدی بناتا ہے۔ یقیناً وہ معاشرتی اقدار جو لادینیت، شرک، نفس اور انسان پرستی پر مبنی ہوں وہ کسی طور پر مسلم معاشرے کا حصہ نیں بن سکتیں۔ میڈیا اسلامی اور مشرقی تہذیب کو ختم کرنے میں اپنا پورا زور صرف کر رہا ہے۔ امن کی آشا جیسے پروجیکٹس کے ذریعے مسلمان خواتین کو برہنہ اور مردوں کو بے غیرت و بے حیا بنایا جا رہا ہے۔ بجائے اس کے کہ ٹی وی چینلز پر برہنہ آنے والی خواتین کو کہا جائے کہ کم از کم وہ اپنے سینے، سر، بازو، کمر اور رانوں کو ہی چھپا لیں ان کے سامنے اس پر بات کی جاتی ہے کہ چہرے کا پردہ ہے یا نہیں؟ امن کی آشا کی آڑ میں مشرکانہ گانو فلموں، ڈراموں اور اشتہارات کے ذریعے پاکستانی تہذیب وتمدن کو تباہ کرنا، ہندوانہ مشرکانہ، رسوم کی ترویج کرنا اور غلیظ مغربی تہذیب کو عام کرنا یہ ہمارے میڈیا کا وطیرہ بن چکا ہے، ہاتھ میں ریموٹ لے کر آپ تمام ٹی وی چینلز ایک کے بعد

ایک تبدیل کرتے چلے جائیں آپ کو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ ایک سوچ سمجھے منصوبے کے تحت پاکستان کی تہذیب وثقافت کو کس طرح مغربی اور بھارتی مشرکانہ وملحدانہ تہذیب سے بدلہ جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ غیر ملکی تہواروں جیسے پادری ولینٹائن ڈے کا عرس ہولی، کرسمس وغیرہ کو بھی تیزی کے ساتھ عام کیا جا رہا ہے۔ جن کے نتائج سے ہم بخوابی واقف ہیں۔ پاکستانی مسلمانوں کو بوسنیا کے ان مسلمانوں سے درس عبرت حاصل کرنا چاہئے جن کو محض مسلمان ہونے کے جرم میں بدترین مظالم کا نشانہ بنایا گیا اور اہل مغرب نے ان کو بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا جبکہ وہ مسلمان ان کی اپنی اختراع کردہ اصلاطلاح میں بنیاد پرست ومتشدد نہیں تھے۔

اسلام سے تنفر پیدا کرنا:

اسلامی جمہوریہ پاکستان کا میڈیا ہونے کے ناطے ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پاکستان میں اسلامی نظام زندگی کے لئے راہ کو ہموار کیا جاتا، افراد کی ذہن سازی اور اصلاح احوال میں وقت صرف کیا جاتا۔ مگر ہمارے میڈیا میں اول تو اسلامی موضوعات پر بحث ہی نہیں کی جاتی اور اگر اسلامی موضوعات زیر بحث آ بھی جائیں تو اس کے ذریعے عوام کے ایمان میں شک پیدا کیا جاتا ہے اور اسلامی تعلیمات سے تنفر پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چہرے کا پردہ، مرتد کی سزا، توہین رسالت کی سزا، قادیانیوں کا کافر ہونا، ہم جنس پرستی اور زنا کا جائز یا ناجائز ہونا، مذہب وریاست کا علیحدہ ہونا یا نہ ہونا جیسے موضوعات اور متفق علیہ مسائل پر بحث کی جاتی ہے اور بغیر حق بیان کئے پروگرام ختم کر دیا جاتا ہے تاکہ دین کے علم سے عاری مسلمان مزید شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جائیں۔

نظریاتی تخریب کاری:

پاکستانی میڈیا کا ظلم عظیم میڈیا کے ذریعے قوم کی نظریاتی تخریب کاری کرنا ہے۔ اگر کسی قوم کو اس کی تاریخ سے غافل کر دیا جائے اور نئی نسل کو اسلاف اور تاریخ کا مسخ چہرہ دکھایا جائے تو یقیناً اس قوم کو بغیر روایتی جنگ کے اپنا غلام بنایا جا سکتا ہے۔ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے جسے بانیان پاکستان نے اس لئے حاسل کیا تاکہ یہاں مسلمان قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔ پاکستانی میڈیا میں اس بات کو مخفی رکھا جاتا ہے۔ بانیان پاکستان کی تقاریر وتحریر کے وہ حصے جن میں انہوں نے مقصد پاکستان، اسلامی ریاست، قرآن وسنت، اللہ اور رسول ﷺ کی بات کی ہے ان حصوں کو میڈیا سے یکسر غائب کر دیا گیا ہے۔ نئی نسل کو بار بار بتایا جا رہا ہے کہ پاکستان اسلام کے لئے نہیں بلکہ صرف مسلمانوں کی دنیاوی اور معاشی حقوق کی حفاظت کے لئے بنایا گیا۔ علامہ اقبال کا پاکستان بنانے میں کوئی کردار نہ تھا۔ قائداعظم سیکولر لا دی تھے۔ تمام بانیان پاکستان اسلام کو ریاست سے علیحدہ رکھنا چاہتے تھے۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، اس مقدس نعرے کو اب اس نعرے سے تبدیل کیا جا رہا ہے۔

پڑھنے لکھنے کے سوا

پاکستان کا مطلب کیا؟

پھر یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ نعرہ طیبہ تحریک پاکستان کا نعرہ کبھی نہیں رہا اور پڑھنے لکھنے کے لئے مدد USAID نے کرنی ہے۔ یہ اس قدر سنگین جرم ہے جو ناقابل تلافی ہے۔ یہ تحریک پاکستان کے لاکھوں شہدا کی روحوں کے ساتھ مذاق ہے جنہیں صرف اس جرم میں ذبح کر دیا گیا کہ وہ اسلام ک ماننے والے تھے۔ یہ بدترین نظریاتی جرم ان

پاکباز بہنوں کی توہین ہے جن کے جسم کو آفتاب کی کرنوں نے بھی نہ دیکھا تھا اور ان کے برہنہ جلوس بازاروں میں صرف اس لئے نکالے گئے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھنے والی تھیں۔ اس جھوٹ اور دھوکے کی باقاعدہ منظم انداز سے تشہیر کی جاتی ہے اور پاکستان کا رشتہ اسلام اور قائداعظم محمد رسول اللہ ﷺ سے توڑنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔ جبکہ پاکستانی قوم دنیا میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کرنے والی قوم ہے۔

ممتاز قادری شہید کو پھانسی

شمع رسالت ﷺ کا پروانہ ناموسِ رسالت ﷺ پر فدا ہوگیا

روزنامہ اوصاف کا اداریہ

توہین رسالت قانون پر کڑی تنقید کرنے اور توہین رسالت کی مرتکب عیسائی خاتون کے حق میں بیان دے کر اہل اسلام کے جذبات کو مجروح کرنے والے سابق گورنر پنجاب سلمان تاجیر کے قتل کے جرم میں عاشق رسول ممتاز قادری کو پھانسی دے دی گئی ہے۔ سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کے مجرم ممتاز قادری کو علی الصبح راولپنڈی کی اڈیالہ جیل میں تختہ دار پر لٹکایا گیا۔ اس موقع پر جیل کے اندر اور اطراف سیکورٹی کے انتہائی سخت انتظامات کئے گئے تھے۔ ممتاز قادری شہید کو سزائے موت کے خلاف ملک کے مختلف شہروں میں احتجاجی ریلیاں نکالی گئیں اور لاہور میں مظاہرین نے ممتاز قادری کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی اور ٹائروں کو آگ لگا کر سڑک بلاک کر دی۔ راولپنڈی میں بھی مظاہرین ممتاز قادری کو سزائے موت کے خلاف میٹرو بس کے ٹریک پر آ گئے تاہم لاہور اور راولپنڈی، اسلام آباد میں انتظامیہ نے میٹرو بس سروس کو بند رکھا۔ حیدرآباد میں مظاہرین نے ٹائر جلا کر روڈ بلاک اور سکول بند کروا دیئے۔ عاشق رسول ممتاز قادری شہید نے سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو 4 جنوری 2011ء کو اسلام آباد کی

کوہسار مارکیٹ میں فائرنگ کرکے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

غازی ممتاز قادری کے خلاف پہلے انسداد دہشت گردی کی عدالت نے سزائے موت کا حکم دیا پھر اسلام آباد ہائی کورٹ نے بھی سزائے موت کے فیصلے کو برقرار رکھا اور پھر گزشتہ برس دسمبر میں سپریم کورٹ نے بھی ممتاز قادری کی درخواست مسترد کر دی تھی اور صدر ممنون حسین نے بھی چند روز قبل ممتاز قادری کی رحم کی اپیل مسترد کر دی تھی۔

سنی تحریک کی جانب سے جاری کیے گئے بیان میں کہا گیا ہے کہ ممتاز قادری کی نمازِ جنازہ آج منگل کی دوپہر راولپنڈی کے لیاقت باغ میں ادا کی جائے گی۔ سزائے موت پر عمل درآمد کے خلاف احتجاج کے پیش نظر، راولپنڈی اور اسلام کے علاوہ ملک بھر میں سیکورٹی سخت کر دی گئی ہے۔ اسلام آباد میں ریڈ زون کو سیل کر دیا گیا۔ پولیس اور رینجرز کے جوانوں کی بڑی تعداد راولپنڈی اور اسلام آباد میں تعینات ہے۔ اسلام آباد میں وکلاء کی تنظیم اسلام آباد کونسل نے بھی پھانسی کے خلاف ہڑتال کرنے اور احتجاجاً عدالتوں میں پیش نہ ہونے کا اعلان کیا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ ممتاز قادری شہید نے نبی کریم ﷺ سے بے انتہا محبت کا ثبوت دیا اور انہوں نے نبی ختمی مرتبت کو اپنی جان، اپنے مال اور اپنے بچوں سے زیادہ عزیز رکھنے کا عملی ثبوت پیش کیا وہ پھانسی کی سزا پانے کے بعد اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے۔ پھانسی دیئے جانے کا معاملہ انتہائی خفیہ رکھا گیا اور اس بارے میں پنجاب کے محکمہ جیل خانہ جات کے چند افسران ہی باخبر تھے یہاں تک کہ جلاد کو خصوصی گاڑی کے ذریعے اتوار کی شب لاہور سے راولپنڈی کی اڈیالہ جیل پہنچایا گیا جبکہ عموماً پھانسی دینے والے جلاد کو دو دن پہلے آگاہ کیا جاتا ہے کہ اسے کس جیل میں قیدیوں کو تختہ دار پر لٹکانا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ممتاز قادری نے نبی کریم ﷺ سے بے پایاں محبت کا ثبوت دیا اور انہیں اپنی جان، مال و اولاد سے بڑھ کر فوقیت دی اور ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کی

خاطر ایک مثال بن کر پھانسی کا پھندہ چوم لیا۔ اسی حوالے سے مولانا ظفر علی خان نے بھی کہا تھا کہ نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر۔ خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا، ہم اس موقع پر جڑواں شہروں کے مکینوں سے بالخصوص اور ملک بھر کے عوام سے بالعموم یہ گزارش کریں گے کہ وہ اس موقع پر جذبات کی رو میں بہہ کر قومی اور نجی املاک کو ہرگز نقصان نہ پہنچائیں مکمل امن قائم رکھیں اور ایمان کے تقاضوں اور اسلام کی ابدی تعلیمات کو پیش نظر رکھیں، شر پسندوں کو اپنی صفوں میں نہ گھسنے دیں۔ نبی پاک ﷺ سے بے انتہاء محبت کا ثبوت دیں انہیں اپنی جان، مال اور ہر شے پر مقدم رکھیں اور فوقیت دیں ایمان کا یہی تقاضہ ہے۔ عوام کا یہ کہنا غلط نہیں کہ ریمنڈ ڈیوس کو رہائی اور ممتاز قادری کو پھانسی انصاف کا دھرا معیار نہیں؟

(منگل یکم مارچ 2016ء)

شہید غازی ممتاز قادری کی پھانسی

نوید مسعود ہاشمی

اچھا ہوا غازی ممتاز قادری کو پھانسی دے کر جامِ شہادت پلا دیا گیا۔ غازی ممتاز قادری تو پہلے دن سے ہی شہادت کا متلاشی تھا۔ اس نے تو اپنے وکلاء کو مقدمے کی پیروی سے بھی منع کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے اپنے گھر والوں کو بھی کئی بار کہا تھا کہ "محبت رسول ﷺ سے بڑھ کر مجھے زندگی پیاری نہیں ہے، بلکہ میں تو شہادت کا جام نوش کر کے اس نبی محترم ﷺ کی محفل میں پہنچنا چاہتا ہوں، جس نبی محتشم ﷺ کی عزت وحرمت کی خاطر میں نے ایک گستاخِ رسول ﷺ کا قتل کیا تھا۔"

دیوانہ ختم نبوت قاری وحید قاسمی کا منگل کی صبح فون آیا۔ میں "روزنامہ اوصاف، کراچی" کی اوپننگ کی مصروفیات کے سلسلے میں کراچی میں ہوں، فون اٹینڈ کیا تو قاری وحید قاسمی نے بڑے جذباتی انداز میں کہا کہ ہاشمی صاحب! مبارک ہو، غازی ممتاز قادری کو پھانسی دے کر شہید کر دیا گیا۔ خیر مبارک......! بے ساختہ میرے منہ سے نکلا۔ وہ تو سچا عاشق رسول ﷺ تھا اور غازی علم دین شہید سے لے کر غازی ممتاز قادری شہید تک عشاق رسول کی تاریخ پھانسیوں سے ہی عبارت ہے، اور ویسے بھی ہمارے حکمران "شریف برادران" پاکستان کو سیکولر بنانے کے مشن پر نکل کھڑے ہوئے ہیں۔

سیکولر پاکستان کی ضرورت شرمین عبید، ملالہ یوسف زئی تو ہیں، سیکولر پاکستان میں بیویاں اپنے شوہروں کو نہ صرف گھروں سے دھکے دے کر نکال سکیں گی، بلکہ ان کے خلاف مقدمات بھی قائم کروا سکیں گی۔ سیکولر پاکستان میں مسجدوں کے اسپیکروں پر پابندی ہوگی، مگر رقص و سرور اور ناچ گانے والوں کے لئے پروٹوکول ہوگا۔ لیکن "شریف برادران" کے سیکولر پاکستان میں غازی ممتاز قادری کا زندہ رہنا ناممکن تھا۔ آسیہ مسیح کہ جس پر توہین رسالت کا ارتکاب ثابت ہوا اور تمام گواہوں اور ثبوتوں کی روشنی میں عدالت نے اسے پھانسی کی سزا دی، مگر وہ چونکہ یورپ اور امریکہ کو پیاری ہے، اس لئے اسے پھانسی نہیں ہو سکتی۔ پاکستان میں فحاشی و عریانی، بے حیائی، کرپشن، لوٹ مار اور انتشار پھیلانے والوں کو پھانسی تو بہت دُور کی بات، گرفتار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

سلمان تاثیر نے چونکہ قانون توہین رسالت کا مذاق اُڑایا تھا، سلمان تاثیر نے چونکہ ایک گستاخِ رسول ﷺ آسیہ مسیح کے حق میں کمپیئن چلائی تھی، سلمان تاثیر چونکہ برطانیہ اور یورپی یونین کا فرستادہ تھا، اس لئے اس کے قاتل کو تو سزا ملنی ہی چاہیے تھی، پاکستان کو سیکولر بنانے کے لئے شرمین عبید کو ہیرو بنانا اور غازی ممتاز قادری کو پھانسی پر چڑھانا ضروری تھا۔

غازی ممتاز قادری کا بریلوی مسلک سے تعلق تھا اور وہ اپنے ہی مسلک کے ایک خطیب کی تقریر سے متاثر تھے، مگر میں بڑی معذرت کے ساتھ یہ بات لکھنے پر مجبور ہوں کہ آپس کی نااتفاقیوں اور فرقہ وارانہ دوریوں کی وجہ سے علماء، غازی ممتاز قادری کے لئے کوئی مؤثر کمپیئن نہ چلا سکے، پورا پاکستان اس بات کا گواہ ہے کہ گزشتہ سال ایک اینکرنی شائستہ واحدی، وینا ملک اور ایک بخاری گروپ کے سربراہ کے خلاف ملک بھر میں توہین اہل بیتؓ کے سینکڑوں مقدمات درج ہوئے۔ پورے ملک میں اہل بیتؓ اطہار کی گستاخی اور توہین کی وجہ سے ان کے خلاف جلوس نکلے، مگر سینکڑوں مقدمات درج

ہونے کے باوجود ان میں سے کسی ایک کو بھی گرفتار نہ کیا گیا۔

بلکہ وہ میڈیا گروپ نواز حکومت کی گڈ بک میں ہے۔ وزیر اعظم ہاؤس میں محترمہ مریم نواز کی زیر قیادت بننے والے میڈیا سیل کا اگر کوئی ترجمان اس بات کا جواب دے سکتا ہے تو ضرور دے کہ میر شکیل الرحمن، وینا ملک اور ایک اینکرنی کے خلاف توہین اہل بیتؓ کے الزامات کے تحت درج ہونے والے سینکڑوں مقدمات کا کیا بنا؟ انہیں گرفتار کیوں نہ کیا گیا؟ گستاخِ رسول ﷺ آسیہ مسیح کو اب تک پھانسی کیوں نہ دی گئی؟

افسوس تو ان مولویوں پر ہے کہ جو حاضر، ناظر، نور و بشر ختم چالیسویں جیسے فروعی مسائل پر جنگ و جدل میں مشغول رہے اور امریکہ نے ان کی فرقہ وارانہ کشیدگی والے مائینڈ سیٹ، سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے پوری قوم پر "سیکولر لادینیت" کا جن مسلط کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ہم بھی کیا لوگ ہیں، اگر کوئی رائے ونڈ تبلیغی جماعت کے اجتماع میں دعا کے لئے یا داتا دربار پر چادر چڑھانے کے لئے چلا جائے تو ہم اسے اسلام کا سچا خادم سمجھ کر اس کے دیوانے ہو جاتے ہیں۔ جب تک بریلوی، دیوبندی اور دیگر مسالک کے علماء کرام آپس کی نفرتوں اور کدورتوں کو ختم کر کے، پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے ایک پُر امن اور جاندار تحریک شروع نہیں کرتے اس وقت تک عشاق رسول کو پھانسیاں ہوتی رہیں گی، کیا بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث اور شیعہ علماء دیکھ نہیں رہے کہ حکمران پاکستان کو زبردستی سیکولر بنانے پر تُلے چکے ہیں؟ اگر دیکھ رہے ہیں تو انہیں انتظار کس بات کا ہے؟ آپس کی نفرتیں ختم کر کے اسلام کے نفاذ کے مشن کے لئے اتفاق و اتحاد کے ساتھ تحریک شروع کیوں نہیں کرتے؟ اگر دجالی میڈیا اور حکومتی ڈنڈے کے زور پر سیکولر لادینیت کو مسلط کرنا دہشت گردی نہیں ہے؟ تو پُر امن طور پر لاکھوں کی تعداد میں نفاذ اسلام کی حمایت میں لوگوں کو سڑکوں پر نکالنا دہشت گردی یا جرم کیسے ہو گیا؟

میری بد نصیبی کہ میں کراچی میں ہونے کی وجہ سے شہید غازی ممتاز قادری کا جنازہ پڑھنے سے محروم رہ گیا، ورنہ اگر میں راولپنڈی میں ہوتا تو اس نیت سے کہ ممکن ہے شہید کے جنازے میں شرکت کی بدولت مجھ گنہگار کی بھی بخشش ہو جاتی میں اس کے جنازے میں ضرور شریک ہوتا۔

"خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طنیت را"

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور یکم مارچ 2016ء)

ممتاز قادری کی "اوصاف" سے محبت

ایک رشتہ جاں جو سب سے سوا تھا

ملک عمران

سابق گورنر سلمان تاثیر کو قتل کرنے والے غازی ممتاز حسین قادری سنٹرل اڈیالہ جیل راولپنڈی میں باقاعدگی سے اوصاف کا مطالعہ کیا کرتے تھے اس بات کا ذکر وہ اپنے اہل خانہ کو لکھے گئے خطوط میں بھی کیا کرتے تھے۔ ممتاز قادری اپنے اہل خانہ سے ملاقاتوں کے دوران نہ صرف اوصاف کا ذکر کرتے بلکہ ملاقات کے آخر میں دعا کی جاتی جس میں پاکستان، پاکستان آرمی، امت مسلمہ اور اوصاف کی ترقی کے لئے بھی خصوصی دعا کرتے۔ اوصاف کو ان کے بھائی دلپذیر اعوان سے ملنے والی معلومات کے مطابق ممتاز قادری سنٹرل اڈیالہ جیل میں ایک کتاب لکھ رہے تھے جو مکمل کر لی گئی تھی، تاہم اس کی اشاعت کے حوالے سے ابھی تک انہوں نے فیصلہ نہیں کیا تھا، اہل خانہ سے آخری ملاقات میں انہوں نے کتاب شائع کرنے کی بھی وصیت کی ہے جو آئندہ آنے والے دنوں میں شائع کر دی جائے گی۔ اس کتاب میں بھی انہوں نے اوصاف کے کردار کو سراہا ہے، تاہم وہ باقی میڈیا کے حوالے سے مایوسی کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اوصاف نے بھی ہمیشہ ممتاز قادری اور تحفظ ناموس رسالت کے لئے اپنی تمام تر کاوشوں کو

بروئے کار لانے کی کوشش کی یہاں تک کہ دو سال قبل جب ممتاز قادری کے کیس میں سلمان تاثیر فیملی نے صلح کی حامی بھر لی تھی تو اوصاف واحد اخبار تھا جس نے نہ صرف اس حوالے سے خبروں کی اشاعت کی بلکہ صلح کے لئے کردار ادا کرنے والے علماء کرام اور اکابرین کے کردار کو بھی سراہا۔

اس موقع پر بھی غازی ممتاز حسین قادری نے اوصاف کے نام اپنے ایک پیغام میں اپنے ایک خواب کا ذکر کیا اور اپنے بھائی دلپذیر اعوان کو تلقین کی کہ وہ اس خواب کا ذکر اوصاف کی رپورٹنگ ٹیم سے ضرور کریں۔ دلپذیر اعوان نے وہ خواب کچھ یوں بیان کیا کہ ممتاز قادری کا کہنا ہے کہ صبح نماز سے قبل انہوں نے خواب میں دیکھا کہ انہیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے اور آپ ﷺ ایک خوبصورت باغ میں تشریف فرما ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اصل زندگی مرنے کے بعد کی ہی ہے پھر روشنیوں کا ایک مینار بلند ہوتا ہے اور میں محسوس کرتا ہوں کہ اڈیالہ جیل کی کال کوٹھری میں روشنی ہی روشنی ہے، اسی دوران اذان فجر کی آواز میرے کانوں میں گونجتی ہے اور میں اٹھ کر بیٹھ جاتا ہوں، میرے ماتھے پر پسینہ اور جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور زاروقطار رونے لگ جاتا ہوں اور اپنے رب سے دعا کرتا ہوں کہ اے ربّ العالمین! میری حاضری قبول فرما۔

ممتاز قادری کے بھائی دلپذیر اعوان اوصاف سے ملاقات کے دوران اکثر اس خواب کا ذکر بھی کرتے اور وہ کہا کرتے تھے کہ غازی ممتاز حسین قادری زندگی اور موت کے معاملے میں کسی امید یا خوف سے بالاتر ہو کر اپنی عقبیٰ کو سنوارنے میں مصروف رہتے تھے۔ نہ تو انہیں زندگی کا لالچ تھا اور نہ ہی ان کو موت سے کبھی ڈرتے دیکھا۔ اوصاف نے دلپذیر اعوان کے ذریعے ممتاز قادری کو مختلف اوقات میں، کچھ سوالات بھی بھجوائے تھے جو وقتاً فوقتاً اوصاف میں شائع بھی ہوتے رہے، ان میں قابل ذکر سوال یہ

بھی تھا کہ آپ نے سلمان تاثیر کو قتل کرنے کے فوراً زمین پر لیٹ کر اپنی زندگی کیوں بچائی اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ آپ کو زندگی سے پیار ہے تو ممتاز قادری نے اس کے جواب میں کہا کہ میرا پختہ ایمان ہے کہ خودکشی حرام ہے اور بزدل شخص ہی خودکشی کرتا ہے اور مومن میں بزدلی کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا اور اگر میں موقع پر لیٹ کر اپنی جان نہ بچاتا تو بھی اپنے فعل کی ذمہ داری خود کیسے اٹھاتا۔

ممتاز قادری اپنے وکلاء کو کہا کرتے تھے وہ عدالت یا کسی بھی موقع پر ہرگز یہ بات نہ کریں اور نہ ہی کوئی ایسا تاثر دیں کہ میں نے سلمان تاثیر کو قتل نہیں کیا یہاں تک کہ صدر پاکستان کو بھجوائی جانے والی آخری درخواست میں بھی انہوں نے رحم کی اپیل کا کوئی لفظ استعمال نہیں کرنے دیا، اپنی آخری وصیت میں انہوں نے اپنے اہل خانہ کو صبر کی تلقین کی اور اس بات پر بارہا زور دیا کہ اپنی زندگی اسلام کے اصولوں کے مطابق بسر کی جائے میرے بیٹے محمد علی قادری کے حوالے سے انہوں نے وصیت کی تھی کہ میرے لخت جگر کی تربیت ایسے کی جائے کہ وہ حافظ قرآن اور نعت خواں بننے کے ساتھ ساتھ سچا عاشق رسول ﷺ اور محب الوطن پاکستان بن کر ملک وملت کی خدمت اور پاسبانی کرے۔(روزنامہ اوصاف، لاہور، 1 مارچ 2016ء)

ممتاز دو جہاں میں ممتاز ہو گیا

مقدمے کی تاریخ بہ تاریخ روئیداد

عمر فاروق

29 فروری کی صبح سب سے پہلے جو میسج میرے موبائل پر آیا وہ یہ تھا کہ لبرل اور سیکولر حکمرانوں نے غازی ممتاز قادری کو پھانسی دے دی جبکہ تھوڑی دیر بعد جو فون آیا تو وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ایک رہنما تھے جنہوں نے سلام و دعا کے بعد فوراً کہا کہ ممتاز قادری کی شہادت مبارک ہو۔ میں نے خبر کی مزید تصدیق کے لیے ٹی وی کا بٹن آن کیا تو ٹی وی پر آسکر ایوارڈ کی تقریب چل رہی تھی اور کوئی پاکستانی شرمین عبید چنائے نامی خاتون یہ ایوارڈ جیتنے میں کامیاب ہوئی تھیں جس پر مبارک بادوں کا سلسلہ جاری تھا خیر انہی خبروں میں ایک چھوٹی سی خبر غازی ممتاز قادری کی پھانسی کی بھی چل رہی تھی۔

اس نے وہ ساز چھیڑ دیا بسوز دل
سارا جہاں اس کا ہم آواز ہو گیا
تاریخ کچھ ایسی ہمت و جرأت کی رقم کی
ممتاز دو جہاں میں ممتاز ہو گیا

حکمرانوں نے ممتاز قادری کے لیے ایک ایسی تاریخ کا انتخاب کیا جو چار سال بعد آتی ہے یعنی فروری کی 29 تاریخ۔ اس سے حکمرانوں کا مقصد واضح ہو رہا تھا کہ مولوی لوگ ہر سال ممتاز قادری کا یوم شہادت نہ منا سکیں حکمرانوں کی اس ذہنیت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ملک کی نظریاتی سرحدوں سے کیا کھیل کھیل رہے ہیں؟ اس پھانسی سے قبل "بیانیہ" کے نام سے ایک مہم چلائی گئی جس میں سیکولر طبقے نے "مذہبی طبقے" کو خوب رگیدا اور انہیں پس منظر میں دھکیلنے کی کوشش کی۔ غازی ممتاز حسین قادری کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا کر حکمرانوں نے روز روز کی وہ ٹائیں ٹائیں ختم کر دیں جو مذہبی جماعتیں کر رہی تھیں ویسے مذہبی جماعتوں نے بھی سخت مایوس کیا ایک طرف غازی ممتاز قادری کو قومی ہیرو قرار دیا تو دوسری طرف وہ چند سو سے زائد افراد کو بھی سڑکوں پر نہیں لا سکے جس سے حکمرانوں کے حوصلوں کو مہمیز ملی اور انہوں نے وہ قدم اٹھایا جس کو کسی کو توقع نہیں تھی واضح رہے کہ یہ وہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے کہ جس میں کسی بھی گستاخ رسول کو آج تک پھانسی نہیں دی گئی۔

غازی ممتاز حسین قادری کو جس مقدمے میں پھانسی دی گئی ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

ملک ممتاز قادری ولد محمد بشیر اعوان۔ قوم اعوان، ساکن مکان نمبر 4501-B.V۔ سٹریٹ نمبر 5۔ مسلم ٹاؤن۔ راولپنڈی

مقدمہ: ایف۔ آئی۔ آر نمبر 6 سال 2011

تھانہ: کوہسار مارکیٹ۔ اسلام آباد

جرم زیر دفعہ 302/109 تعزیرات پاکستان، دفعہ (a)7۔ انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997۔

ملک محمد ممتاز حسین قادری سابقہ گورنر سلمان تاثیر کے حفاظتی دستے میں شامل

اور اس کی حفاظت پر مامور تھا۔ سابقہ گورنر اپنے ایک دوست کے ساتھ کوہسار مارکیٹ اسلام آباد میں واقع ایک ریسٹورنٹ میں لنچ کرنے گیا، واپسی پر ملک محمد ممتاز قادری نے سابقہ گورنر کے گاڑی میں بیٹھنے سے قبل اس سے یہ بات کی کہ آپ قانون توہین رسالت کو کالا قانون کیوں کہتے ہیں حالانکہ آپ بھی حضور ﷺ کے امتی ہیں؟ یہ سن کر گورنر نے انتہائی حقارت آمیز لہجے میں کہا کہ میں کہتا ہوں یہ نہ صرف کالا قانون ہے بلکہ میں اس قانون کو نہیں مانتا اس مقدس قانون کے خلاف سابقہ گورنر کے یہ توہین آمیز اور اشتعال انگیز جملے سن کر ملک محمد ممتاز حسین قادری اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکے اور انہوں نے بوجہ حب رسول ﷺ اشتعال میں آ کر گورنر کو اپنی گن سے فائر کرتے ہوئے مار ڈالا اور فوراً اپنی گن کو زمین پر رکھ کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیا۔

چنانچہ ان کے خلاف 4 جنوری 2011 کو FIR نمبر 6/11 درج کی گئی اور انسداد دہشت گردی اسلام آباد/ راولپنڈی کی عدالت میں ان کے خلاف مقدمہ چلایا گیا، عدالت نے انہیں بطور تعزیر (b)302 تعزیرات پاکستان کے تحت تابع توثیق ہائیکورٹ موت کی سزا دی اور مقتول کے ورثا کو A-544 تعزیرات پاکستان کے تحت مبلغ ایک لاکھ روپیہ معاوضہ ادا کرنے کا بھی حکم دیا، عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ قید کا حکم سنایا، پھر انسداد دہشت گردی ایکٹ 1997 کی دفعہ (a)7 کے تحت تابع توثیق ہائی کورٹ نے سزائے موت کا حکم سنایا اور ایک لاکھ جرمانہ بھی عائد کیا اور جرمانہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں چھ ماہ قید محض کا حکم سنایا۔ چنانچہ ملک ممتاز حسین قادری نے اپنی اس کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی اور ہائی کورٹ اسلام آباد نے انسداد دہشت ایکٹ 1997ء کی دفعہ (a)7 کے تحت دی جانے والی سزا کو منسوخ کر کے ممتاز قادری کو بری کر دیا تاہم دفعہ (b)302 تعزیرات پاکستان کے تحت دی جانے وا سزائے موت کو اپنے حکم جاری کردہ 9 مارچ 2015ء میں برقرار رکھا۔

ملک ممتاز قادری نے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ آف پاکستان سے اپیل دائر کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے ایک پٹیشن دائر کی۔ ریاست کی طرف سے بھی ہائیکورٹ اسلام آباد کے فیصلے کے اس حصہ کے خلاف اپیل دائر کرنے کی اجازت حاصل کرنے کے لیے پٹیشن داخل کی گئی جس کے تحت ملک محمد ممتاز قادری کو انسداد دہشت گردی ایکٹ کی دفعہ 7(a) کے تحت ملنے والی سزا سے بری کر دیا گیا تھا۔ یاد رہے کہ پٹیشن مقتول کے ورثا کی طرف سے دائر نہیں کی گئی تھی گویا مقتول کے ورثا اس فیصلے سے مطمئن تھے بلکہ ریاست نے از خود یہ پٹیشن دائر کر دی تھی۔ دونوں پٹیشنز میں سپریم کورٹ آف پاکستان نے اپیل دائر کرنے کی اجازت دے دی جن کے نمبر 210 اور 211 بابت سال 2015ء تھے۔

دونوں اپیلیں مورخہ 5 اکتوبر تا 7 اکتوبر 2015ء سپریم کورٹ آف پاکستان میں سنی گئیں جس میں ملک محمد ممتاز قادری کی طرف سے دائر کردہ اپیل کو مسترد کر دیا گیا جبکہ ریاست کی طرف سے دائر کردہ اپیل کو قبول کر لیا گیا جس کی رو سے انسداد دہشت گردی کی عدالت کی طرف سے انسداد دہشت گردی ایکٹ کی دفعہ 7(a) کے تحت دی جانے والی سزا کو برقرار رکھا گیا اور ہائی کورٹ اسلام آباد نے ملک محمد ممتاز قادری کی بریت کا جو حکم دیا تھا اسے منسوخ کر دیا گیا۔

مذہبی جماعتیں یہ سمجھتی ہیں کہ ہائی کورٹ اسلام آباد اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلے کتاب وسنت اور چودہ سو سالہ امت کے اجماعی موقف کے سراسر خلاف ہیں۔ عدالتوں نے یہ فیصلے کرتے ہوئے آئین پاکستان اور مروجہ قوانین کا لحاظ نہیں رکھا جن کی رو سے ہماری عدالتیں پابند ہیں کہ وہ کتاب وسنت کو ملک کا سپریم لا سمجھتے ہوئے اسلامی قوانین کی روشنی میں فیصلے کریں اور اگر انہیں کسی مسئلے پر ایسا محسوس ہو کہ مروجہ قوانین اسلامی قوانین سے متصادم ہیں تو وہ ان کی وہ تعبیر وتشریح کریں جو

اسلامی قوانین کے مطابق موافق ہو، آئین پاکستان اور مروجہ قوانین کے علاوہ بہت سے عدالتی فیصلوں سے بھی یہ حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ملی مجلس شرعی نے اس ساری صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے ایک شرعی فتویٰ بھی مرتب کیا جس میں کتاب وسنت اور مجتہدین امت سے سابقہ گورنر کے گستاخ اور مباح الدم ہونے کے بارے میں ناقابل تردید دلائل پیش کیے گئے، اسی فتویٰ میں ملک ممتاز قادری کے اقدام کے صائب اور مبنی بر جواز ہونے پر بھی ٹھوس دلائل پیش کیے گئے اور یہ بھی واضح کیا گیا کہ کتاب وسنت کی تصریحات اور امت مسلمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے یہ گستاخ رسول اور مرتد کو قتل کرنے والے پر کوئی قصاص و دیت نہیں ہے لہٰذا اسلامی قانون کے سپریم لا ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ عدالتیں ملک محمد ممتاز قادری کو باعزت بری کرتیں اور انہیں کوئی سزا نہ دی جاتی۔ اندریں صورت ہم یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ملک محمد ممتاز حسین قادری کے ساتھ عدالتوں نے انصاف نہیں کیا اور انہیں جو سزا دی گئی ہے وہ نہ صرف اسلام کی رو سے غلط ہے بلکہ یہ اسلامی قوانین اور چودہ سو سالہ امت کے اجماعی مقف کو مسخ کرنے کی کوشش بھی ہے جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا شدید خطرہ ہے۔

ملک ممتاز قادری کے والد نے ایک ماہ قبل صدر مملکت کے نام برائے حصول انصاف و تنسیخ سزائے موت وغیرہ، درخواست زیر آرٹیکل 45 آئین پاکستان 1973 تحریر کی۔

محترم صدر صاحب!

آپ کو آئین پاکستان کی دفعہ 45 کے تحت اختیار حاصل ہے کہ آپ کسی بھی عدالت کی طرف سے کسی بھی ملزم کو دی جانے والی سزا کو جزوی طور پر یا کلی ختم کر سکتے

ہیں کیونکہ بنیادی طور پر آپ سربراہ مملکت ہیں اور ملک میں رائج نظام، قضا وعدل درحقیقت آپ ہی کے اختیارات کا ایک تسلسل ہے اور آپ سے مودبانہ درخواست ہے کہ آپ ازراہ کرم ایک عاشق رسول کو غلط عدالتی فیصلوں کی بھینٹ چڑھنے سے بچالیں کیونکہ اس طرح ایک مرتد کے بدلے مسلمان کا قتل لازم آئے گا اور شریعت اسلامیہ کی مسلمہ تعلیمات مسخ ہو کر رہ جائیں گی جس پر ہم سب کو اس دنیا میں اللہ رب العزت اور اس کے رسول ﷺ کے غیظ وغضب کا سامنا کرنا پڑے گا اور آخرت میں بھی باز پرس ہوگی۔ آپ کا غازی ملک محمد ممتاز قادری کی سزاؤں کو ختم کرنا نہ صرف آپ کے منصب کا تقاضا ہے بلکہ یہ آپ کے لیے دنیاوی اور اخروی فلاح کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

انہوں نے مزید لکھا کہ سب سے افسوس ناک بات یہ ہے کہ فاضل جج صاحبان نے ملک ممتاز قادری کو انسداد دہشت گردی ایکٹ کے تحت بھی سزائے موت سنادی جبکہ ریکارڈ پر کوئی بھی ایسی شہادت موجود نہ تھی جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اس نے دہشت گردی کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

یہ طے شدہ قانون ہے کہ دہشت گردی کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ یہ طے شدہ قانون ہے کہ دہشت گردی اسے ہی سمجھا جائے گا جب ملزم کی یہ نیت آشکار ہو کہ وقوعہ کے وقت وہ اپنے فعل سے لوگوں میں خوف وہراس، سراسیمگی اور عدم تحفظ کا احساس پیدا کرنا چاہتا تھا۔ وقوعہ کے بعد کیا ہوتا ہے یہ غیر متعلق ہے جیسا کہ لاہور ہائی کورٹ کے ایک معروف مقدمے میں یہی کہا گیا ہے۔"بشارت علی بنام سرکار پی ایل ڈی 2004 لاہور صفحہ 199) ڈی بی۔ عدالت نے وقوعہ کے وقت دہشت پھیلانے کی نیت کو ملک محمد ممتاز قادری کے اس بیان سے ثابت ہونا سمجھ لیا جو اس نے دفعہ 342 تعزیرات پاکستان کے تحت وقعہ کے 8 ماہ بعد دیا اور وہ بیان بھی بالکل کسی اور تناظر میں دیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ ارتداد اختیار کرنے والوں کو بالآخر اسی انجام سے گزرنا پڑے گا اور یہ ایک

تنبیہ تھی جسے دہشت پھیلانے کی نیت بنا دیا گیا لہٰذا اسے دہشت گردی قرار دینا اور انسداد دہشت گردی ایکٹ کی دفعات کا اس پر اطلاق کرنا قانون کا مذاق اڑانا اور سراسر ناانصافی ہے۔ اگر اسلامی تناظر میں دیکھا جائے تو نبی اکرم ﷺ نے شاتمین کو جہنم رسید کرنے والوں کی تحسین فرمائی ہے۔

جناب صدر! یہ کیسی دہشت گردی تھی کہ جس پر پورے ملک میں خوشی سے مٹھائیاں بانٹیں گئیں اور اسلام آباد میں کاروبار اس وقوعہ کے بعد بھی مکمل امن وامان اور سکون وعافیت کے ساتھ چلتا رہا؟

غازی ممتاز حسین قادری کی سزا پر اعتراض کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بات بھی تعجب خیز ہے کہ اس حساس مقدمے میں کسی مرحلہ پر علماء کرام سے رائے لینا مناسب نہ سمجھا گیا اور عدالتوں نے خالصتاً اپنے فہم پر انحصار کرتے ہوئے حتمی رائے قائم کر لی کہ سابقہ گورنر سے توہین رسالت کا صدور نہیں ہوا ہے جج صاحبان تو شریعت اسلامیہ کی بنیادی اصطلاحات اور اس کے ابجد تک سے واقف نہ تھے۔ انہوں نے فقہاء، علماء اور اماموں کی آراء تحقیق اور استنباط واشتہاد کو محض انسانی آراء کہہ کر نظر انداز کر دیا۔ لیکن اپنی ذاتی رائے کو سب پر ترجیح دی۔"

(روزنامہ اوصاف، لاہور، 1 مارچ 2016ء)

عاشق کا جنازہ بڑی دھوم سے نکلا

سید مبشر الماس

سنٹرل جیل اڈیالہ میں پھانسی کی سزا پانے والے عاشق رسول (ﷺ) ممتاز قادری کی نمازِ جنازہ راولپنڈی کے تاریخی لیاقت باغ میں ادا کی گئی۔ نمازِ جنازہ میں تمام مکاتب فکر کے علماء، سیاسی وسماجی اور مذہبی جماعتوں کے قائدین سمیت لاکھوں افراد نے شرکت کی۔

سلمان تاثیر قتل کیس میں سزائے موت پانے والے ممتاز قادری کی نمازِ جنازہ لاکھوں افراد کی موجود میں ادا کر دی گئی۔ نمازِ جنازہ کے لئے راولپنڈی کا تاریخی لیاقت باغ چھوٹا پڑ گیا۔ لاکھوں کی تعداد میں شرکاء پنڈال کے اندر اور باہر موجود تھے جو درود شریف پڑھتے رہے۔ نمازِ جنازہ میں مختلف سیاسی و مذہبی تنظیموں کے رہنماؤں نے شرکت کی جب کہ ملک بھر سے لوگ قافلوں کی صورت میں راولپنڈی پہنچے۔

پاکستان کے علاوہ خلیجی و یورپی ممالک سے کئی افراد نمازِ جنازہ میں خصوصی طور پر شریک ہوئے۔ ممتاز قادری کے جنازے میں تاحد نگاہ عوام کا جمِ غفیر تھا۔ جنازے میں شرکت کے لئے آنے والے نعرے بازی کرتے رہے جبکہ میڈیا کوریج نہ ہونے پر میڈیا کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا گیا تاہم اس قدر بڑی تعداد میں آنے والے عاشقان مکمل طور

پر پرُ امن رہے اور دنیا کو پیغام دے دیا کہ ان سے زیادہ کوئی امن پسند نہیں ہے۔ انہوں نے اگرچہ جذبات کا اظہار نعرہ بازی سے کیا تاہم توڑ پھوڑ نہیں کی اور مکمل طور پر امن قائم رکھتے ہوئے ڈسپلن کے ساتھ ممتاز قادری کے سفر آخرت میں شریک ہوئے۔ ہر لب پر درود شریف تھا اور ہر آنکھ اشکبار تھی۔

ممتاز قادری کی میت کو ایمبولینس کے ذریعے اسلام آباد لے جایا گیا۔ میت کے ہمراہ لوگ پیدل سفر کرتے رہے اور تاحدِ نگاہ انسانوں کا ایک سمندر نظر آرہا تھا۔ شرکاء کی بڑی تعداد کے باعث منٹوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہوا۔ نمازِ جنازہ کے موقع پر سیکورٹی کے سخت انتظامات کئے گئے تھے اور پولیس اور رینجرز کے اہل کاروں کے ساتھ ساتھ نشانہ ور شوٹر اور خصوصی فورس کے اہل کاروں کی بھاری نفری تعینات کی گئی تھی۔

راولپنڈی شہر کی بیشتر سڑکوں سے ٹریفک غائب اور کاروباری مراکز بند رہے۔ ممتاز قادری سے اظہارِ یکجہتی کے لئے راولپنڈی شہر غم اور سوگ کی تصویر بنا رہا۔ شہر کے مختلف علاقوں میں گزشتہ روز سے بند ہونے والی کاروباری مارکیٹیں آج بھی بند رہیں۔ شہر میں عملی طور پر تجارتی اور تعلیمی سرگرمیاں معطل رہیں۔ بیشتر تعلیمی اداروں میں تعطیل رہی جبکہ سرکاری اسکولوں میں حاضری نہ ہونے کے برابر تھی۔

دوسری جانب وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں بھی سیکورٹی کو ہائی الرٹ کیا گیا تھا اور ریڈ زون کو کنٹینرز لگا کر بند کر دیا گیا۔ سیکورٹی فورسز کے چاق و چوبند دستے سیکورٹی کے لئے تعینات کئے گئے تھے۔

دوسری طرف امیر جماعت اسلامی پاکستان سینیٹر سراج الحق کی اپیل پر ممتاز قادری کو پھانسی دیے جانے کے خلاف ملک بھر میں احتجاجی مظاہرے کئے گئے جبکہ ادھر ضلع باغ میں امیر جماعت اسلامی آزاد کشمیر کی قیادت میں ممتاز قادری کی شہادت پر احتجاجی مظاہرہ کیا گیا اور بعد ازاں غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔

ملک ممتاز حسین قادری کی نمازِ جنازہ راولپنڈی کی تاریخی جلسہ گاہ لیاقت باغ میں ادا کی گئی۔ جسدِ خاکی ان کی رہائش گاہ صادق آباد سے 12 بجے کے قریب صندوق میں رکھ کر ایمبولینس کے ذریعے لیاقت باغ کی طرف لے جایا گیا۔ غازی ممتاز حسین قادری کے گھر سے لے کر لیاقت باغ پہنچنے تک مذہبی جماعتوں کے رضا کاروں نے ایمبولینس کو اپنے حصار میں لئے رکھا۔

ممتاز حسین قادری کے گھر سے ایمبولینس کے روانہ ہونے پر عقیدت مندوں کا ایک سمندر ایمبولینس کے ہمراہ لیاقت باغ کی طرف روانہ ہوا۔ اس موقع پر ایمبولینس میں ممتاز حسین قادری کے والد بشیر اعوان، بھائی دلپذیر اعوان اور عابد ملک موجود تھے۔ ایمبولینس جس طرف سے گزرتی تو عقیدت مندوں کی جانب نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر، نعرۂ رسالت، یارسول اللہ ﷺ، نعرۂ حیدری، یاعلی کے فلک شگاف نعروں سے عقیدت مندوں کا خون گرمایا جاتا رہا ہے، اسی طرح بڑی تعداد میں عقیدت مندوں کی نگاہیں نم تھیں۔ ہر کوئی ممتاز حسین قادری کی قسمت اور مقدر کو خراجِ تحسین پیش کر رہا تھا۔

صادق آباد سے روانہ ہونے والی ایمبولینس کو لیاقت باغ پہنچنے تک دو گھنٹے کا وقت لگا، جبکہ عقیدت مندوں کا جمِ غفیر لیاقت باغ کے چاروں اطراف اس طرح اُمڈ آیا تھا جس طرف دیکھو تو سر ہی سر نظر آتے تھے۔ اگر مری روڈ کو فیض آباد سے دیکھا جائے تو شمس آباد سے لوگ جوق در جوق لیاقت باغ کی طرف چلے آ رہے تھے اور یہ سلسلہ جنازہ پڑھے جانے کی یقینی خبر سننے تک جاری رہا، جبکہ کوہاٹی بازار تک عقیدت مندوں نے صفوں کو ترتیب دیا اور نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔ اسی طرح لیاقت باغ سے صدر کی طرف جایا جائے تو موتی محل سے آگے تک صف بندی کی گئی جبکہ عقیدت مندوں کے لئے کئے جانے والے انتظامات ناکافی نظر آئے۔ لاؤڈ سپیکر کمیٹی چوک سے پہلے تک لگائے گئے تھے جبکہ دوسری جانب سپورٹس کمپلیکس تک عقیدت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ان

انتظامات سے آگے بڑھ چکا تھا۔

عقیدت مندوں کی لیاقت باغ آمد کا سلسلہ رات گئے شروع کر دیا گیا تھا۔ بیرونِ ملک اور ملک کے دور دراز علاقوں سے عقیدت مند لاکھوں کی تعداد میں آئے جہاں غیر متوقع طور پر اتنی بڑی تعداد میں عقیدت مند اور عاشق رسول ﷺ راولپنڈی پہنچے، وہیں پر راولپنڈی کے گرد و نواح کے علاقوں سے آنے والے شہری ٹرانسپورٹ کی سہولیات میسر نہ آنے کی وجہ سے ممتاز قادری کے جنازے میں شریک نہ ہونے پر ندامت اور پچھتاوے کا اظہار کرتے رہے۔

نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے لئے بڑی تعداد میں مذہبی، سیاسی، سماجی، سول سوسائٹی کی نمایاں شخصیات نے خصوصی شرکت کی۔ اس موقع پر مفتی اعظم مفتی منیب الرحمن، سربراہ سنی تحریک ثروت اعجاز قادری، ڈاکٹر اشرف آصف جلالی، علامہ حامد سعید کاظمی، پیر سید ریاض حسین شاہ، صاحبزادہ حامد رضا، علامہ خادم حسین رضوی، پیر سعادت علی شاہ سمیت بلاتفریق معاشرے کے ہر مکتبہ فکر کے لوگوں نے جنازے میں شرکت کی۔ نمازِ جنازہ میں شریک افراد یہ دعویٰ کرتے بھی نظر آئے کہ ممتاز حسین قادری کا جنازہ پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ ہے۔

نمازِ جنازہ 3 بج کر 45 منٹ پر ادا کی گئی، جس کی وجہ سے ہزاروں کی تعداد میں افراد آواز نہ پہنچنے کی وجہ سے نمازِ جنازہ سے محروم رہے اور بعض اس وہم میں کہ جنازہ ہو چکا ہے، قبل از وقت ہی واپس ہو گئے، جبکہ نمازِ جنازہ پونے چار بجے ادا کی گئی۔

نمازِ جنازہ کی ادائیگی، نمازِ جنازہ ممتاز حسین قادری کی وصیت کے مطابق پیر سید حسین الدین شاہ نے پڑھائی۔ بعد ازاں تدفین کے لئے جسدِ خاکی کو غازی ممتاز حسین قادری کے آبائی گاؤں اٹھال کی جانب روانہ کر دیا گیا جہاں پر ان کی تدفین کا عمل مکمل

کیا گیا۔ضلعی انتظامیہ کی جانب سے نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے موقع پر سیکورٹی کے لئے فول پروف انتظامات کرنے کا دعویٰ بھی دھرے کا دھرا رہ گیا۔محرم الحرام کی طرز پر سیکورٹی انتظامات کرنے کا اعلان کیا گیا تھا کہ ممتاز حسین قادری کی رہائش گاہ سے لے کر لیاقت باغ تک صرف اور صرف پیدل افراد کو جامہ تلاشی کے بعد داخلے کی اجازت دی جائے گی، تاہم نمازِ جنازہ سے قبل موٹر سائیکلوں کی بڑی تعداد پیدل افراد کے درمیان ہارن بجاتی اور راستہ مانگتی نظر آئی۔ اسی طرح مری روڈ کے اطراف میں بڑی تعداد میں موٹر سائیکل پارک کر دیئے گئے تھے، تاہم عقیدت مندوں نے جذبہ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پُر امن طریقے سے نمازِ جنازہ پڑھی اور بغیر کسی اشتعال انگیزی اور توڑ پھوڑ کے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہو گئے۔(روزنامہ اوصاف، لاہور، 2 مارچ 2016ء)

عشق وفا کی سولی پر جھول گیا

سید مبشر الماس

جس دھج سے کوئی مقتل کو گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جان کی کوئی بات نہیں

وہ عشق رسول ﷺ میں فرق تھا، لبوں پر درود شریف کا ورد، جس پر سجدے سجے رہتے تھے۔ دل میں اسلام اور بانی اسلام کی محبت کا سمندر موجزن تھا کہ 4 جنوری 2011ء کی سرد شام اُس کی روحانی زندگی کو امر کر گئی۔ محبت رسول ﷺ میں تڑپتی ہوئی ایک آہ ممتاز قادری کے لبوں سے اس طرح نکلی کہ وہ پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر کا سینہ چیر گئی۔ اس روز سلمان تاثیر بحیثیت گورنر پنجاب شیخوپورہ میں قید توہین رسالت کی ملزم آسیہ کی رہائی کا پروانہ لینے گئے تھے۔ لیکن آسیہ جیل خانے کے درودیوار سے کان لگائے سلمان تاثیر کی آہٹ کی منتظر ہی رہی اور وہ راہِ عدم کے مسافر بن کر اپنے نظریات و عقائد کی لحد میں اتر گئے۔ چار جنوری 2011ء کی سہ پہر تک کوئی نہ جانتا تھا کہ ممتاز حسین قادری کون ہے؟ لیکن وقت کا پہیہ اس تیزی سے گھوما کہ ملک ممتاز حسین قادری راتوں رات ہیرو بن گیا۔ جب یہ واقعہ ہوا تو پورا معاشرہ دو حلقوں میں بٹ گیا۔

ایک وہ جو اس واقعہ کو افسوس کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور دوسرا وہ حلقہ جو

توہین رسالت ﷺ کے قانون میں تبدیلی کے سخت مخالف ہیں۔اول الذکر سوچ کے حامی افراد نے سلمان تاثیر کے قتل کے خلاف مظاہرے کئے اور قاتل کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ کیا۔وہیں دوسری سوچ کے حامل افراد نے ممتاز حسین قادری کے حق میں اس امر کو طشت ازبام کیا کہ انہوں نے غازی علم الدین شہید کے افکار کو دوبارہ زندہ کر دیا ہے۔

راول پنڈی کے رہائشی میٹرک پاس 31 سالہ ممتاز قادری 1985ء کو پیدا ہوئے۔اُن کے بھائی دل پذیر اعوان کے مطابق وہ انتہائی شریف النفس، باادب اور ملنسار تھے۔ پانچ وقت کے پابند صوم وصلوٰۃ، تمام بھائیوں میں چھوٹے اور سب سے زیادہ دین دار تھے۔ممتاز قادری پنجاب پولیس میں ملازم ہوئے تو ان کی ڈیوٹی گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے حفاظتی دستے میں لگا دی گئی۔گورنر سلمان تاثیر نے توہین رسالت کی ملزم آسیہ کے لئے قانون کو کالا قانون کہا تو ممتاز قادری اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔ذرائع کا کہنا ہے کہ ممتاز قادری نے سلمان تاثیر سے استدعا کی کہ حضور اکرم ﷺ کی گستاخی کرنے والی آسیہ بی بی کا ساتھ نہ دیں اور ناموس رسالت ﷺ کے قانون کا احترام کریں تاکہ آئندہ کوئی ایسی گستاخی نہ کرسکے۔لیکن سلمان تاثیر اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔

تب 4 جنوری 2011ء کو ممتاز قادری نے سلمان تاثیر کو 27 گولیاں ماریں اور وہ جان بر نہ ہوسکے۔اس واقعہ کے بعد ممتاز حسین وہاں سے بھاگا نہیں بلکہ خود کو قانون کے حوالے کر دیا اور اقبالِ جرم کرتے ہوئے ہر قسم کی سزا کو قبول کرنے کا عہد کیا۔ممتاز قادری نے عدالت کے روبرو اپنے اعترافی بیان میں کہا کہ اُس نے سلمان تاثیر کو اس لئے قتل کیا گیا۔کہ انہوں نے توہین رسالت کے قانون میں ترمیم کی حمایت کی تھی۔

اسلام آباد کی انسداد دہشت گردی کی ایک عدالت نے 2011ء میں ممتاز قادری کو دوبار سزائے موت اور جرمانے کی سزا سنائی تھی۔ممتاز قادری نے اس سزا کے خلاف اسلام آباد ہائی کورٹ میں اپیل دائر کی تھی۔جس پر عدالت عالیہ نے انسداد دہشت گردی کی دفعات کے تحت ممتاز قادری کو سنائی گئی سزائے موت کو کالعدم قرار دے دیا تھا، تاہم فوجداری قانون کی دفعہ 302 کے تحت اُس کی سزائے موت کو برقرار رکھا گیا۔لیکن اسلام آباد ہائی کورٹ کے فیصلے کے خلاف جب سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی گئی تو عدالت عظمیٰ نے ممتاز قادری کی اپیل خارج کرتے ہوئے انسداد دہشت گردی کی عدالت کے فیصلے کو بحال کر دیا۔سپریم کورٹ کے تین رکنی بنچ نے اپنے ریمارکس میں کہا تھا کہ توہین مذہب کے مرتکب کسی شخص کو اگر لوگ ذاتی حیثیت میں سزائیں دینا شروع کر دیں تو اس سے معاشرہ میں انتشار پیدا ہوسکتا ہے۔عدالت عظمیٰ کے تین رکنی بنچ کے فیصلے کے خلاف ممتاز قادری نے سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی بھی درخواست کی لیکن اسے بھی خارج کر دیا گیا جبکہ صدر پاکستان نے بھی ممتاز حسین قادری کی رحم کی اپیل مسترد کر دی تھی۔ چنانچہ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کو قتل کرنے کے جرم میں اتوار اور پیر کی درمیانی رات کو انہیں اڈیالہ جیل میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا وہ عشق کی سولی پر جھول گئے اور غازی علم دین شہید کی یادوں کو تازہ کر گئے۔

یہ خبر دنیا بھر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔حکومت نے احتجاج کے پیش نظر راول پنڈی اور اسلام آباد سمیت ملک بھر میں سیکورٹی ہائی الرٹ کر دی۔ پھانسی کے وقت اڈیالہ جیل جانے والے تمام راستوں کو سیل کر دیا گیا تھا اور ان کا جسد خاکی قانونی کارروائی پوری کرنے کے بعد اہل خانہ کے حوالے کر دیا گیا۔

پاکستان کی 70 سالہ تاریخ میں یہ اپنی نوعیت کا انوکھا واقعہ ہے کہ کسی حکومتی عہدیدار کو توہین رسالت کی بنا پر قتل کرنے والے سرکاری اہلکار کو ملکی عدالتوں نے موت

کی سزا سنائی۔ صدرِ پاکستان نے رحم کی اپیل مسترد کر دی اور وہ پھانسی کے پھندے پر جھول گیا۔ ایسے میں یہ اشعار بے اختیار لبوں پر مچل جاتے ہیں کہ:

کب یاد میں تیرا ساتھ نہیں، کب ہاتھ میں تیرا ہاتھ نہیں
صد شکر کہ اپنی راتوں میں اب ہجر کی کوئی رات نہیں
مشکل ہیں اگر حالات وہاں، دل بیچ آئیں جاں دے آئیں
دل والو! کوچۂ جاناں میں، کیا ایسے بھی حالات نہیں
جس دھج سے کوئی مقتل کو گیا، وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے، اس جاں کی تو کوئی بات نہیں
میدانِ وفا دربار نہیں، یاں نام و نسب کی پوچھ کہاں؟
عاشق تو کسی کا نام نہیں، کچھ عشق کسی کی ذات نہیں
گر بازی عشق کی بازی ہے، جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا؟ ہارے بھی تو بازی مات نہیں

(روزنامہ اوصاف، لاہور، 2 مارچ 2016ء)

جنازوں کا فیصلہ

طارق اسماعیل ساگر

گذشتہ تین روز سے سوشل میڈیا پر جو ماتم پاکستانی صحافت کا ہو رہا ہے اس پر کسی اور کو شرم آئے یا نہ آئے میں بہر حال شرمندہ ہوں کہ بہر کیف میں بھی اسی کشتی کا سوار ہوں۔ میں اس بحث میں نہیں پڑتا کہ میڈیا کا کردار صحیح ہے یا غلط؟ نہ ہی اس بحث سے کبھی کسی کو کچھ حاصل ہوا ہے۔ البتہ میں یہ ضرور کہوں گا کہ بہر حال کسی صحافی کا ذاتی کردار ضرور اس کے اچھے یا برے ہونے کا تعین کرتا ہے۔ کسی کے ذاتی خیالات، نظریات اور وابستگیاں اگر خلوص نیت سے بھی ہوں قارئین کے نزدیک وہ ضرور متنازع بن جاتی ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ صحافی کو غیر جانبدار رہنا چاہیئے۔ اس "غیر جانبداری" کی تشریح اتنی بھیانک ہے کہ اس کے تصور ہی سے خوف آتا ہے۔ جن لوگوں نے سائیکلوں سے پیجرو تک کا سفر برق رفتاری سے طے کیا اور کرائے کے کمروں سے اسلام آباد کے محلات اور فارم ہاؤسوں کے مکین بن گئے وہ سب خود کو غیر متعصب، ترقی پسند اور غیر جانبدار کہتے ہیں اور اس "غیر جانبداری" کی قیمت بھی اپنی مرضی کے بینکوں اور اکاؤنٹس میں وصول کرتے ہیں۔ اس لئے وہ غیر جانبدار یا غیر متنازع تو نہیں البتہ طعن و تشنیع کا شکار ضرور رہتے ہیں۔ یہ الگ بات کہ وہ ہر طرح کی تنقید سے کان اور آنکھیں بند

رکھ کر اپنا سفر جاری رکھتے ہیں اور ان کا شمار بہر حال کامیاب لوگوں میں ہوتا ہے۔

غازی ممتاز قادری کی پھانسی کے حوالے سے میڈیا کے کردار کو لعن طعن کرنے والوں کو کم از کم یہ سمجھ ضرور آ گئی ہو گی کہ حکومتی دعوؤں کے باوجود پاکستان میں میڈیا کتنا آزاد ہے؟ میرے محبت کرنے والے بھی مجھ سے مسلسل تقاضا کر رہے تھے کہ میں اس "لڑائی" کا حصہ بنوں لیکن حکومتی بے حس اور ڈھٹائی نے اس مرتبہ مجھے دنگ کر دیا۔ میرا موضوع غازی ممتاز قادری کی وکالت یا مخالفت نہیں۔ کوئی مسلمان بھلے وہ ایمان کے کمزور ترین درجے میں کیوں نہ ہو اس بات کا تصور ہی نہیں کر سکتا کہ وہ وجہ تخلیق کائنات، مولائے کل، ختم الرسل، سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی شان میں کسی بھی درجے کی گستاخی کرنے والے معلون کو زندہ رہنے کا حق دے۔ آپ کسی مرزائی دوست سے سوال کریں کہ وہ نبی کریم ﷺ کو آخری نبی مانتا ہے یا نہیں؟ وہ حلف اٹھا کر کہے گا کہ وہ آپ ﷺ کی نبوت اور آخری نبی ہونے پر ایمان رکھتا ہے لیکن اجماع امت ہے کہ مرزائی کافر ہیں اور علمائے کرام نے ثابت کیا ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کی نبوت اور شان کو کسی بھی حوالے سے چیلنج کرنا اس پر بحث کرنا، تنقید کرنا ناقابل معافی ہے۔ سلمان تاثیر کی اس ضمن میں آزاد خیالی کا ممکن ہے اس کے ذاتی محافظ سے زیادہ اور کوئی عینی شاہد نہ رہا ہو۔ اس کی غیرت ایمانی نے یہ قبول نہ کیا اور ہم جیسے دنیا داروں کی اصطلاح میں اس نے "جذباتی" ہو کر اپنے مالک کی جان لے لی۔

اس حوالے سے ہمارے لبرل ساتھی جو عذر بھی پیش کریں وہ عذر لنگ ہے۔ ناقابل قبول ہے۔ شان رسالت مآب ﷺ کی کسی بھی سطح کسی بھی حوالے پر تکذیب ناقابل برداشت ہے اور کوئی غیرت مند مسلمان اس کا فیصلہ ایسی حکومت اور عدالت پر نہیں چھوڑ سکتا جو ہر فیصلے کے لئے مصلحت کا شکار ہو جاتی ہو۔ اس ملک کی تاریخ سیکنڈلز اور مقتولین سے بھری پڑی ہے۔ آپ کو اس حوالے سے درجنوں کمیشن، جے آئی ٹی

رپورٹس تو ملیں گی لیکن عدالتی فیصلہ اور اس پر عمل درآمد کی کوئی مثال پیش کرنے کے لئے بھی نہیں ملے گی۔ حکومت کی یہ نالائقی اور نااہلی کسی بھی شخص کو قانون اپنے ہاتھوں میں لینے پر مجبور کرتی ہے اور وہ اپنی کر گزرتا ہے۔ غازی ممتاز قادری نے بھی یہی کیا۔

حکومت کی عظمت کو سلام کریں چونکہ انہوں نے باقی تمام اہم مقدمات از قسم درجنوں جے آئی ٹیز کی کراچی کے حوالے سے رپورٹیں، بلدیہ کیس، قصور کیس، "را" کے لئے کام کرنے والے دہشت گردوں کے کیس، موجودہ اور گزشتہ حکمرانوں کے کرپشن کے درجنوں کیس جن میں کھربوں روپے کی لوٹ مار کی گئی، کا فیصلہ کر کے ملزموں کو سزا دے تھی۔ سو انہوں نے یہاں بھی انصاف کے تقاضے پورے کرنا ضروری سمجھا اور گورنر سلمان تاثیر کے قاتلوں کے خلاف عدالتی فیصلے کا احترام لازم جانتے ہوئے چوروں اور بزدلوں کی طرح ممتاز قادری کو پھانسی پر لٹکا دیا۔ یہاں تک بھی معاملات نہیں رہے اس کے ساتھ ہی میڈیا کو پابند کر دیا کہ وہ اس حوالے سے مکمل بائیکاٹ کرے نہ جنازہ دکھائے نہ عوامی احتجاج کو ریکارڈ پر لائے نہ کوئی مباحث ہوں۔

سبحان اللہ! یہ ہے وہ دانش مندی اور آپ کے کارِ خاص لوگوں کی کارروائیاں جو ان شاء اللہ جلد ہی آپ کا کہاں بچہ کو لہو کردار کر رہیں گی۔ ہمارے وزیر اعظم کی طبیعت جولائی پر ہو تو یہ بم کو لات ضرور مارتے ہیں اور یہاں بھی آپ نے وہی کچھ کیا؟ لیکن کیوں؟ خود کو لبرل ثابت کرنے کے لئے؟ مغربی دنیا کی خوشنودی کے لئے؟ یا اپنا سافٹ چہرہ نمایاں کرنے کے لئے؟ لیکن واللہ آپ نے اس میں سے کچھ حاصل نہیں کیا۔ میاں صاحب! یہ "لاحاصل" ہے۔ آپ اس کھیل میں بری طرح پٹ گئے۔ آپ نے لاکھوں نہیں کروڑوں مسلمانوں کے کلیجوں میں خنجر اتار دیا۔ ان کی آنکھیں خون روتی ہیں۔ چند سو این جی او، مغربی دنیا کے تنخواہ دار نام نہاد لبرل یا چند ٹکوں پر ضمیر فروشی کرنے والے میڈیا پرسن۔ ان سب کی تعداد کتنی ہے میاں صاحب! اور یہ کتنے بہادر

ہیں۔کس کی جرأت ہے آپ کے اس "احسن اقدام" کے لئے ایک لفظ بھی کھل کر کہہ سکے؟ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے اس قوم کی ہڈیوں سے گودا نکال لیا ہے لیکن غیرت ایمانی نہیں۔عرفان صدیقی صاحب سے پوچھ لیں۔امام احمد بن حنبل نے اس دور کے حکمرانوں سے کیا کہا تھا۔آپ نے فرمایا۔ہمارے جنازے فیصلہ کریں گے کہ کون سچا تھا اور کون جھوٹا؟ میاں صاحب! غازی ممتاز قادری کے جنازے نے فیصلہ کر دیا ہے۔اب منتظر رہیے مکافات عمل کے۔

(روزنامہ جہانِ پاکستان، لاہور)

جاتا ہوں میں

حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

ڈاکٹر محمد اجمل نیازی

صرف ممتاز قادری کے جنازے کی بات کرتا ہوں کہ یہ ایک تاریخ ہے۔چشم دید گواہوں کی طرح خدا گواہ ہے۔کئی لوگوں نے کہا کہ ہم نے اتنا بڑا جنازہ نہیں دیکھا۔علامہ احمد علی قصوری نے کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں اتنا بڑا اجتماع نہیں دیکھا۔مولانا ڈاکٹر راغب نعیمی نے کہا شانہ بشانہ کے محاورے کی سچی تصویر یہاں دیکھی۔جنازے کی نماز میں رکوع وسجود نہیں ہوتے۔محسن انسانیت رحمت العالمین رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ابدی اور ازلی ہمہ گیر اور عالم گیر بصیرت کی روحانی اور عالمی نشانیاں ثابت ہوتی رہیں گی۔ڈاکٹر نعیمی نے بتایا کہ صف بندی کی کوئی کیفیت موجود نہ تھی۔لوگ شانہ بشانہ تو تھے،لوگوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ وہ ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے تھے۔

علامہ قصوری صاحب نے کہا کہ مجھے نشتر پارک کراچی میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلوس میں فائرنگ کے نتیجے میں شہید ہونے والوں کے جنازے کا منظر نہیں بھولتا،مگر ممتاز قادری کے جنازے کا احوال تو لفظوں میں بیان کرنا ناممکن ہے۔مجھے یہ بھی بتایا گیا

کہ ممتاز قادری کا چہلم مینارِ پاکستان لاہور میں ہوگا۔

خدا کی قسم! عشق رسول ﷺ ایٹم بم سے بھی بہت زیادہ طاقتور ہے۔ یہ ایسی حقیقت ہے کہ دنیا والے بھی جانتے ہیں۔ عالم اسلام میں اتنی بے بسی اور بے حسی مفاد پرستی بے مقصدی پھیلی ہوئی ہے۔ انتشار خلفشار دہشت گردی اور آلودہ گرد غبار کی ایسی فضاء ہے کہ کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ اس کے باوجود دنیا والے اور بڑی طاقتیں مسلمانوں سے ڈرتی ہیں۔ پاکستان سے ڈرتی ہیں۔ میری یہ ناقابل تردید رائے ہے کہ بھارت چین سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا پاکستان سے ڈرتا ہے۔ بھارت سمجھتا ہے کہ انڈیا کے سامنے ایک ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور وہ پاکستان ہے۔

پاکستان ایٹمی طاقت ہے۔ پاک فوج دنیا کی بہترین فوجوں میں سے ایک ہے۔ جب افغانستان سے ایک سپر پاور کو پاک فوج نے نکالا تو ایک بھی امریکی فوجی افغانستان میں نہ تھا۔ فوجی تعاون سے ہمیں انکار نہیں ہے۔ مگر اب بہت سے فوجی ہتھیار اور اسلحہ پاکستان میں بن رہا ہے۔ ایف 16 طیارے پاکستان کو ملتے ہیں تو بھارت کے پیٹ میں مروڑ اُٹھنے لگتے ہیں۔ ایف 16 چلانے کے لئے جذبہ چاہئے۔ یہ جذبہ کسی عشق کی روایت سے حکایت بنتا ہے۔

ربِ محمد ﷺ کی قسم کہ میرے اس علاقے کی طرف میرے آقا و مولا رسول کریم ﷺ نے انگشت شہادت کے اشارے سے فرمایا تھا کہ مجھے ادھر سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔ یہ ٹھنڈی ہوا طوفان بن گئی تو سب کچھ بکھیر دے گی۔ مگر ہمارا اعظیم رسول ﷺ اور ہم غلامانِ رسول ﷺ دنیا میں نکھارنے کے لئے آئے ہیں۔ طائف میں تمام تر زیادتیوں اور تکلیفوں کے بعد آپ ﷺ نے فرشتوں سے کہا تھا کہ ان پر عذاب نہ توڑو۔ میرے ساتھ انہوں نے جو بدسلوکی کی ہے تو یہ مجھے جانتے نہیں ہیں اس کا مطلب کہ حضور ﷺ کو جاننا بھی ضروری ہے۔ مجھے لگتا ہے اور میں بڑے کرب میں مبتلا ہو کر کہہ رہا ہوں کہ ہم

آپ کو مانتے ہیں مگر ہم بھی آپ کو جانتے نہیں ہیں۔

خدا کی قسم! دنیا والے بھی آپ کو نہ ماننے والے بھی آپ کو جان لیں تو ہم سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ کے عاشق ہو جائیں۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اسلامیات پڑھاؤ مگر سیرتِ رسول ﷺ پڑھاؤ تاکہ ہمارے دلوں میں درد و گداز پیدا ہو، طاقت اور قربانی کا جذبہ بڑھتا رہے۔

آج ممتاز قادری کے جنازے کے لئے سوچتے ہوئے میرے دل میں آیا ہے کہ ہمیں عشقِ رسول ﷺ کے جذبے کو چینلائز کرنا چاہئے۔ اپنی زندگی میں اس جذبے کو تحریک بنایا جائے اور دُنیا والوں کو بتایا جائے کہ ہم اصل میں کون ہیں؟

ایک بات اور حوصلہ افزاء ہے کہ جنازے کے بعد لاکھوں لوگوں نے ڈسپلن کا بھی عظیم مظاہرہ کیا۔ نعرے بازی تو ہوئی مگر کہیں کوئی شیشہ نہیں ٹوٹا، کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی، کہیں لوٹ مار نہیں ہوئی، ہر طرف امن و امان کی صورتِ حال رہی۔ امان ایمان کی بدولت آتا ہے۔ ہمیں قدیم و جدید کے تقاضوں کے مطابق زندگی کو گل وگلزار بنا دینا چاہئے۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ بندے کو باخبر ہونا چاہئے۔ اسے اہل خبر بھی ہونا چاہئے۔ لوگوں کو کیسے پتا چلا اور لاکھوں کی تعداد میں وہ کیسے لیاقت باغ میں پہنچے۔ یہاں لیاقت علی خان اور بے نظیر بھٹو کو شہید کیا گیا تھا۔ لیاقت باغ ہمیشہ کی طرح آج بھی تاریخ ساز جگہ ہے۔ (روزنامہ نوائے وقت، لاہور 3 مارچ 2016ء)

جانشین غازی علم الدین شہید ممتاز قادری

نوید مسعود ہاشمی

29 فروری کی شام کراچی کے ایک بڑے ہوٹل میں منعقدہ روزنامہ اوصاف کے اجراء کی افتتاحی تقریب سے خطاب کے دوران مولانا فضل الرحمن نے حکمرانوں کو للکارتے ہوئے کہا تھا کہ:

"تم نے سلمان تاثیر کا جنازہ بھی دیکھا تھا، اب کل تم ممتاز قادری کا جنازہ بھی دیکھنا۔"

صدیوں پہلے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ:

"ہمارے جنازے بتادیں گے کہ حق پر کون تھا؟"

اور پھر واقعی یکم مارچ کو حضرت غازی ممتاز قادری کے جنازے کے عظیم اجتماع نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل الرحمن کے چیلنج کو سچا ثابت کر دیا۔ سلمان تاثیر کا جنازہ پڑھانے والا ہی کوئی نہیں ملتا تھا۔ تمام الیکٹرانک چینلز نے قتل کے بعد سے لے کر سلمان تاثیر کو قبر میں اُتارنے تک لمحہ بہ لمحہ کوریج کی، مگر اس کے

باوجود اس کا جنازہ چند صفوں تک محدود رہا۔ اہل سنت کے دو بڑے مکاتب فکر دیوبندی، بریلوی حتیٰ کہ بعض اہل حدیث علماء اور مفتیان کرام جن کی تعداد پانچ سو تھی، نے متفقہ طور پر ایک فتویٰ جاری کیا کہ:

"گستاخ سلمان تاثیر کا جنازہ پڑھانا حرام ہے۔"

لیکن یکم مارچ کو سلمان تاثیر کے قاتل ممتاز قادری کے جنازے میں تمام مکاتب فکر کے ہزاروں علماء سمیت لاکھوں مسلمانوں نے انتہائی والہانہ انداز میں شریک ہو کر دنیا پر واضح کر دیا کہ امریکی پٹاری کے دانش فروش اور دجالی میڈیا جتنا مرضی قاتل، قاتل کی رٹ لگائے رکھے، مگر پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت ممتاز قادری کو سچا عاشق رسول ﷺ سمجھتی ہے۔

یہاں تک یہ بات درست ہے کہ کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی دوسرے کو قتل کرے، مگر سوال یہ ہے کہ کیا پاکستان میں کہیں قانون بھی موجود ہے؟ اگر ہے تو پھر جس وقت سلمان تاثیر نے دس کروڑ مسلمانوں کے صوبہ پنجاب کا گورنر ہونے کے باوجود قانون توہین رسالت کو "کالا قانون" دے کر کروڑوں مسلمانوں کی دل آزاری کی تھی، تب "قانون" نے اس کی گرفت کیوں نہ کی؟ شاتم رسول آسیہ مسیح کہ جس کو عدالت پھانسی کی سزا دے چکی تھی، سلمان تاثیر کو یہ حق کس نے دیا تھا کہ وہ اپنے گورنری کے منصب کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس نے نہ صرف جیل میں ملاقات کرے بلکہ اسے بے گناہ اور معصوم بھی قرار دے ڈالے؟

یہ قرآن و سنت کا ارشاد عظیم ہے کہ:

"کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا ہو ہی نہیں سکتا جب تک اسے اپنے مال، اولاد اور جان سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار نہ ہو۔"

فرنگی سامراج کے دور میں جب ایک بدمعاش ملعون راج پال نے نبی کریم ﷺ کے خلاف گستاخانہ کتاب لکھی تو محبت رسول ﷺ سے سرشار ایک نوجوان غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ نے اسے واصل جہنم کر ڈالا۔ غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر لیا گیا، مگر یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کو قتل کرنے والے قاتل غازی علم دین شہید کے دفاع کے لئے بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ میدان میں اُترے۔ قائد اعظم نے غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ کو بچانے کے لئے لاہور ہائیکورٹ میں درخواست دائر کی تھی جسے ہندو جسٹس شادی لال نے محض تعصب کی بنیاد پر مسترد کر دیا تھا۔

31 اکتوبر 1929ء کو غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ کو جب پھانسی دے کر شہید کیا گیا تو ان کی میت کی وصولی کے لئے مفکر پاکستان علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور محسن قوم مولانا ظفر علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے بھرپور اور کامیاب تحریک چلائی، یہاں تک کہ شہید غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ کی میت کو میانی کے قبرستان میں علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھوں سے قبر میں اُتارا تھا۔

اسی موقع پر شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے حسرت بھرے لہجے میں کہا تھا کہ:

"ہم تو دیکھتے ہی رہ گئے اور ترکھانوں کا لڑکا بازی لے گیا۔"

مولانا ظفر علی خان نے آنسو بہاتے ہوئے کہا تھا کہ:

"کاش! یہ مقام مجھے نصیب ہوتا۔"

کوئی شریف برادران اور ان کے ترجمانوں سے پوچھے کہ اگر گستاخِ رسول ﷺ کے قاتل کو پھانسی دینا درست تھا تو پھر بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ کو بچانے کی کوشش کیوں کی تھی؟ اگر گستاخِ رسول ﷺ کے قاتل کو "مجرم" کہا جاتا ہے تو پھر مفکرِ پاکستان علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے غازی علم دین

رحمۃ اللہ علیہ کی میت کی وصولی کے لئے تحریک کیوں چلائی تھی؟ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ کے جسد خاکی کو لحد میں کیوں اُتارا تھا؟ یہ قوم کیسے یقین کر لے کہ شریف برادران اور ان کی جماعت بانیان پاکستان کی پیروکار ہے؟

جب روشن خیالی کی حسینہ ہونٹوں پر لالی لگائے گھونگٹ اُٹھائے اقتدار کے ایوانوں میں فرحاں و رقصاں ہو، لبرل اور سیکولر لادینیت کا جادو سر چڑھ کر بولنا شروع ہو جائے تو پھر ترجیحات کے ساتھ ساتھ شخصیات اور ہیروز بھی بدلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ کے وقت محمد علی جناح کے سر پر مستقبل میں خدا نے "قائد اعظم" کا تاج سجانا تھا، اس لئے انہیں عاشق رسول رحمۃ اللہ علیہ کا وکیل بنا دیا اور ممتاز قادری کے وقت حکمرانوں کے لئے نجم سیٹھی، امتیاز عالم اور دیگر سیکولر شدت پسند قائد اعظم، علامہ اقبال اور ظفر علی خان کا درجہ پا گئے (استغفر اللہ)۔ شاید اسی لئے ممتاز قادری کو نہایت عجلت اور پُر اسرار انداز میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔

قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ قاتل مگر سچے عاشق رسول ﷺ غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ کے حامی، وکیل اور طرفدار تھے اور مرتے دم تک انہیں اس سے محبت تھی۔ سلمان تاثیر نے جب قرآن و سنت پر مبنی قوانین کو ضیاء الحق کی طرف منسوب کر کے "کالا قانون" قرار دیا تھا (نعوذ باللہ) تو تب ایک یا دو نہیں، بلکہ پاکستان کے تمام مکاتب فکر کے سینکڑوں علماء کرام اور مفتیان عظام نے اسے گستاخ رسول ﷺ قرار دیا تھا۔

ممکن ہے کہ باطل میڈیا کے پنڈتوں اور شریف برادران کو علماء دیوبند سے چڑ ہو؟ باطل پرست اینکرز اور اینکرنیوں کی فوج ظفر موج کو جہاد کو عبادت سمجھنے کی بناء پر دیوبندی علماء سے نفرت ہو؟ لیکن سلمان تاثیر کے خلاف گستاخ رسول ﷺ کا فتویٰ دینے والے علماء اور مفتیان میں اکثریت بریلوی علماء اور مفتیان کی تھی، شہباز ہوں یا شہباز

شریف، انہیں گڑھی شاہو میں واقع جامعہ نعیمہ کے بڑا قریب سمجھا جاتا ہے، ہر سال داتا دربار پر چادریں چڑھانا اور دربار کو غسل دینا یہ اپنے اوپر لازم سمجھتے ہیں۔

کاش کہ انہوں نے مولانا سرفراز نعیمی شہید کے بیٹے مولانا ڈاکٹر راغب نعیمی سے ہی پوچھا ہوتا، کاش کہ انہوں نے ممتاز قادری کو پھانسی دینے کے حوالے سے بریلوی مسلک کے غیر متنازع قائد حضرت شاہ احمد نورانی مرحوم کے صاحبزادوں، اویس نورانی یا شاہ انس نورانی سے ہی مشورہ کیا ہوتا، اے کاش کہ انہوں نے بریلوی مسلک کے مفتی اعظم مفتی منیب الرحمن یا داتا دربار کی مسجد کے امام سے ہی رائے لی ہوتی، مگر برا ہو لبرل لادینیت کی فاحشہ کا کہ جس نے آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور سیکولر شدت پسندوں کے نرغے میں آیا ہوا "اقتدار" اسلام پسندوں کو دیوار سے لگانے پر آمادہ و تیار ہے۔

(روزنامہ اوصاف، لاہور 3 مارچ 2016ء)

ممتاز قادری کا جنازہ اور "آزاد میڈیا" کی بے رُخی

مصدق گھمن

اس بات کو آج تاریخ کی سند حاصل ہے کہ ایک باخبر قوم ہی اپنی آزادی کی سب سے بڑی محافظ ہوتی ہے۔ جمہور حکمرانوں کا سب سے مضبوط ہتھیار میڈیا کی آزادی رہا ہے جبکہ آمریت کے لئے میڈیا کی آزادی زہر قاتل کے مترادف سمجھی جاتی ہے۔ ہر دور کے آمر نے چاہا ہے کہ خبر کا راستہ روکا جائے کیونکہ قوم کو بے خبر رکھ کر ہی اس کی گردن پر طویل عرصہ مسلط رہا جا سکتا ہے۔ جمہوریت کی بقا البتہ اس میں ہے کہ عوام باخبر رہیں۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ایک جمہوری حکومت کے عہد میں پیمرا نے ٹی وی چینلز کی نشریات کو روکنے کے لئے سخت ہدایات کیونکر جاری کیں؟ مزید حیران کن بات یہ ہے کہ ٹی وی چینلز نے ایسے احکامات کیونکر تسلیم کیے کہ مشرف کے عہد آمریت میں یہ پاکستانی میڈیا تھا جس نے جبر اور دباؤ کے تمام ہتھکنڈے برداشت کیے لیکن جھکنے سے انکار کر دیا۔ آج اس میڈیا نے راولپنڈی شہر کے سب سے بڑے جنازے کی رپورٹنگ

سے گریز کیا جو کسی گڑھے میں گر جانے والے جانور کی بریکنگ نیوز نشر کرتا ہے اور گھنٹہ بھر
کی لائیو کوریج کرتا ہے۔ کیا بروز منگل اختیار کیا جانے والا میڈیا کا متعصب عمل عامۃ الناس
کی نظر میں نفرت کا باعث نہ بنا ہوگا؟ کیا اس دن راولپنڈی میں جو کچھ ہوتا وہ ٹی وی چینلز
کے لئے کوئی خبر نہ تھی؟ کیا راولپنڈی شہر کے تمام کاروباری مراکز کا بند ہونا جو کسی دھمکی یا
دباؤ کے نتیجے میں نہیں بلکہ رضا کارانہ طور پر خود بند کیے گئے ایک ایسی خبر نہ تھی جس کا
خصوصی طور پر ذکر کیا جاتا اور شہر بھر کی بند مارکیٹوں کی تصاویر دکھائی جاتیں؟ ممتاز قادری
کے جنازے کے احترام میں راولپنڈی شہر کے گلی محلوں کے ایسے بازار بھی بند تھے جو
کامیاب ترین سمجھی جانے والی ہڑتالوں میں بھی کبھی نہ ہوئے تھے۔ 1992ء میں بے
نظیر بھٹو شہید کے لانگ مارچ کے موقع پر راولپنڈی شہر کو بری طرح سیل کیا گیا تھا اور
دن بھر شہر کی مرکزی شاہراہ کے گردونواح میں پولیس اور جیالوں کے درمیان آنسو
گیس پھینکنے اور پتھراؤ کا کھیل جاری رہا لیکن باوجود یہ کہ شہر کے مضافاتی بازار کھلے رہے
یہ پہلا موقع ہے کہ راولپنڈی شہر کے بڑے بڑے بازاروں سے لے کر چھوٹے گلی محلوں والے
بازار بھی بند رہے۔ کیا سب سے پہلے خبر دینے کے دعویدار کسی نیوز چینلز کے لئے یہ کوئی
خبر نہ تھی؟ راولپنڈی اور اسلام آباد کے درمیان چلنے والی میٹرو بس سروس دو دن بند
رہی، کیا یہ اتنی بڑی خبر نہ تھی جس کا چرچا دن بھر رہتا؟ ممتاز قادری کو پھانسی دینے والے
اور جنازے والے دن اسلام آباد کا ریکارڈ دن بند رہا اور اسلام آباد جانے والے
راستوں کو رکاوٹیں کھڑی کر کے بند رکھا گیا؟ کیا یہ غیر معمولی پیش رفت نہ تھی جس کا ٹی وی
چینلز پر ذکر کیا جاتا؟ راولپنڈی کی سڑکوں نے جذبات اور عقیدت کے وہ مناظر پہلی بار
دیکھے ہیں جو ممتاز قادری کے جنازے میں شریک ہونے والے خاص وعام کے تھے،
کیا میڈیا نے وہ مناظر رپورٹ کیے؟ کیا دھاڑیں مار کر روتے ہوئے اور لبیک یارسول
اللہ ﷺ کی صدائیں بلند کرتے سفید ریش بزرگ افراد اور میلوں پیدل چلتی ہوئی خواتین

ٹی وی کیمروں کو دکھائی نہ دیں؟ میڈیا کی باخبر آنکھوں سے سارا دن ممتاز قادری کے
میلوں پر محیط جنازے کے شرکاء غالب رہے، ایک تاریخی اجتماع جس کی حدیں ایک
جانب کمیٹی چوک جبکہ دوسری جانب مریڑ چوک تک تھیں اور جس کے شرکاء کے سامنے
لیاقت باغ کا میدان چھوٹا پڑ گیا ہمارے باخبر اور آزاد میڈیا کی آنکھ سے دن بھر
اوجھل رہا؟ میڈیا کی یہ کیسی آواز ہے جس سے نواز عہد میں ہمیں واسطہ پڑا ہے اور ٹی وی
چینلز کی یہ کیسی خبریت ہے جو خبر کی سلیکشن میں بڑی حد تک جانبدار اور متعصب ہے؟
ایک روز قبل جی ہاں محض ایک روز قبل سارا دن میڈیا شرمین عبید چنائے کے "عہد ساز
کارنامے" کے تبادلے میں ہمارے کان کھاتا رہا۔ آسکر ایوارڈ جیتنے والی اس کی فلم کا
کمال یہ ہے کہ اس کے ذریعے پاکستانی معاشرے کے ایک تاریک پہلو کو دنیا بھر میں
عام کیا گیا ہے اس کی فلم کو آسکر ایوارڈ کا مستحق اس لئے سمجھا گیا ہے کہ دنیا جان سکے کہ دنیا
میں جس "اسلامی نظریاتی ریاست" کا ڈنکا بجایا جاتا ہے وہاں کے وحشی مرد غیرت کے
نام پر اپنی بہو، بیٹیوں کو جان سے مار ڈالتے ہیں۔ ایسی فلمیں اہل مغرب کے ہاں لائق
تحسین ہیں جو مسلمان معاشروں کی خرابیوں کو اجاگر کرتی ہیں، شرمین عبید چنائے کی
"سیونگ فیس" بھی ایسی ہی ایک فلم تھی جس نے گواہی دی تھی کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان
کے مرد عورتوں کے چہروں پر تیزاب پھینک دیتے ہیں۔

میڈیا کی آزادی اور ایک قوم کی آزادی ہم معنی اور مترادف قرار دی جاتی
ہیں جبکہ جمہور حکمرانوں کے لئے آزاد میڈیا تو لائف لائن کی مانند ہوتا ہے۔ سمجھ میں نہیں
آرہا کہ لحمہ موجود کے جمہور حکمرانوں نے میڈیا کی آزادی سلب کر کے اپنے لئے مشکلات
کا سامان کیوں کیا ہے؟

(3 مارچ 2016ء روزنامہ اوصاف لاہور)

لیاقت باغ راولپنڈی
قومی تاریخ کا امین

محمد ریاض اختر

روالپنڈی کے دینی، سیاسی وسماجی حلقے اس بات پر متفق ہیں کہ جڑواں شہروں میں ممتاز قادری کے جنازے سے بڑا اجتماع خال خال ہی دیکھا گیا۔ اطمینان کی بات یہ ہے کہ کسی قسم کا کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہیں ہوا اور اجتماع مکمل طور پر پُرامن رہا۔ کوئی سوگوار لمحات ہوں یا دیگر تنظیمی سرگرمیاں، تاریخی واقعات کے مطابق 2007ء میں سابق وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کے الیکشن جلسہ میں اب تک ریکارڈ تعداد شریک رہی، تاہم یکم مارچ کو شرکائے جنازہ نے لیاقت باغ میں قومی تاریخ کا نیا باب رقم کر دیا۔

بشیر احمد کی بات سن لیں، راشد الیاس کا تبصرہ جان لیں، وسیم شیخ کے دعوے ایک طرف، محسن صغیر کا تجزیہ اپنی جگہ اور ندیم اقبال کے خیالات کی جداگانہ حیثیت، تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ جڑواں شہروں کے باسیوں نے لیاقت باغ حاضری سے اپنی

محبت اور عقیدت کا واضح ثبوت دے دیا۔

ممتاز حسین قادری کی رہائش مسلم ٹاؤن میں ہے۔ یہاں سے براستہ مری روڈ لیاقت باغ تک موٹر سائیکل پر مسافت دس سے بارہ منٹ کی ہے۔ پرسوں جنازے نے یہ سفر قریباً 3 گھنٹے میں طے کیا۔ سوا بارہ بجے سے شروع ہونے والا سفر پونے تین بجے تمام ہوا۔ یہ درست ہے کہ راولپنڈی لیاقت باغ کو تاریخی حیثیت حاصل ہے۔

وفاقی دارالحکومت کے جڑواں شہر کی پہچان ہی یہ پبلک پارک ہے۔ میٹرو بس منصوبہ کی تکمیل کے بعد شہر بالخصوص لیاقت باغ کی خوبصورتی کو مزید چار چاند لگ گئے۔ لیاقت باغ کے اطراف میں موتی محل سینما، گارڈن کالج، راولپنڈی پریس کلب، گورنر ہاؤس اور قدیم آریہ محلہ موجود ہے۔ لیاقت باغ کے اجتماع میں کبھی بھی کھانے پینے کا مسئلہ کسی سطح پر نہیں رہا۔

خطہ پوٹھوہار کے ماتھے کا جھومر راولپنڈی تاریخ میں اپنی جداگانہ شناخت اور حیثیت رکھتا ہے۔ یہ شہر بے مثال اس لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ جہاں اس کے ایک طرف ٹیکسلا جیسا قدیم اور تاریخی شہر آباد ہے، وہاں دوسری جانب پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد ہے۔

یوں تو راولپنڈی کی وجہ شہرت کا ذکر کئی حوالوں سے کیا جا سکتا ہے۔ شہر کے بیچوں بیچ تعمیر کی گئی اولین تفریح گاہ کمپنی باغ راولپنڈی بھی ہے جسے آگے چل کر لیاقت باغ کے نام سے مشہور ہو کر عالم گیر شہرت پانا تھی۔

تاریخ کے اوراق پلٹے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ 1936ء میں کمپنی باغ (لیاقت باغ) کے ساتھ اسلامیہ ہائی سکول کے گراؤنڈ پر قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی عدیم المثال جلسہ عام سے خطاب کیا تھا۔ یعنی راولپنڈی شہر کی تاریخ کا پہلا بڑا جلسہ عام آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے ہوا تھا۔ برصغیر کی تقسیم کے دوران فسادات میں

لیاقت باغ راولپنڈی
قومی تاریخ کا امین

محمد ریاض اختر

روالپنڈی کے دینی، سیاسی وسماجی حلقے اس بات پر متفق ہیں کہ جڑواں شہروں میں ممتاز قادری کے جنازے سے بڑا اجتماع خال خال ہی دیکھا گیا۔اطمینان کی بات یہ ہے کہ کسی قسم کا کوئی ناخوشگوار واقعہ رونما نہیں ہوا اور اجتماع مکمل طور پر پُرامن رہا۔کوئی سوگوار لمحات ہوں یا دیگر تنظیمی سرگرمیاں، تاریخی واقعات کے مطابق 2007ء میں سابق وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کے الیکشن جلسہ میں اب تک ریکارڈ تعداد شریک رہی، تاہم یکم مارچ کو شرکائے جنازہ نے لیاقت باغ میں قومی تاریخ کا نیا باب رقم کر دیا۔

بشیر احمد کی بات سن لیں، راشد الیاس کا تبصرہ جان لیں، وسیم شیخ کے دعوے ایک طرف، محسن صغیر کا تجزیہ اپنی جگہ اور ندیم اقبال کے خیالات کی جداگانہ حیثیت، تمام لوگوں کا اتفاق ہے کہ جڑواں شہروں کے باسیوں نے لیاقت باغ حاضری سے اپنی

محبت اور عقیدت کا واضح ثبوت دے دیا۔

ممتاز حسین قادری کی رہائش مسلم ٹاؤن میں ہے۔ یہاں سے براستہ مری روڈ لیاقت باغ تک موٹر سائیکل پر مسافت دس سے بارہ منٹ کی ہے۔ پرسوں جنازے نے یہ سفر قریباً 3 گھنٹے میں طے کیا۔سوا بارہ بجے سے شروع ہونے والا سفر پونے تین بجے تمام ہوا۔ یہ درست ہے کہ رالپنڈی لیاقت باغ کو تاریخی حیثیت حاصل ہے۔

وفاقی دارالحکومت کے جڑواں شہر کی پہچان ہی یہ پبلک پارک ہے۔میٹرو بس منصوبہ کی تکمیل کے بعد شہر بالخصوص لیاقت باغ کی خوبصورتی کو مزید چار چاند لگ گئے۔ لیاقت باغ کے اطراف میں موتی محل سینما، گارڈن کالج، راولپنڈی پریس کلب، گورنر ہاؤس اور قدیم آریہ محلہ موجود ہے۔لیاقت باغ کے اجتماع میں کبھی بھی کھانے پینے کا مسئلہ کسی سطح پر نہیں رہا۔

خطہ پوٹھوہار کے ماتھے کا جھومر راولپنڈی تاریخ میں اپنی جداگانہ شناخت اور حیثیت رکھتا ہے۔ یہ شہر بے مثال اس لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ جہاں اس کے ایک طرف ٹیکسلا جیسا قدیم اور تاریخی شہر آباد ہے، وہاں دوسری جانب پاکستان کا دارالحکومت اسلام آباد ہے۔

یوں تو راولپنڈی کی وجہ شہرت کا ذکر کئی حوالوں سے کیا جا سکتا ہے۔شہر کے بیچوں بیچ تعمیر کی گئی اولین تفریح گاہ کمپنی باغ راولپنڈی بھی ہے جسے آگے چل کر لیاقت باغ کے نام سے مشہور ہو کر عالم گیر شہرت پانا تھی۔

تاریخ کے اوراق پلٹے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ 1936ء میں کمپنی باغ (لیاقت باغ) کے ساتھ اسلامیہ ہائی سکول کے گراؤنڈ پر قائد اعظم محمد علی جناح نے بھی عدیم المثال جلسہ عام سے خطاب کیا تھا۔یعنی راولپنڈی شہر کی تاریخ کا پہلا بڑا جلسہ عام آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے ہوا تھا۔ برصغیر کی تقسیم کے دوران فسادات میں

سینکڑوں لوگوں نے اس باغ کو گوشۂ عافیت بنایا۔ ایوب دور میں پارک کو بسوں کے اڈے کے طور پر مختص کر دیا گیا تھا۔

بعد ازاں ذوالفقار علی بھٹو نے برسرِ اقتدار آنے کے بعد بس اڈہ پیرودھائی منتقل کر کے باغ کی تعمیرِ نو بھی کرائی اور یہاں ایک حصہ خواتین اور بچوں کے لئے بھی مخصوص کیا۔

وسیع و عریض رقبے پر پھیلے اس باغ کو اصل شہرت اس وقت ملی جب 1951ء میں پاکستان کے پہلے وزیرِ اعظم لیاقت علی خان کو اس پارک میں ہونے والے بڑے جلسے میں گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ یہ نو آزاد ملک کی قومی تاریخ میں پہلا سیاسی قتل تھا۔ چنانچہ لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد کمپنی باغ کا نام تبدیل کر کے لیاقت باغ رکھ دیا گیا ہے۔

لیکن ابھی لیاقت باغ کی زمین پر ایک اور وزیرِ اعظم کا خون گرنا تھا۔ دسمبر 2007ء میں سابق وزیرِ اعظم، پیپلز پارٹی کی چیئرپرسن محترمہ بے نظیر بھٹو کو الیکشن مہم کے آخری جلسے میں اس وقت شہید کر دیا گیا جب وہ لیاقت باغ میں ایک بہت بڑے جلسہ سے خطاب کر کے واپس جا رہی تھیں۔ دو وزرائے اعظم کے خون سے رنگین لیاقت باغ کی زمین اب تفریح گاہ سے زیادہ جلسہ گاہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

وسیع و عریض رقبہ پر پھیلا یہ باغ اپنے اندر لگ بھگ 30 ہزار لوگوں کو سمیٹ سکتا ہے۔ ہر بڑی سیاسی پارٹی لیاقت باغ کے سیاسی پنڈال کو بھرنے کے دعویٰ کرتی آئی ہے اور یہاں منعقد کئے گئے جلسے جلوس تاریخ کے دھارے بدلتے رہے ہیں۔ یہ سیاسی پنڈال پاکستان کی قومی تاریخ کا امین ہے۔

یکم مارچ کو ممتاز حسین قادری کی نمازِ جنازہ کے لئے بھی اسی جگہ کا انتخاب کیا گیا۔ جس قدر بڑی تعداد میں لوگوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی، اس کی نظیر اور مثال

ملنا مشکل ہے۔ ماضی میں جتنے بھی اجتماعات اس میدان پر ہوئے وہ صرف چار دیواری کے اندر ہی رہے، لیکن ممتاز حسین قادری کی نمازِ جنازہ کا جمِ غفیر لیاقت باغ کی دیواروں سے باہر اِرد گرد کے علاقوں تک پھیل گیا جس سے مری روڈ اور لیاقت باغ میں لوگوں کے سر ہی سر دکھائی دے رہے تھے۔

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور، 4 مارچ 2016ء)

آزاد میڈیا یا غلام؟

نوید مسعود ہاشمی

یکم مارچ کو ممتاز قادری شہید کے جنازے کا مثالی اجتماع کہ جس میں لاکھوں فرزندانِ توحید شامل تھے، نہ صرف یہ کہ انتہائی پرامن بلکہ مذہبی ہم آہنگی کی بھی بہترین مثال تھا۔ جنازے میں بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث علماء کے علاوہ لاکھوں عوام نے جس نظم وضبط اور رواداری کا مظاہرہ کیا، وہ بھی اپنی مثال آپ تھا۔

لیکن میڈیا بالخصوص الیکٹرانک چینلز نے مسلمانوں کے اس عظیم اجتماع کا مکمل بلیک آؤٹ کر کے یہ بات ثابت کر دی کہ الیکٹرانک چینلز کے پنڈت اور پردھان نہ تو پاکستانی قوم میں مذہبی آہنگی دیکھنا یا دکھانا چاہتے ہیں اور نہ ہی انہیں پرُامن لاکھوں کے اجتماع سے کوئی غرض ہے۔ انڈین اداکاروں اور بھانڈ میراثیوں کے "رت جگے" پر گھنٹوں گھنٹوں صرف کرنے والے الیکٹرانک چینلز "شرمین عبید چنائے" اور یورپ کی کوئین ملالہ یوسف زئی پر منٹوں، گھنٹوں یا دنوں نہیں بلکہ مہینوں اور سالوں میں بار بار پروگرام اور ٹاک شوز پیش کرنے والے الیکٹرانک چینلز نے ممتاز قادری کے پرُامن لاکھوں کے اجتماع والے جنازے پر مکمل خاموش رہ کر ثابت کر دیا کہ میڈیا آزاد نہیں بلکہ غلام ہے۔

ہاں، میڈیا آزاد ہے مگر اسلامی شعائر، مساجد و مدارس کے خلاف، اسلامی احکامات کے خلاف، میڈیا آزاد ہے، مگر پاکستان میں بے حیائی، فحاشی اور عریانی پھیلانے کے لئے، میڈیا آزاد ہے مگر سیکولر لادینیت اور لبرل شدت پسندی پھیلانے کے لئے، موم بتی مارکہ ڈالر خور این جی او کی چند عورتیں اور مرد اگر کراچی، لاہور یا اسلام آباد کی کسی سڑک پر ایک بینر لے کر بھی کھڑے ہو کر احتجاج کریں تو میڈیا کی دوڑیں لگ جاتی ہیں، ان ڈالر خور این جی اوز کے خواتین وحضرات کی اس چھوٹی سی "جلوسی" کو ایسے بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے کہ جیسے خدانخواستہ پاکستان میں بھونچال آگیا ہو۔

ابھی گزشتہ روز ہی دبئی سے واپس آکر کراچی میں پریس کانفرنس کرنے والے مصطفی کمال کی پریس کانفرنس کی ایسے لائیو کوریج کی گئی کہ جیسے مصطفی کمال کشمیر کے فاتح ہوں۔ مصطفی کمال کے خلاف نائن زیرو میں ہونے والی نعرہ بازی اور سرگرمیوں کی بھی لائیو کوریج کی گئی۔ بے حیائی اور فحاشی پر مبنی اشتہارات روز عوام کو دیکھنے پر مجبور کیا جاتا ہے مگر "پیمرا" کے کانوں پر جوں بھی نہیں رینگتی۔ فوج اور دیگر ملکی اداروں کے خلاف الیکٹرانک چینلز کے ٹاک شوز میں خوب پروپیگنڈا کیا جاتا ہے اور الیکٹرانک چینلز کے مالکان اظہار رائے کی آزادی کے نام پر اسے لائیو نشر کرتے ہیں اور "دہلی" کے غلام ایک الیکٹرانک چینل کے ٹاک شو میں بعض "فتنہ" پرور دانش فروش، علماء کرام کے خلاف روز بازاری جملے کستے ہیں مگر پیمرا کے سربراہ ابصار عالم اس کا نوٹس لینے کے لئے تیار نہیں۔ کیا اظہار رائے کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ سیکولر شدت پسند دانش فروش، سٹوڈیو میں بیٹھ کر قابل احترام علماء کرام کے خلاف جو چاہے بک دیں؟

موجودہ دور میں الیکٹرانک چینلز کے مالکان نے خبر، خبریت یا آگاہی کو پیچھے چھوڑ کر غیر ملکی آقاؤں کی خوشنودی کے لئے اپنے چینلز کو سیکولر لادینیت کے باقاعدہ مورچوں میں تبدیل کر دیا ہے۔ بلاتخصیص اور بلاوجہ علماء کرام کو مطعون کیا جا رہا ہے۔

دینی جماعتوں، دینی مدارس اور اسلامی عبادات کے خلاف کمپیین چلائی جارہی ہے۔ "ہر خبر پر نظر"، "سب سے پہلے"، "سب سے آگے"۔ یہ وہ جملے ہیں کہ جو ہر ٹی وی چینل اپنے لئے استعمال کرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یکم مارچ کو لیاقت باغ راولپنڈی میں ممتاز قادری شہید کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لئے جمع ہونے والا لاکھوں کا اجتماع، الیکٹرانک چینلز کی خبر کیوں نہ بن سکا؟ اس پُر امن لاکھوں کے مثالی اجتماع پر ٹاک شوز کیوں نہ کئے جا سکے؟

اگر "پیمرا" نے اس اجتماع کی کوریج پر پابندی عائد کی تھی، اس لئے چینلز نے اس اجتماع کی کوریج نہیں کی، تو پھر "پیمرا" نے تو چینلز پر اور بھی بہت سی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ "پیمرا" کی ان پابندیوں کو "چینلز" قبول کرنے کے لئے تیار کیوں نہیں ہیں؟ حکومت، الیکٹرانک چینلز اور پیمرا لگتا ہے کہ اسلام پسندوں کے خلاف ایک صفحے پر متحد ہیں۔ ملک کو زبردستی سیکولر بنانے کی کوششیں عروج پر پہنچ چکی ہیں۔

ممتاز قادری کے جنازے میں لاکھوں کے اجتماع کو مکمل طور پر نظر انداز کر کے الیکٹرانک چینلز نے پاکستان کے اُنیس کروڑ عوام کے سامنے اپنے آپ کو مکمل طور پر ایکسپوز کر دیا۔ میں نے عوام کی بات اس لئے لکھی ہے، کیونکہ عوام میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں۔ گزشتہ روز کراچی کے کورنگی میں ایک عیسائی ٹیچر سے ملاقات ہوئی، اس عیسائی ٹیچر نے الیکٹرانک چینلز کے اس برے کردار پر بڑے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ میڈیا بالخصوص چینلز نے ممتاز قادری کے لاکھوں کے اجتماع کو نظر انداز کر کے ملک کی اکثریتی مسلمان آبادی کو جس احساس محرومی سے دوچار کیا ہے، اس کے نتائج تباہ کن برآمد ہوں گے۔

اس عیسائی ٹیچر کا کہنا تھا کہ میڈیا کے مکمل بلیک آؤٹ کے باوجود اگر اپنے پیسے خرچ کر کے ملک بھر سے لاکھوں لوگ راولپنڈی میں اکٹھے ہوئے تو یہ اس بات کی

علامت ہے کہ الیکٹرانک چینلز عوام میں اپنا اعتبار یا وقار مکمل طور پر کھو چکے ہیں اور پاکستانی عوام یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ "الیکٹرانک چینلز" ڈورنز کی طرح امریکی ہتھیار ہیں، جن کو صرف اور صرف اسلام، نظریہ پاکستان اور اسلام پسندوں کے خلاف وقتاً فوقتاً استعمال کیا جاتا ہے۔

شرم آنی چاہئے ان اینکرز، اینکرنیوں اور دانش فروشوں کی فوج ظفر موج کو جو "کترینہ کیف" کے ٹھمکوں، ثانیہ مرزا کی شادی، ملالہ یوسف زئی اور شرمین عبید چنائے پر تو بار بار پروگرام کرتے ہیں مگر عاشق رسولؐ غازی ممتاز قادری پر ٹاک شوز کرتے ہوئے ان کی پتلونیں گیلی ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ انہیں عوام نے یہ کہتے ہوئے متعدد بار سنا کہ وہ سچی اور کھری بات کرتے ہیں، مگر ممتاز قادری کے جنازے کے عظیم اجتماع کا "سچ" بیان کرتے ہوئے ان کی زبانیں لرزاں ہیں۔ وہ اتنے چھوٹے، کھوٹے، جھوٹے اور کم ظرف نکلے کہ پُر امن، اشک بہاتے لاکھوں کے مثالی اجتماع کو خراجِ تحسین بھی پیش نہ کر سکے۔

انسانی حقوق کے نام پر سیاپا ڈالنے والی این جی اوز بھی ایسی تنگ نظر نکلیں کہ لاکھوں عوام کے انسانی حقوق کو میڈیا اور پیمرا کے ہاتھوں پامال ہوتے دیکھ کر بھی انہوں نے انسانیت کے ناطے ہی سہی، مگر انسانوں کے حق میں آواز بلند کرنا بھی گوارہ نہ کیا۔ یہ سب دکاندار ہیں، بودے ہیں، کم ظرف، دھوکے باز اور تماشہ گر ہیں۔ انہیں ڈالر خور این جی اوز کے چند خواتین و حضرات کا تو خیال ہے، مگر عوام کا کوئی پاس نہیں۔ یہ "آزاد" نہیں، غلام ہیں۔ امریکہ، یورپ اور دہلی کے غلام، اپنی خواہشات اور بے پناہ آسائشات کے غلام۔ (روزنامہ نوائے وقت، لاہور 5 مارچ 2016ء)

ملک ممتاز حسین قادری شہید اور نواز حکومت

میر افسر امان

ملک ممتاز حسین قادری شہید کو رات کے اندھیرے میں پھانسی دے دی گئی۔ سلمان تاثیر جو کہ پنجاب کا گورنر تھا شہید اس کے ساتھ سیکورٹی کی ڈیوٹی انجام دیتا تھا۔ سلمان تاثیر نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ اس پر شہید نے اسے قتل کر دیا تھا اور اپنے آپ کو قانون کے حوالے کر دیا تھا۔ اس قتل کے جرم میں شہید کو پھانسی کی سزا سنائی گئی تھی۔ سلمان تاثیر ہمیشہ اسلام اور اسلام کے عقائد پر تنقید کرتا تھا، اس کو اس کے دوستوں نے کئی دفعہ سمجھایا بھی تھا مگر سلمان تاثیر پر مغربی آقاؤں کی آشیر باد ہمیشہ غالب رہتی تھی۔ اس کا کیس نچلی عدالت سے اعلیٰ عدالت تک گیا۔ شہید کو انگریزی قانون شہادت کے مطابق پھانسی دی گئی تھی جو اسلامی قانون کی روح کے مطابق نہیں تھی۔ اگر ملک میں اسلامی عدلیہ کا نظام ہوتا تو شہید کو بری کر دیا جاتا۔ ہماری عدالتیں پارلیمنٹ سے پاس شدہ قانون کے مطابق فیصلے کرنے کی پابند ہیں۔ اسی لیے پاکستان کی

اسلامی جماعتیں ملک میں اسلامی شہریت کے لیے زور لگاتی رہتی ہیں مگر عوام نے ہمیشہ اسلامی کی روح سے ناواقف لوگوں کو ہی ووٹ دیئے۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو آزادی ہے مگر اللہ کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والوں کو ایسے ہی پھانسیوں پر لٹکا دیا جاتا ہے۔ بلکہ اب تو فیشن بن گیا ہے کہ پاکستان میں اللہ کے رسول ﷺ کی شان میں غیر مسلم گستاخی کرتے ہیں اور مغرب سے مرعوب حکمران ان کو برطانیہ، جرمنی اور امریکہ بھیج دیتے ہیں۔ مغرب کی فنڈز اور اسلام بیزار این جی اوز اس کام میں پیش پیش ہیں۔ اس میں قادیانی لابی بھی شامل ہے جو پاکستان کو کمزور کرنے والے ہر موقعہ کی تلاش میں رہتی ہے تاکہ پاکستان کے اسلامی آئین کو ختم کریں جس میں قادیانیوں کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ پاکستان کے سیکولر طبقے اسلام کے نام سے الرجک ہیں اور ہر وقت اسلامی جمہوریہ پاکستان کے اسلامی نام کو ختم کرنے کا بیڑا اٹھایا ہوا ہے۔ پاکستان اسلام کے نام سے بنا تھا۔ قائداعظم نے کہا تھا کہ ہم پاکستان میں اسلام کے قوانین کو رواج کر کے ایک فلاحی حکومت قائم کریں گے۔ مگر مغرب سے مطلوب ایک طبقہ جو کو مغرب کی مادر پدر آزادی سے لگاؤ رکھتا ہے پاکستان کو سیکرلز بنانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ اگر یہی بات ہوتی تو ہندوستان سے علیحدہ ملک بنانے کی کیا ضرورت تھی؟ قائداعظم نے اس بنیاد پر ایک علیحدہ وطن کی بنیاد رکھی تھی اور قائداعظم نے کہا تھا کہ ہندوستان میں دو قومیں رہتی ہیں دونوں کے مذہب علیحدہ ہیں۔ ایک مسلمان اور دوسرے ہندو۔ ان کے عقائد جدا ہیں۔ ایک قوم بتوں کی پوجا کرتی ہے تو دوسری توحید پر عمل پیرا ہے۔ دونوں قوموں کے ہیرو تک جدا جدا ہیں۔ اسی بنیاد پر برصغیر کے مسلمانوں نے "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ" کا نعرہ لگا کر مملکت خداداد پاکستان حاصل کر لیا تھا۔ اگر یہاں اسلام کا قانون نافذ ہوتا، تو نہ سلمان تاثیر رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا اور نہ شہید اُسے قتل کرتا۔ مسلمانوں کے لیے اللہ کے بعد

رسول اللہ ﷺ محترم ہیں۔ ان کے لیے کہ دین اسلام کا ماخذ کا رسول اللہ ﷺ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں گستاخ رسول کی سزا موت تھی جس کو اسلامی دنیا میں 1400 برس تک برقرار رکھا گیا تھا۔ کعب بن اشرف اور ابورافع یہودی کو رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر قتل کیا گیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر عبداللہ بن خطل کو بھی رسول اللہ ﷺ کے کہنے پر قتل کیا گیا تھا۔ (صحیح بخاری)

قرآن کی تعلیمات کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے بے انتہا محبت کرتے تھے۔ اپنی جان، مال اولاد اور دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتے تھے۔ ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن کو اس لیے قتل کر دیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں سب وشتم کرتی تھی۔ (سنن نسائی، سنن ابی داود)

اس کے علاوہ اور بھی واقعات ہیں جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گستاخ رسول اللہ کو قتل کیا تھا۔ اسلامی تاریخ میں مسلمان حکمرانوں نے اس پر ہی عمل کیا اور گستاخ رسول کو قتل کی سزا دی گئی۔ اور اگر کسی مسلمان فرد نے گستاخ رسول کو ختم کیا تو مسلمانوں حکمرانوں نے اس کو کوئی بھی سزا نہیں دی۔ برصغیر میں قائداعظم نے غازی علم الدین کا مقدمہ لڑا اور اسے بچانے کی کوشش کی۔ اقبال نے حسرت سے کہا تھا کہ "ہم جیسے لوگ سوچتے ہی رہ گئے اور بڑھیوں کا لڑکا بازی لے گیا"۔ یہ ہے شاتم رسول اللہ کے حوالے سے مسلمانوں کی روایات۔ سلمان تاثیر نے غیر مسلمہ سزا یافتہ شاتمہ رسول اللہ سے اظہار محبت و یکجہتی، ہمدردی اور توہین رسالت کے قانون کو ظالمانہ اور کالا قانون کہا تھا اور اسے منسوخ کرانے کا عندیہ ظاہر کیا تھا تو لوگوں میں اشتعال پھیل گیا تھا۔ علماء نے اس کے خلاف توہین رسالت کے فتوے دیئے تھے۔ اور توبہ کا مطالبہ بھی کیا تھا مگر سلمان تاثیر برسر عام میڈیا پر اپنے موقف کو دہراتا رہتا تھا۔ لوگوں نے مقدمہ قائم کرنے کی کوشش کی مگر پولیس نے استثنٰی کی بنیاد پر مقدمہ قائم نہ کیا تو پھر ملک ممتاز حسین قادری شہید نے رسول

اللہ ﷺ کی محبت اور ایمانی جوش میں آ کر اسے قتل کر دیا۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تمام علماء نے متفقہ فیصلہ دیا تھا کہ شہید نے شاتم رسول اللہ ﷺ کو سلمان تاثیر کو قتل کر کے کوئی جرم نہیں کیا۔ مگر مغرب زدہ حکمرانوں، سیکولر اور مغربی فنڈ ڈاین جی اوز نے شہید کی سزا کی تائید کی جو اسلام کے خلاف ہے۔

راولپنڈی لیاقت باغ میں عاشق رسول اللہ کا جنازہ حکومت کے خلاف ریفرنڈم ثابت ہوا ہے۔ لیاقت باغ سے مری چوک تک صف بندی میں ہر مسلک کے لاکھوں لوگ شامل ہوئے ہیں۔ ملک بھر سے لوگوں کا جم غفیر اُمنڈ آیا تھا۔ طلوع آفتاب سے پہلے ہی لیاقت باغ بھر گیا تھا۔ سینکڑوں ٹن پھولوں کی پتیاں نچھاور کی گئیں۔ جڑواں شہر غلامی رسول میں موت بھی قبول ہے کے نعروں سے گونجتا رہا۔ معروف شخصیت پیر سید حسین الدین شاہ نے امامت کی۔ سراج الحق، مفتی منیب الرحمان، ثروت قادری، ابوالخیر زبیر، اویس نورانی، صاجزادہ حامد رضا، کوکب نورانی سمیت پورے ملک کی دینی جماعتوں کے نمائندوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ بہرحال نواز حکومت نے اپنی سلطنت کے خاتمے کی الٹی گنتی شروع کر دی ہے۔ اللہ جناب ملک ممتاز حسین قادری شہید کی شہادت قبول فرمائے اور مسلمانوں کو ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کی توفیق بخشے آمین۔

(روزنامہ اوصاف، لاہور، 5 مارچ 2016ء)

ایک اور غازی شہید ہو گیا

محمد ناصر اقبال خان

4 جنوری 2011ء کو میں برادرم اقبال سندھو اور وفاقی وزیر کامران مائیکل کے ہمراہ لندن میں تھا جس وقت سابق گورنر پنجاب کے قتل کی اطلاع موصول ہوئی۔ مقتول گورنر کو اس کے متنازعہ اور اشتعال انگیز بیانات کے سبب پنجاب پولیس کے ایک اہلکار ممتاز حسین قادری نے موت کے گھاٹ اتارا اور وہاں گرفتاری بھی دے دی۔ سابق گورنر کے قتل کو اس کی جماعت نے سازش بنانے کی بہت کوشش کی گئی مگر کامیاب نہیں ملی۔ سابق گورنر نے ناموس رسالت ﷺ قانون میں تبدیلی بارے کوئی سنجیدہ اور مثبت تجویز نہیں دی تھی بلکہ موصوف نے نجی و سرکاری میڈیا پر مسلسل اس قانون کو تنقید اور توہین کا نشانہ بنایا۔ راقم نے ان دونوں "گورنر پنجاب ہوش کریں" کے عنوان سے کالم لکھا تھا مگر وہ ہوش میں آیا اور نہ ریاست سمیت کسی عدالت نے کوئی ایکشن لیا جس پر ممتاز حسین قادری کو جوش آ گیا۔ ریاست کی مجرمانہ خاموشی اور انتظامی ناکامی نے ممتاز حسین قادری کو قاتل بنا دیا۔ اگر غازی ممتاز حسین قادری یا کوئی دوسرا عام شہری کسی تھانہ میں جاتا تو کیا ایف آئی آر درج ہوتی، ہرگز نہیں۔ سابق گورنر 10 دسمبر 2010ء کو بھی بغیر بتائے

بیرون ملک گیا تھا اور صوبہ پنجاب کے گورنر کا عہدہ کئی روز تک خالی رہا تھا جبکہ پنجاب اسمبلی کے سپیکر رانا اقبال خاں کی طرف سے سابق وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کو لکھے گئے مکتوب کے باوجود سابق گورنر کی اس آئین و قانون شکنی پر کوئی قانونی کارروائی نہیں کی گئی تھی کیونکہ ہمارے ہاں قانون شکنی کی صورت میں قانون کا ہنٹر صرف کمزوروں کی چمڑی ادھیڑتا ہے۔ انصاف کی عدم دستیابی سے انتقام کا راستہ کھلتا ہے۔ ممتاز حسین قادری اس وقت کے گورنر پنجاب کو قتل کرنے سے قبل پاکستان کا ایک عام اور گمنام آدمی تھا جبکہ پاکستان کا حکمران طبقہ عام آدمی کو اچھوت سمجھتا ہے مگر سراپا رحمت حضرت محمد ﷺ سے نسبت اور والہانہ محبت نے انہیں شہادت کے اعلیٰ مقام سے ہمکنار اور سرفراز کر دیا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ "ہمارے جنازے فیصلہ کریں گے کہ حق پر کون تھا؟" ایک بزرگ فرماتے ہیں: "جس کی قبر زندہ ہے وہ زندہ ہے۔"

جنازہ کے ساتھ ساتھ قبروں سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ حق پر کون تھا۔ ملعون راج پال کو جہنم واصل کرنے والے غازی علم الدین شہید کی قبر آج بھی زندہ ہے اور یقیناً غازی ممتاز حسین قادری کی قبر بھی زندہ رہے گی۔

میں چیلنج کرتا ہوں کہ ایک طرف نوے برس قبل جام شہادت نوش کرنے والے غازی علم الدین شہید کی قبر کشائی کی جائے اور دوسری طرف کسی ملعون کی قبر کھودی جائے تو سچائی تک رسائی آسان ہو جائے گی۔ آج بھی ہزاروں عالم دین ایک علم دین شہید کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ عمل کے بغیر علم کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔

ہمارے ہاں جو سورۃ اخلاص کی تلاوت نہیں کر سکتا وہ بھی اسلامی شریعت پر نکتہ چینی کر کے معاشرے میں بے چینی اور اضطراب پیدا کرنے میں آزاد ہے۔ اگر کسی کو قتل کرنا انتہا پسندی ہے تو دوسروں کے مذہبی عقیدے پر ضرب لگانا یعنی انہیں اضطراب اور مشتعل کرنا اس سے بھی بڑی شدت پسندی ہے۔ اگر ممتاز حسین قادری کے

پاس کسی کو قتل کرنے کا اختیار نہیں تھا تو مقتول کو عدالت سے سزا یافتہ آسیہ بی بی کو بے
گناہ و بے بس قرار دینے اور متفقہ قانون پر اشتعال انگیز تبصرے کرنے کا حق کس نے
دیا تھا۔ سابق گورنر کو صرف اس سزا یافتہ خاتون کے ساتھ ہمدردی کیوں تھی، اس وقت
اور بھی ہزاروں بے بس اور بے گناہ قیدی جیل کی کال کوٹھڑیوں میں بند ہوں گے۔ شرعی
قوانین پر مستند علماء کے درمیان بحث ہو سکتی ہے یا پارلیمنٹ کے اندر تجاویز پیش کی
جا سکتی ہیں مگر کسی کو شرعی قوانین کی توہین کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔ جس وقت سابق گورنر
میڈیا پر ناموس رسالت کے متفقہ قانون کو متنازعہ بنانے کی سر توڑ کوشش کر رہا تھا اگر
اس وقت ریاستی قانون نے اسے گرفت میں لیا ہوتا تو قانون کا محافظ ممتاز حسین قادری
قانون شکن کا ارتکاب نہ کرتا۔

اربابِ اقتدار کے مطابق غازی ممتاز حسین قادری شہید کو قانون کی رٹ کے
لئے تختہ دار پر لٹکا دیا گیا جبکہ سرور کونین حضرت محمد ﷺ کی شان میں ناپاک حملے کی
جسارت کرنے والے کئی ملعون پچھلی کئی دہائیوں سے کال کوٹھڑیوں میں ہمارے پیسوں پر
پل رہے ہیں۔ غازی ممتاز حسین قادری شہید کے ہاتھوں جو شخص مارا گیا اس کے ساتھ
ان کی کوئی ذاتی رنجش یا عداوت نہیں تھی انہوں نے عشق رسول ﷺ کا تقاضا پورا کرتے
ہوئے اپنا فرض اور قرض ادا کیا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کروڑوں پاکستانیوں میں سے
انہیں اس کام کے لئے منتخب کیا تھا اور ان کے نام کی طرح ان کے کام نے بھی انہیں
اپنے عہد کے مسلمانوں میں ممتاز و محبوب بنا دیا۔ غازی ممتاز حسین قادری شہید کے خلاف
دہشت گردی کی دفعہ درست تھی اور نہ انسداد دہشت گردی میں ان کی سماعت کیونکہ شرعی
معاملات صرف شرعی عدالت میں سنے جا سکتے ہیں۔ غازی ممتاز حسین قادری شہید کے
ہاتھوں مارے جانے والے شخص کی نماز جنازہ کے لئے جید علماء میں سے کوئی تیار نہیں
ہوا جبکہ غازی ممتاز حسین قادری شہید کی نماز جنازہ کی امامت کرنا پاکستان کے سبھی ممتاز

علماء کی آرزو تھی۔ پاکستان سمیت دنیا بھر کے متعدد ملکوں میں انتخابات کے دوران کئی
لوگ مارے جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کی پارٹی کا پوسٹر یا پرچم پھاڑنے یا مدمقابل
سیاست دان کو گالی دینے پر یا جعلی ووٹ کاسٹ کرنے پر کئی افراد کو موت کے گھاٹ
اتار دیا جاتا ہے، دنیا کے متعدد ملکوں میں توہین مذہب کی سزا موت ہے تو ناموس
رسالت کی حفاظت کے لئے کسی ملعون کو جہنم واصل کیوں ضروری نہیں؟

(5 مارچ 2016ء روزنامہ اوصاف لاہور)

وہ اکیلا گیا تختہ دار تک گیا

سید مبشر الماس

محوِ حیرت ہوں۔ کیا لکھوں؟ اور کیسے لکھوں؟ معاشرہ دو حصوں میں بٹ چکا ہے۔ سوچیں تقسیم کر دی گئی ہیں۔ ایک طرف سیکولر ازم اور روشن خیالی ہے تو دوسری طرف مذہب کے ساتھ عقیدت رکھنے والے افکار، روشن خیالی اور مذہبی افکار کی ہمیشہ سے ہی آپس میں جنگ چلی آ رہی ہے۔ دنیا کے مختلف معاشروں کے عروج و زوال پر اگر نظر دوڑائی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر معاشرہ ہی اس کشمکش کا شکار رہا ہے۔ کبھی روشن خیال طبقات نے پذیرائی حاصل کی تو کبھی تقدیر نے مذہب سے عقیدت رکھنے والوں کو عروج بخشا۔

عروج و زوال کی یہ کہانی اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ انسان قدیم ہے۔ تاریخ سے پہلے کی تاریخ کے اوراق بھی اسی کہانی سے بھرے پڑے ہیں، مگر ان ساری داستانوں میں ایک کردار ہمیشہ سے انوکھا، عجیب اور لازوال دکھائی دیتا نظر آ رہا ہے اور وہ کردار ہے کہ عقیدت کے نام پر موت کو گلے لگانے والے عشاق کا کردار!

غازی علم دین شہید کا واقعہ ہو یا ممتاز قادری کو تختہ دار پر لٹکائے جانے کی داستان۔ یہ اپنے اندر ایک ایسا سوال رکھتی ہے جسے سوچ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے

ہیں۔ عشق، عقیدت، ناموس اور محبت کے نام پر اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والے یہ لوگ عالم دین نہیں ہوتے، صوفی نہیں ہوتے، پیر نہیں ہوتے، زہد و ریاضت کے دعویدار نہیں ہوتے مگر اس کے باوجود وہ علماء، خطباء، صوفیا اور پیروں کے خطابات اور تقاریر سن کر اپنے اندر قربانی کا جذبہ پیدا کر لیتے ہیں اور اسی جذبے کے پیش نظر یہ عظیم لوگ تاریخ کے چہرے پر ایک ایسے نقوش منقش کر جاتے ہیں جنہیں جابر سے جابر سلطان بھی مٹا نہیں سکتا۔

اس سارے پس منظر کا افسوس ناک منظر یہ ہوتا ہے کہ عقیدت کے نام پر جان قربان کرنے والا وہ اکیلا وجود خود تختہ دار تک پہنچتا ہے۔ اس کی موت کے ساتھ کوئی دوسرا شخص اپنی جان قربان کرنے کی ہمت نہیں کر پاتا۔ ایسے میں واعظوں کے وعظ حلق میں اٹک جاتے ہیں، علماء کی تقریریں دم توڑ جاتی ہیں، خطباء کے خطاب گونگے ہو جاتے ہیں اور سب زندگی کی شاہراہ پر رواں دواں خیالات کے ساتھ بس اس بات پر اکتفا کرتے ہیں کہ وہ بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ قربانی دینے والے کے جنازے میں بڑی تعداد میں شریک ہوتے ہیں، نعرے لگاتے ہیں اور اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ محبت و عقیدت کے نام پر قربانی دینے والے نے عظیم مرتبہ حاصل کر لیا ہے۔ کوئی آگے بڑھ کر وہ پھندا اپنی گردن میں ڈالنے کی جسارت نہیں کرتا جس پھندے پر وہ اکیلا جھول جاتا ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ نہ غازی علم دین شہید کے پھندے کو کسی نے اپنے ہاتھ میں لے کر اس خواہش کا اظہار کیا اور نہ ہی ممتاز قادری کی سولی پر خود کو چڑھانے کی کسی نے جسارت کی۔ آج ممتاز قادری کے حق میں نعرے لگانے والے نہ جانے اس بات کا ادراک کیوں نہیں کرتے کہ آخر وہ لحد میں کیوں اتر گیا؟ اور آپ زندہ کیسے ہیں؟ کیا آپ اسلام سے عقیدت نہیں رکھتے؟ کیا آپ کے دل میں قربانی کا جذبہ نہیں ہے؟ کیا آپ کا

سینہ عشق سے معمور نہیں ہے؟ یا آپ صرف وعظ کرنے اور تقریریں کرنے پر مامور ہیں؟ یا پھر آپ کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ آپ تختہ دار پر لٹکنے والے جنازے میں شرکت کر کے یہ سمجھتے ہیں کہ آپ نے عشق کا حق ادا کر دیا؟

یہ تو ایک کھلا تضاد ہے۔ سوچ کا تضاد، افکار کا تضاد، یہ تو بزدلی ہے کہ ہم جان نہیں دے سکتے۔ ہاں اگر کوئی جان دے دے تو اس کے گُن گا سکتے ہیں۔

تعجب ہے ایسے چلن پر اور حیرت ہے ایسی پالیسی پر۔ تاریخ خاموش ہے! مؤرخ بے زبان ہے! اور حالاتِ حاضرہ اس پر مہرِ تصدیق ثبت کر رہے ہیں کہ

وہ اکیلا گیا تختۂ دار تک
اور نمازِ جنازے میں سب لوگ تھے

(اوصاف، سنڈے میگزین، 6 مارچ 2016ء)

غازی علم الدین شہید کا ہمسفر
غازی ممتاز حسین قادری شہید

میاں اشرف عاصمی

مورخ جب تاریخ لکھے گا کہ غازی علم دین شہید کو پھانسی انگریز، حکومت نے دی تھی اور غازی ممتاز قادری کو پھانسی اسلامی جمہوریہ پاکستان کی اسلام نواز، نواز شریف کی حکومت نے دی تھی۔ غازی علم دین شہید کے وکیل قائد اعظم محمد علی جناح تھے اور غازی ممتاز حسین قادری شہید کے وکیل جناب خواجہ محمد شریف سابق چیف جسٹس لاہور لائی کورٹ اور جسٹس (ر) نذیر اختر صاحب تھے اور نواز شریف کی حکومت تھی اور پیر محمد کرم شاہ الازہری جیسی عظیم شخصیت کے لختِ جگر اس حکومت میں وفاقی وزیر مذہبی امور تھے۔

ممتاز قادری شہید کو اللہ پاک نے نبی پاک ﷺ کے طفیل عظیم رفعتیں عطا فرمائیں۔ لیکن نواز حکومت نے امریکی ایجنڈے کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ ریمنڈ ڈیوس کو رہا کرنے والوں نے عاشق رسول ﷺ کو پھانسی دے دی۔ اللہ پاک غازی ممتاز قادری شہید کو نبی پاک ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے۔

تمام اہل اسلام سے گزارش ہے کہ جذبہ ایمانی کا مظاہرہ ضرور ہونا چاہیے لیکن تھوڑا پھوڑا اور اپنے ہی لوگوں کو تکلیف میں مبتلا کرنے سے ہمیں گریز کرنا چاہیئے۔ نبی پاک ﷺ کے عاشقوں کی شہادتوں والی فہرست میں ایک اور رسول ﷺ کے عاشق کا نام شامل ہوگیا۔

کہا جاتا ہے کہ ممتاز قادری اگر نبی پاک ﷺ کی محبت سے سرشار تھا تو پھر سزائے موت کے خلاف انہوں نے اپیل کیوں کی۔ یہ ہی الزام غازی علم الدین شہید کے اوپر لگایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ غازی علم دین کا عشق اُن کو پھر اپیل کرنے سے کیوں روک نہ سکا۔ درحقیقت بات یہ ہے کہ ممتاز قادری کے چاہنے والوں نے نبی پاک ﷺ کی محبت میں سرشار عوام نے ممتاز قادری کو اپیل کے لئے بمشکل آمادہ کیا ایسی صورت حال ہی غازی علم دین شہید کے ساتھ محبت کرنے والوں کی تھی کہ قائداعظم جیسا عظیم قانون دان اُن کی جانب سے پیش ہوا تھا۔

ممتاز قادری کے معاملے میں ہمیں کچھ سوالات کا جواب چاہیے ہوگا۔ جب ممتاز قادری نے یہ عمل کیا گیا کہ اُس وقت تک ریاست نے اس شخص کے خلاف کوئی کارروائی کی تھی جو کہ سرعام توہین رسالت کے قانون کا مذاق بنا رہا تھا اور اس خاتون کو پاس بٹھا کر پریس کانفرنس کر رہا تھا کہ یہ کالا قانون ہے اور جرم کی مرتکب خاتون آسیہ بی بی بے گناہ ہے۔

کیا سلمان تاثیر عدالت لگائے بیٹھا تھا کہ وہ بطور جج اس طرح کا فیصلہ سنا رہا تھا اور پھر سلمان تاثیر نے یہاں تک کہا تھا کہ وہ زرداری سے ملاقات کر کے اس خاتون کو ملنے والی سزا ختم کروا دے گا۔ اب اگر ہم بطور مسلمان اپنے عقیدے کو دیکھیں تو ہمارا اس بات پر راسخ ایمان ہے کہ ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ امر بھی پیش نظر رہنا چاہیئے کہ کائنات میں صرف ایک ہستی ایسی ہے کہ جس

کی عزت وحرمت اور مقام کے حوالے سے خالق کائنات خود نبی پاک ﷺ کی شان کے دشمنوں کو وعید سناتا ہے اور جس وقت بھی نبی پاک ﷺ کی ذات پاک کو ایذا پہنچائی گئی۔ رب پاک نے خود اس حوالے سے اپنا فرمان جاری کیا۔ نبی پاک ﷺ کی عزت وحرمت کی حفاظت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے اور ایسا کر کے مومن مسلمان اپنے رب کی سنت ادا کرتا ہے جو رب یہ کہتا ہے کہ اے نبی ﷺ اگر میں تمہیں پیدا نہ کرتا تو کچھ بھی پیدا نہ کرتا حتیٰ کہ اپنے وجود کا اظہار نہ کرتا۔

نبی پاک ﷺ کی عزت وحرمت کی حفاظت کے حوالے سے ایک مسلمہ قانون جس پر تمام مسلمان پر مکمل طور پر متفق ہیں اور وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والوں کے لیے ایک ہی سزا ہے کہ اُن کا سرتن سے جدا کر دیا جائے۔ جو رب اپنے پیارے محبوب ﷺ کی شان مبارک کے حوالے سے اس طرح مخلوق سے مخاطب ہے کہ اپنی آوازیں تک بھی نبی ﷺ کی آواز سے اونچی نہ کرو، کہیں تمہارے تمام اعمال ضائع نہ کر دیئے جائیں۔ جو رب اپنے محبوب ﷺ کو کہتا ہے کہ بے شک تمہارا دشمن بے نام ونشان رہے گا۔ جس طرح کی شخصیت نبی پاک ﷺ کی ہے اُس لحاظ سے اُن ﷺ کی عزت وتکریم کی حفاظت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُس شخص کا سرتن سے جدا کر دیا جس نے یہ کہا تھا کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے فیصلہ کروایا ہے جو کہ مجھے پسند نہیں ہے آپ رضی اللہ عنہ میرا فیصلہ فرمادیں۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسے شخص کی جان لے لی جو کہ نبی پاک ﷺ کے بطور جج کیے گئے فیصلے کو مان نہیں رہا تھا۔ اگر ہم 295-سی تعزیرات پاکستان کی شق کا جائزہ لیں تو یہ بات ظاہر ہے کہ نبی ﷺ کی ناموس کے خلاف بولنے والوں کو سزائے موت کا

حکم ہے۔ پاکستان میں تمام فقہ کے ماننے والے مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ سلمان تاثیر کا جو ردعمل تھا اگر تو ریاست اس حوالے سے اپنا کردار ادا کرتی تو پھر تو بات یہاں تک نہ پہنچتی۔ جس عمل کے حوالے سے حضرت اقبال نے غازی علم دین شہید کے لیے بھرپور تحریک چلائی۔ اُس کام کو خلافِ دین خلافِ قانون کیسے کہا جاسکتا ہے۔ مجلس ملی شرعی جس میں تمام مسالک کے بلند پایہ علماء شامل ہیں نے متفقہ طور پر ممتاز قادری کی حمایت کی تھی۔

جو عمل 1929 کو غازی علم دین کی سزا کے حوالے سے درست تھا اُس وقت کو انگریز متحدہ ہندوستان پر براجمان تھا اب وہی موقف غلط کیسے کہ ممتاز قادری کو سزائے موت۔ انگریز جج اور پاکستانی ججوں کے افعال میں اتنی یکسانیت خدا کی پناہ جس معاشرے میں انصاف ملنے سے پہلے مظلوم مرجاتا ہے اُس معاشرے کے جج صاحبان کو غازی ممتاز کے معاملے میں قانون کی بالادستی کا خیال کھائے جارہا ہے اور ان بدبختوں کو نبی پاک ﷺ کی عزت وتوقیر کی کوئی پروا نہیں۔ جو عدالتیں ریمنڈ ڈیوس جیسے سفاک قاتل کو معاف کرسکتی ہیں اُن کو واقعی یہ حق ہے کہ وہ انگریز کی پیروی کرتے ہوئے غازی علم دین شہید کی طرح ممتاز قادری کو بھی پھانسی کی سزا دیتیں۔

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

عاشق مصطفےٰ ﷺ کو شہادت مبارک ہو۔ غازی علم دین کے ساتھی کو نبی پاک ﷺ کی شفاعت نصیب ہو۔ جتنی رفعتیں نبی پاک ﷺ کی محبت کی بدولت ممتاز قادری کو مل چکی تھیں وہ اگر رہا ہو جاتا تو کیسے جی پاتا۔ (روزنامہ طاقت، لاہور)

بابِ ششم

مناقب

(شعراء کا منظوم خراجِ تحسین)

منقبت (1)

لم دین محبت قادری ممتاز سمجھا ہے
ستارہ اس کا دمکا ہے مقدر اس کا چمکا ہے
جو حفظِ حرمت سرکارِ والاؐ کا حوالہ ہے
گروپ غیرت ہے اس کے خوں کا، یہ دنیا نے دیکھا ہے
حقیقی عاشق و شیدائے سرکارِ مدینہؐ ہے
وہ ہے سرخیل اربابِ ولا، اللہ والا ہے
مقامِ سرورِ کونینؐ اس بندے پہ افشا ہے
یہ اعزاز اس کو زیبا ہے، یہ تمغا اس پہ سجتا ہے
مرا ممدوح، آقاؐ کے مراتب کا شناسا ہے
تھا ماضی بھی اسی کا اور اسی کا حال و فردا ہے
جو تاثیر ارتدادی دیکھ کر ممتازؒ بپھرا ہے
عمر فاروقؓ کی اس میں حمیت کارفرما ہے
یہی خوش بخت ہے جو رتبہ آقاؐ سے ہے واقف
عقیدت اسی کی سچی ہے تو جذبہ بھی توانا ہے

رضائے خالق و محبوبِ خالقؐ اُس کو ہے حاصل
یہ بندہ بزم اصحابِ پیمبرؐ میں پزیرا ہے
لوائے عشق جن ممتاز ہاتھوں میں نظر آیا
خدا نے امتیازِ قتل موذی اُس کو بخشا ہے
پڑھی "الصارم المسلول" کب ممتاز غازی نے
مگر وہ جانتا ہے، رتبہ جو محبوبِ ربﷺ کا ہے
جو توہین نبیﷺ کرتا ہے اس کا قتل ہے واجب
یہی تو فیصلہ اجماع کی صورت میں لکھا ہے
اگر قاضی عیاض اور ابن منذر کو پڑھو دل سے
تو ان حالات میں ان کا بھی تو ایسا ہی فتویٰ ہے
کہا کینیڈین اسلام کے اک شیخ نے جو کچھ
وہ اُس کی دین سے دوری کا اک واضح اشارہ ہے
کئی ہیں غامدی، کتنے وحید اور اینکر کتنے
بہت اس باب میں کردار جن لوگوں کا گندا ہے
مگر محمودؔ چلنا ہے بہر صورت ہمیں اُس پر
دکھایا قادری ممتاز نے جو ہم کو رستہ ہے

راجا رشید محمود